اسلامی نظریہ حیات

اسلامی بیانیہ : دہشت گردی اور لبرل ازم کی انتہاؤں کے مابین رستہ اعتدال

اسلامی بیانیہ: دہشت گردی اور لبرل ازم کی انتہاؤں کے مابین رستہ اعتدال

خالق اور مخلوق [موجود][1] ہیں اور دونوں [کا وجود][1] حق[1] ہیں۔[1] دہریت

---

[1] خالق موجود لنفسہ ہے جبکہ مخلوق موجود لغیرہ ہے۔"لنفسہ" کی قید سے یہ شبہ جاتا رہا کہ خالق پر صیغہ اسم مفعول "موجود" کا اطلاق درست نہیں ہے کہ اس میں انفعالیت ہے اور یہ موجد کا متقاضی ہے جبکہ وہ تو خود وجود دینے والا ہے۔

یہ بات درست ہے کہ "موجود" اللہ کا اسم یا صفت نہیں ہے بلکہ اس کے بارے خبر ہے۔اللہ کی طرف صرف اسی اسم یا صفت کی نسبت درست ہے جو کتاب وسنت سے منصوص ہو۔البتہ اللہ کے بارے ایسی خبر جاری کرنے کا جواز ہے کہ جو اچھی ہو یا کم از کم بری نہ ہو لیکن اس میں بھی افضل اور اولی یہی ہے کہ ان اخبار کے مقام پر بھی انہی اسماء وصفات کو جاری کیا جائے کہ جن اسماء وصفات کے یہ لوازمات (requisites) یا نتائج (consequences) ہیں۔

پس اگرچہ اللہ کے لیے ازلی، ابدی، قدیم، قائم بنفسہ، واجب الوجود، موجود، شیء اور ذات وغیرہ کے الفاظ بطور خبر جاری کرنا جائز ہے لیکن افضل اور اولی یہی ہے کہ ازلی اور قدیم کی جگہ "اول" اور ابدی کی جگہ "آخر" اور قائم بنفسہ یا واجب الوجود کی جگہ "قیوم" اور موجود کی جگہ "ظاہر" اور شیء کی جگہ "حق" اور ذات کی جگہ "اللہ" کے اسماء جاری کیے جائیں۔ یہ واضح رہے کہ اللہ کے اسماء وصفات صرف وہی نہیں ہیں جو کتاب وسنت میں منصوص ہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی ہیں۔[أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى، 1421 هـ - 2001 م، 341/7، الحديث ثابت بمجموع الطرق]؛ وَيُفَرِّقُ بَيْنَ دُعَائِهِ وَالْإِخْبَارِ عَنْهُ فَلَا يُدْعَى إلَّا بِالْأَسْمَاءِ الْحُسْنَى؛ وَأَمَّا الْإِخْبَارُ عَنْهُ: فَلَا يَكُونُ بِاسْمِ سَيِّئٍ؛ لَكِنْ قَدْ يَكُونُ بِاسْمٍ حَسَنٍ أَوْ بِاسْمٍ لَيْسَ بِسَيِّئٍ وَإِنْ لَمْ يُحْكَمْ بِحُسْنِهِ. مِثْلَ اسْمِ شَيْءٍ وَذَاتٍ وَمَوْجُودٍ؛ إذَا أُرِيدَ بِهِ الثَّابِتُ وَأَمَّا إذَا أُرِيدَ بِهِ "الْمَوْجُودُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ" فَهُوَ مِنْ الْأَسْمَاءِ الْحُسْنَى وَكَذَلِكَ الْمُرِيدُ وَالْمُتَكَلِّمُ؛ فَإِنَّ الْإِرَادَةَ وَالْكَلَامَ تَنْقَسِمُ إلَى مَحْمُودٍ وَمَذْمُومٍ فَلَيْسَ ذَلِكَ مِنْ الْأَسْمَاءِ الْحُسْنَى بِخِلَافِ الْحَكِيمِ وَالرَّحِيمِ وَالصَّادِقِ وَنَحْوِ ذَلِكَ فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَكُونُ إلَّا مَحْمُودًا. [ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم الحراني، مجموع الفتاوى، مجمع الملك فهد، المدينة النبوية، 1416هـ/1995م، 142/6]

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے "الظاہر" کا معنی "فليس فوقك شيء" کیا ہے یعنی جس سے اوپر کوئی نہ ہو۔ اس معنی میں، لفظ "ظاہر" اور "موجود" میں کسی بھی پہلو سے کوئی تقابل

ممکن ہے کیا؟

[1] وجود باری تعالی فلسفہ، سائنس اور مذہب تینوں کا موضوع رہا ہے۔ عام طور اصطلاح میں اُس علم کو الہیات (Theology) کا نام دیا جاتا ہے کہ جس میں خدا کے بارے بحث کی گئ ہو۔ وجود باری تعالی کے بارے بڑے نظریات (mega theories) چار ہیں۔ نظریہ فیض، نظریہ عرفان، نظریہ ارتقاء اور نظریہ تخلیق۔ یہ واضح رہے کہ چوتھے نقطہ نظر کو ہم محض اس کی تھیورائزیشن کے عمل کی وجہ سے تھیوری کہہ رہے ہیں کہ اب اس عنوان سے نیچرل اور سوشل سائنسز میں بہت سا علمی اور تحقیقی کام منظّم اور مربوط نظریے کی صورت میں سامنے آرہا ہے جبکہ حقیقت کے اعتبار سے یہ محض تھیوری نہیں بلکہ امر واقعی ہے۔

پہلا اور دوسرا نقطہ نظر فلاسفہ کا ہے کہ جو افلاطونی، نوافلاطونی، مشائین، اشراقین، عرفانیہ اور حکمت متعالیہ میں منقسم ہیں۔ افلاطونی اور مشائین کے علاوہ بقیہ کے ساتھ صوفی ہونے کا ٹیگ بھی لگا ہوا ہے دراں حالانکہ یہ صوفی کی بجائے دراصل افلاطونی، مشائی اور نوافلاطونی ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی گروہ وجود باری تعالی کے مسئلے میں متقدمین اور محققین صوفیاء پر اعتماد نہیں کر رہا بلکہ صحیح معنوں میں افلاطون (424-348 ق م)، ارسطو (424-348 ق م) اور فلاطینوس (205-270ء) کے رستے پر ہیں۔ تیسرا نقطہ نظر دہریوں اور منکرین خدا (Atheists) کا ہے کہ نیچرل سائنسز کے رستے ماہرین حیاتیات (Biologists) اور ماہرین طبیعیات (Physicists) کی ایک جماعت نے اس نظریے کو اختیار کیا ہے۔ وجود کے بارے یہ موقف نظریاتی فزکس اور نظریاتی بائیالوجی کے ماہرین کے ہاں معروف ہے۔ چوتھا نقطہ نظر صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اربعہ، محدثین عظام، متقدمین صوفیاء اور متکلمین رحمہم اللہ کا ہے۔ دوسرے نقطہ نظر نے صرف خالق کے وجود کو حقیقت جبکہ تیسرے نے صرف مخلوق کو حقیقت جانا۔ اور پہلے اور چوتھے نقطہ نظر میں خالق اور مخلوق دونوں کا وجود الگ الگ حقیقت ہیں۔

انسان کو ہمیشہ سے جن سوالات کا جواب جاننے کے بارے تجسّس رہا ہے، ان میں سے ایک بہت بڑا سوال وحدت اور کثرت کے باہمی تعلق کا ہے۔ فلسفہ، سائنس اور مذہب تینوں نے اس بات کا جواب دیا ہے کہ وحدت اور کثرت کا باہمی تعلق کیا ہے کہ جسے اصطلاح میں "ربط الحادث بالقدیم"

بھی کہتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم وجود کے بارے کلاسیکل فلسفے میں پائے جانے والے دو بنیادی نظریات کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد سائنس کے نظریہ ارتقاء اور مذہب کے نظریہ تخلیق پر بحث ہو گی۔

ا۔ نظریہ فیض:

فلاسفہ نے کثرت سے وحدت تک پہنچنے کے لیے عقل و منطق اور فکر و استدلال کو مصدر بنایا اور بعض نے عقل و منطق کے ساتھ کشف و الہام کو بھی ماخذ قرار دیا ہے۔ پہلا گروہ ارسطو اور اس کے متبعین کا ہے کہ جنہیں "مشائین" بھی کہتے ہیں جبکہ دوسرا افلاطون اور اس کے پیروکاروں کا ہے کہ جو "اشراقین" کے نام سے معروف ہیں۔ انہی اشراقیوں سے ایک گروہ "صدرائیہ" کا اور دوسرا "عرفانیہ" کا نکلا ہے کہ جسے "وجودیہ" بھی کہتے ہیں۔ اور پھر "وجودیہ" سے اختلاف کے نتیجے میں "شہودیہ" پیدا ہوئے۔

ہم یہ واضح کرتے چلیں کہ مسلمانوں میں فلسفے کے چار مکاتب فکر وجود میں آئے۔ ایک "مشائین" کہ جو ارسطو کے پیروکار تھے اور اس کے بانیوں میں یعقوب بن اسحاق الکندی (185-256ھ)، ابو نصر محمد الفارابی (260-339ھ)، ابو علی الحسین بن عبد اللہ ابن سینا (370-427ھ)، محمد بن یحی ابن ماجہ (487-533ھ)، محمد بن احمد ابن رشد (520-595ھ)، نصیر الدین محمد الطوسی (597-672ھ) ہیں۔ دوسرا "اشراقین" ہیں جو اپنی نسبت افلاطون کی طرف کرتے ہیں اور اس کے بانی شہاب الدین یحی سہروردی المقتول (549-586ھ) ہیں۔[1] تیسرا مکتبہ "صدرائیہ" ہے کہ جن کی فکر کو "حکمت متعالیہ" کہتے ہیں اور اس کے بانی صدر الدین الشیرازی محمد ملا الصدرا (980-1050ھ) ہیں۔

چوتھا مکتب فکر عرفانیہ کا ہے کہ جن کی فکر کو "فلسفہ عرفان" کہتے ہیں اور اس کے بانیوں میں شیخ ابن عربی (560-638ھ)، ابن الفارض (576-632ھ)، صدر الدین القونوی (606-673ھ)، عفیف التلمسانی (610-690ھ)، ابن سبعین (613-669ھ)، عبد الرزاق الکاشانی (متوفی 730ھ)، داؤد القیصری (متوفی 751ھ)، عبد الکریم الجیلی (767-832ھ)، عبدالرحمٰن الجامی (817-898ھ) اور عبد الغنی النابلسی (1050-1143ھ) ہیں۔ "شہودیہ" کے بانی شیخ احمد

سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ (971-1034ھ) ہیں کہ جو "عرفانیہ" ہی کی ایک شاخ شمار ہوتے ہیں۔

متقدمین مشائین کا کہنا ہے کہ وجود ایک "کلی" (Universal) ہے جو کہ واجب اور ممکن یا قدیم اور حادث وغیرہ میں منقسم ہے۔ یہ ابو نصر فارابی (متوفی 339ھ) اور ابن سینا (متوفی 427ھ) کا موقف ہے کہ جس کے مطابق وجود کی حقیقت وحدت نہیں بلکہ کثرت ہے، اگرچہ وجود کی اصل، وحدت ہی ہے۔ وجود کی حقیقت کے بارے یہی قول متکلمین نے اختیار کیا اور یہی قول سلف صالحین، فقہاء اور محدثین کا ہے۔ البتہ فلاسفہ اور متکلمین نے واجب الوجود کے وجود کی حقیقت کے بیان میں بہت سی ایسی باتیں کہی ہیں جو محل نظر ہیں۔ مشائین نے وحدت سے کثرت کے صدور کی بنا اپنے "نظریہ فیض" (Emanationism) پر رکھی کہ جسے "نظریہ صدور" بھی کہا جاتا ہے۔ اگرچہ اسے ایک نظریے کی صورت فلاطینوس نے دی تھی لیکن ابو نصر فارابی نے اس نظریے کی تہذیب و تنقیح کے بعد اسے ایک مکمل نظام کی صورت میں پیش کیا ہے کہ جس کی کچھ جزئیات کو بعد میں ابن سینا نے مکمل کیا ہے۔

وحدت سے کثرت کے صادر ہونے کے بارے فیثا غورث (570-495 ق م) کا کہنا تھا کہ تمام اشیاء کی اصل واحد ہے۔ واحد سے اعداد نکلتے ہیں اور اعداد سے نقاط نکلتے ہیں۔ نقاط سے خطوط، خطوط سے سطوح اور سطوح سے اجسام نکلتے ہیں اور اجسام سے عناصر اربعہ[1] (four ultimate elements) نکلتے ہیں۔ آسان الفاظ میں عدد سے نقطے بنتے ہیں، نقطوں سے خط بنتا ہے، خط سے سطح بنتی ہے جیسا کہ مربع، متاذی خطوط کا مجموعہ ہے۔ اور سطح سے حجم بنتا ہے کہ جس کی ایک صورت جسم بھی ہے۔[1] فیثا غورث چونکہ ایک ریاضی دان تھا لہذا اس نے کائنات کی اصل ریاضی کے "اعداد" (Numbers) کو بنایا ہے جیسا کہ افلاطون نے کائنات کی اصل "امثال" اور ارسطو نے "صور" (Forms) کو قرار دیا ہے۔

فلاطینوس (205-270ھ) جو کہ ایک عیسائی زاہد اور فلسفی تھا، نے "نظریہ فیض" پیش کیا اور کہا کہ حقیقت "واحد" ہے اور واحد سے عقل، عقل سے نفس اور نفس سے مادہ کے صدور کی صورت میں کثرت کا ظہور ہوا ہے۔ اس کے نزدیک واحد نہ تو ذات ہے اور نہ ہی صفت ہے۔ واحد نہ تو جوہر

ہے، نہ عرض اور نہ ہی عقل اور نہ ہی خالق بلکہ وہ صرف واحد ہے یعنی واحد مطلق (The Absolute One)۔ واحد کے بلاارادہ فیضان (emanation) سے "عقل" (Nous) کا صدور ہوا ہے اور یہاں اس مرتبہ ثانیہ میں ثنویت کا تصور موجود ہے کہ عقل کے ساتھ معقول بھی ہو گا۔ عقل سے "نفس کلی" (Psyche) کا صدور ہوا اور یہ تیسرا مرتبہ ہے۔ یہ تینوں مراتب عالم غیر حسی میں ہیں۔ اور نفس کلی سے "مادی اجسام" کا صدور ہوا ہے اور یہ چوتھا مرتبہ عالم حسی میں ہے۔ اس نے پہلی مرتبہ وجود میں ایک منظّم نظام مراتب (hierarchy) قائم کر کے کثرت کو وحدت کی صورت میں دکھایا۔[1] اس موضوع پر فلاطینوس (205-270ء) کے خیالات کو اس کے شاگرد فرفوریوس (234-305ء) نے "التاسوعات" (Enneads) کے نام سے مرتب کیا ہے۔ فلاطینوس کا عربی نام افلوطین (Plotinus) ہے جبکہ اس کے شاگرد فرفریوس کو انگریزی میں پورفیری (Porphyry) کہتے ہیں۔

ابو نصر فارابی (260-339ھ) کا کہنا یہ ہے کہ وجود دو قسم پر ہے؛ ایک کو واجب الوجود (The Necessary Being) کہتے ہیں اور دوسرے کو ممکن الوجود (The Contingent Being)۔ اور واجب الوجود، واحد ہے، خیر محض ہے، عقل محض ہے، معقول محض ہے، عاقل محض ہے، عاشق اول ہے، معشوق اول ہے اور تمام موجودات اسی سے ہیں اور اسی کی وجہ سے ہیں۔[1]

فارابی کے نزدیک واجب الوجود "عقل محض" ہے کہ جس کا فعل "تعقل" ہے لیکن یہاں دو باتیں اہم ہیں؛ ایک یہ کہ واجب الوجود کا تعقل اپنی ذات کے بارے میں ہی ہے نہ کہ غیر کے بارے میں جبکہ ہم انسان اپنی ذات اور اپنے غیر دونوں کے بارے میں سوچ لیتے ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ یہ تعقل، ارادی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے یعنی از خود سے ہے اور جبری ہے۔ اس لیے واجب الوجود سے "عقل اول" (First Intellect) صادر ہوئی ہے نہ کہ واجب الوجود نے اسے پیدا کیا ہے کیونکہ تخلیق کے لیے قصد اور ارادہ لازم ہے۔ فارابی کے اس نظریہ کو "نظریہ فیض" یا "نظریہ صدور" بھی کہتے ہیں کہ جسے سب سے پہلے فلاطینوس نے پیش کیا تھا۔

واجب الوجود کے تعقلِ ذات سے "عقل اول" صادر ہوئی۔ اب عقل اول دو طرح سے سوچتی ہے؛ ایک اوپر والے کے بارے میں کہ جس سے وہ صادر ہوئی ہے یعنی واجب الوجود کے بارے میں تو

اس سے ”عقل ثانی“ (Second Intellect) صادر ہوتی ہے۔ یا پھر عقل اول اپنے بارے میں سوچتی ہے۔ اور عقل اول جب اپنے بارے میں سوچتی ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہوتی ہیں؛ عقل اول جب اپنی علت کے بارے سوچتی ہے تو وہ اپنے آپ کو ”واجب الوجود لغیر“ قرار دیتی ہے اور جب وہ اپنے وجود سے پہلے، کے بارے میں سوچتی ہے تو اپنے آپ کو ”ممکن الوجود“ سمجھتی ہے۔ پہلی صورت کو ”وجود“ اور دوسری کو ”ماہیت“ (essense) کہتے ہیں اور اس طرح فارابی نے وجود اور ماہیت میں فرق کیا ہے کہ وجوب، علت کا خاصہ ہے اور امکان، ماہیت کا خاصہ ہے۔ ابو نصر فارابی وغیرہ کے نزدیک عالم کے تحقق کے لیے دو شرائط ہیں؛ علت اور امکان۔ پہلی شرط ذاتی ہے اور دوسری خارجی ہے۔

پس عقل اول یا تو اپنے بارے میں یہ سوچتی ہے کہ وہ ”واجب الوجود لغیر“ ہے کہ جسے ”واجب الوجود لعلۃ“ بھی کہتے ہیں یعنی وہ ہے تو واجب الوجود لیکن غیر کے سبب سے واجب الوجود ہے، بذاتہ واجب الوجود نہیں ہے۔ اس سوچ سے ”نفس فلک“ (Celestial Sphere Spirit) صادر ہوتا ہے۔ اور عقل اول جب اپنے بارے میں یہ سوچتی ہے کہ وہ ممکن الوجود ہے تو اس سے ”جسم فلک“ (Celestial Sphere Body) صادر ہوتا ہے۔ اس طرح عقل ثانی سے عقل ثالث، نفس فلک دوم، جسم فلک دوم صادر ہوتا ہے۔ اور یہاں تک کہ دس عقلیں اور نو نفس افلاک اور نو جسم افلاک صادر ہو جاتے ہیں اور دسویں عقل کو ”عقل فعال“ (Active or Productive Intellect) کہتے ہیں جو کہ ”ہیولی“[1] کی اصل ہے۔[1]

اور پھر ”عقل فعال“ سے عناصر اربعہ صادر ہوتے ہیں اور اس طرح چار عالم مکمل ہو جاتے ہیں؛ عالم عقلی، عالم نفسی، عالم طبیعی اور عالم جسمانی۔ عالم عقلی سے مراد عقول کا عالم ہے کہ جس میں کوئی مادہ اور قوت کار فرما نہیں ہے سوائے اس کے کہ یہ عقول، واحد کی طرف اشتیاق سے لپکتی رہتی ہیں۔ عالم نفسی سے مراد ”ذوات معقولہ“ (intelligible things) ہیں جو اجرام فلکیہ (celestial bodies) کی تدبیر کرتی ہیں اور عقول کی عشاق ہیں۔ عالم طبیعی سے مراد اجسام میں ”قوی سماویہ“ (celestial faculties) ہیں۔ اور عالم جسمانی ”مادہ محض“ ہے۔ یہی ابن سینا کا بھی کہنا ہے۔[1]
آسان الفاظ میں عقل فعال کے ”فیض“ سے ہیولی یعنی مادہ اور صورت حاصل ہوئی۔ اس مادہ اور صورت سے عناصر اربعہ کی تشکیل ہوئی۔ ان عناصر اربعہ میں عقل فعال کی نگرانی، اور افلاک اور ان کی حرکت

کی تاثیر سے یہ استعداد پیدا ہوتی ہے کہ ان پر "عقل فعال" کا فیضان جاری ہو اور یہی فیضان انہیں "صورت" کی شکل دے اور یہی صورت ہی نفس کہلائے۔ پس عقل فعال کو "واہب الصورۃ" یعنی مادے کو صورت دینے والی بھی کہتے ہیں۔

پس اس طرح فارابی کے نزدیک وحدت سے کثرت صادر ہوئی ہے یا قدیم سے حادث کا صدور ہوا ہے۔ اور اس فلسفے کی بنیادی وجہ ان کا اس فلسفیانہ اصول پر ایمان ہے کہ "واحد" (The One) سے صرف واحد ہی صادر ہو سکتا ہے۔ فلاسفہ کا کہنا ہے کہ اصل و فرع یا علت و معلول میں صدور، عدد اور کیفیت میں برابر ہونا چاہیے لہذا ایک سے ایک ہی صادر ہو سکتا ہے اور وہی چیز صادر ہو گی جو مصدر رہے یعنی عقل سے عقل ہی صادر ہو گی۔ اور اس فلسفے کے بیان کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کا خیال ہے کہ اس کے بعد ہمیں تخلیق عالم کے لیے کوئی علیحدہ سے عقلی و منطقی دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے کہ وجود ہی، وجود کا سبب اور علت ہے۔

یہ ان کے نزدیک عالم سماوی کی حقیقت ہے کہ وہ "عقول عشرہ" (ten intellects) سے بنا ہے اور یہ عقول ان کے زعم میں اللہ اور فرشتے ہیں۔ عالم ارض کے بارے ان کی سوچ یہ ہے کہ اس میں ادنی سے اعلی کی طرف ارتقاء ہوا ہے۔ مادہ سے عناصر اربعہ یعنی آگ، ہوا، پانی اور مٹی بنے۔ عناصر اربعہ سے "معدنیات" بنیں۔ معدنیات سے "نباتات" وجود میں آئے۔ نباتات سے "حیوانات" بنے۔ اور حیوانات سے "انسان" وجود میں آیا۔ دونوں عالموں کے مابین ان کے نزدیک رابطہ "عقل فعال" ہے جو کہ دسویں عقل ہے۔ اور یہ ان کے نزدیک جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

فارابی نے سلسلہ موجودات کو دو حصوں میں منقسم کیا ہے؛ روحانی اور مادی۔ پہلے سلسلہ میں وہ تنزل کا قائل ہے اور اس میں اس نے چار مراتب بنائے ہیں۔ پہلا مرتبہ اللہ عزوجل کا ہے۔ دوسرا "عقول تسعہ" کا ہے جو "افلاک تسعہ" کی طرح محرکہ ہیں کہ پہلی عقل پہلے آسمان، دوسری کواکب ثابتہ (fixed stars)، تیسری زحل، چوتھی مشتری، پانچویں مریخ، چھٹی سورج، ساتویں زہرہ، آٹھویں عطارد اور نویں چاند کی محرک ہے۔ تیسرا مرتبہ "عقل فعال" کا ہے اور چوتھا "نفس انسانی" کا ہے۔ پانچواں مرتبہ "صورت" اور چھٹا "مادہ" کا ہے۔ پہلے تین مراحل تو خالص روحانی ہیں جبکہ آخری تین کا تعلق جسم سے بھی ہے۔ "عقل فعال" اللہ کی ذات سے یوں صادر ہوتی ہے جیسا کہ شعاع سورج

سے اور عقول کی قوتِ متخیلہ سے چھ قسم کے اجسام حاصل ہوتے ہیں؛ اجرام سماوی، حیوان ناطق، حیوان غیر ناطق، نباتات، معدنیات اور عناصر اربعہ۔ فلاطینوس اور ابو نصر فارابی دونوں کے نزدیک فیض، ازلی اور قدیم ہے کیونکہ واحد، ازل ہی سے "جواد" بھی ہے اور "فیاض" بھی۔ نظریہ فیض کے حاملین فعلِ معرفت کو فعلِ ایجاد کے معنی میں ہی لیتے ہیں یعنی ان کے نزدیک معرفت اور وجود گویا کہ ایک ہی شیء ہے کہ معرفت ہی کثرت کی اصل بنیاد ہے کہ عقل اول کے اپنی ذات کے بارے تعقل سے ہی کثرت کا آغاز ہوا ہے۔ [1] اس سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ نظریہ فیض اور نظریہ وحدت الوجود میں بہت مناسبت ہے بلکہ نظریہ وحدت الوجود، نظریہ فیض ہی سے متاثر ہے کہ وحدت الوجود میں اگرچہ "فیضان" کی جگہ "تجلی" (manifestation) نے لے لی ہے لیکن "تعقل ذات" (self- cognition) وجودیوں کے ہاں بھی "تخیل ذات" (self- imagination) کے نام سے موجود ہے اور اِسی پر ہی اُن کے نظریے کی بناء اور اٹھان ہے۔

عقول "واجب الوجود لغیرہ" ہیں اور اجسام فلک "ممکن الوجود لذاتہ" ہیں۔ اب ان دونوں کے مابین ایک مشترکہ مرتبے کا اثبات بھی کیا گیا ہے کہ جنہیں "نفوس فلک" کا نام دیا گیا ہے جو نہ تو عقل ہے اور نہ ہی جسم ہے بلکہ ان دونوں کے مابین ایک مرتبہ ہے کہ جسے "الجمع بین المرتبین" یا "واجب و ممکن" کہا جا سکتا ہے۔ فیض اور صدور کی نوعیت کی نسبت فارابی کا رجحان پہلے ثنائی تھا جبکہ پھر ثلاثی ہوا۔ اور بعض نے تو فیض کی نوعیت کو رباعی اور سداسی بھی بنا دیا جیسا کہ نصیر الدین طوسی نے شرح الاشارات لابن سینا میں سداسی نوعیت کا اظہار کیا ہے۔ اور رباعی یوں بنایا گیا کہ چار چیزوں معلول کا وجود، اس کی ماہیت، اول کا علم اور اس کی اپنی ذات کا علم سے عقل ثانی، صورت فلک، مادہ فلک اور نفس فلک صادر ہوا ہے۔

ابن سینا کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ عقل کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ براہ راست جسم کو متحرک کرے تو اس کے لیے درمیان میں نفس کی ضرورت ہے۔ ابن سینا نے بھی اس نظام کو ثلاثی ہی بنایا ہے۔ [1] البتہ اخوان الصفا نے موجودات کو دو حصوں میں منقسم کیا ہے؛ روحانی اور جسمانی۔ روحانی سے مراد عقل فعال، نفس کلی، ہیولی اور صور مجردہ ہیں۔ [1] ان کا کہنا یہ ہے کہ عقل فعال وہ پہلا وجود ہے جو واحد کے فیض کا نتیجہ ہے اور یہ ایک روحانی جوہر بسیط ہے کہ جو "کلمۃ اللہ" (word of God) کے قائمقام ہے۔ اور عقل فعال کا فیض "عقل منفعل" (passive intellect) ہے جو روحانی جوہر

بسیط ہے لیکن صور کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہےاور اسے "نفس کلی" (universal spirit) بھی کہتے ہیں۔اسی طرح نفس کا فیض "ہیولی" ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے ان دونوں پر نقد کرتے ہوئے کہا ہے کہ نظریہ فیض نے اللہ عزوجل کی "صفتِ خلق" کو معطل کردیا ہے، خیر یہ تو بہت سادہ سا نقد ہے جو کہ امام غزالی رحمہ اللہ نے کیا ہے۔اصل نقد تو وہ ہے جو اس نظریے پر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کیا ہے۔وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا بیٹا ماننے کے برابر والی بات ہے۔فیض کا جو بھی معنی کرلیا جائے،اس میں تولد لازم آتا ہے لہذا "عقل اول" اللہ کی اولاد ہی ہوئی۔جنہوں نے عیسی بن مریم علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا ہے تو وہ اتنی گھٹیا بات تو نہیں کرتے کہ اللہ نے بیوی سے بیٹا جنا ہے۔وہ بھی عیسی ابن مریم علیہ السلام کے اللہ کی ذات سے صدور کی نوعیت واضح کرنے کے لیے اسی قسم کا فلسفہ ہی بکھارتے ہیں۔اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں ماننے کے مشرکین مکہ کے عقیدہ اور ان فلسفیوں کے "عقول عشرہ" کو ملائکہ قرار دینے میں بھی مناسبت پائی جاتی ہے۔

مسلمان فلسفیوں اور صوفیوں کا المیہ مشترکہ ہے۔مسلمان فلسفی فلسفہ اور دین میں توافق پیدا کرنے کے لیے "عقل" کو اول مخلوق ثابت کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے ان کے پاس جو روایات موجود ہیں،وہ موضوع اور منگھڑت ہیں کہ جنہیں انہی کے کسی بھائی نے وضع کیا ہے مثلاً یہ روایت کہ «أول ما خلق الله العقل»[1] یعنی اللہ عزوجل نے سب سے پہلے جس شیء کو پیدا کیا تو وہ عقل ہے۔ پھر عجب تماشا یہ ہے کہ جن صحیح روایات میں "قلم" کو اول مخلوق کہا گیا ہے تو وہاں "قلم" کا معنی "عقل" کردیا ہے۔صوفیوں نے بھی یہی کام کیا ہے کہ اپنے فلسفے اور دین میں توافق پیدا کرنے کے لیے دینی مصطلحات کو فلسفیانہ تصورات پر چسپاں کردیا اور فلسفے کو دین سے ثابت کرنے کے لیے باقاعدہ روایات کو وضع کیا جیسا کہ «أول ما خلق الله نوري» یعنی سب سے پہلی شیء جو اللہ عزوجل نے پیدا کی وہ میرا نور ہے یا «أول ما خلق الله نور نبيك يا جابر» والی روایت۔[1] جس طرح معلم ثانی ابونصر فارابی کو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ "عقل اول" کی شرعی بنیادیں تلاش کرنے کے لیے موضوع احادیث کا سہارا لے تو اسی طرح شیخ ابن عربی کو "حقیقت محمدیہ"[1] کے اثبات کے لیے منگھڑت روایات کی ضرورت پڑی۔فلسفیوں نے حضرت جبرئیل کو "عقل فعال" بنالیا تو صوفیوں نے "حقیقت محمدیہ" کو ذات الہی کا فیض اول۔تو یہ لوگ نہ تو عقل کے رستے پر مکمل طور چلے کہ خالص عقلی تصورات پر دینی

مصطلحات چسپاں کر کے یہ خالص فلسفیوں کے ہاں مولوی بن گئےاور نہ ہی یہ نقل کے رستے پر چلے کہ وہاں ان کی ساری بنیادیں موضوع اور منگھڑت روایات ہیں یا باطنی تفسیر۔

اور رہے متاخر وجودی صوفیاء توان کی اکثریت کی حکمت رٹی رٹائی ہے۔[1] وہ ایک طرف وحدت الوجود کے نام پر "حقیقت محمدیہ" کا اثبات کریں گے اور دوسری طرف بریلوی دیوبندی اختلاف کی بنا پر نور بشر کے جھگڑے میں نور ہونے کا انکار کریں گے۔ وہ ہر جگہ حسن ظن اور تعصب، دو بنیادوں پر چلتے ہیں جبکہ ان کی تمام دانش کرائے کی ہوتی ہے۔ اور رہے متقدمین، چاہے وہ فلسفی ہوں یا صوفی، ان کی دانش کی انتہاء بس یہی ہے کہ اظہارِ خیال کے لیے مصطلحات کی ایک ڈکشنری بنالی ہے کہ جو عام استعمال میں نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کے علم میں نہیں ہے۔ تو اسی کا نام انہوں نے حکمت اور دانش رکھ چھوڑا ہے۔ اور اس پر تماشا یہ ہے کہ خیالات میں کنفیوژن اور ذہنی الجھاؤ کی وجہ سے اظہارِ بیان فصیح نہیں ہے اور اسے فکری گہرائی کا نام دے کر خوش ہوتے رہتے ہیں کہ ہم اتنے پہنچے ہوئے ہیں کہ ہماری بات کم ہی لوگوں کو سمجھ آتی ہے۔ بھائی! یہ تو تمہارا نقص ہے نہ کہ خوبی، چاہے ذہنی الجھاؤ کے سبب ہو یا اظہارِ بیان پر قدرت نہ رکھنے کی وجہ سے ہو۔ جو بات تم دوسرے کو سمجھا نہیں سکتے، وہ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ لوگ اگر ذہن لگائیں گے تو تمہاری بے ربط باتیں انہیں سمجھ آ ہی جائیں گی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمہیں سمجھنے کے لیے انہیں اگر زور لگانا پڑتا ہے تو اس میں تمہاری کوئی خوبی ہے۔ جدید ریاضی سمجھنے کے لیے ایک فلسفی کو زور لگانا پڑے گا کیونکہ اسے ریاضی کی زبان کا علم نہیں ہے۔ پس اس طرح فزکس، بیالوجی، کیمسٹری، سائیکالوجی، اکنامکس اور فلسفے کی بھی ایک زبان ہے۔ فلسفے کی زبان سے ناواقفیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غیر فلسفی کا ذہن فلسفی سے کم ہے۔ ذہن تو ایک کمہار کے پاس بھی فلسفی سے زیادہ ہو سکتا ہے جبکہ وہ تخلیق کار ہو۔ اصل میں چڑ ان اس رویے سے پیدا ہوتی ہے کہ جس میں فلسفی تو کائنات کا اعلیٰ ترین دماغ بتلایا جاتا ہے اور باقی سارے جیسے بدھو ہوں۔ البتہ فلسفہ صرف ذہنی الجھاؤ اور اظہارِ بیان کی کمی کا نام نہیں ہے بلکہ اس میں بہترین ذہانت کا استعمال بھی ہے کہ انتہائی ذہانت اور دیوانگی کی سرحدیں ہمیشہ آپس میں ملتی آئی ہیں۔

فلسفہ اشراق کی بنیاد شہاب الدین سہروردی نے رکھی کہ جسے "حکمتِ اشراق" بھی کہتے ہیں اور اس کے متعبین "اشراقی" کہلاتے ہیں۔ اس نظریے میں فلسفے اور تصوف کو عقلی استدلال اور باطنی

مشاہدہ کے ذریعے جمع کیا گیا ہے۔ اشراقین کا کہنا ہے کہ وجود "نور" ہے کہ جس کے کئی مراتب ہیں۔ اس کی حقیقت ایسا "نور الانوار" ہے کہ جس سے نور ہی حاصل ہوتا ہے۔ نور الانوار سے مجرد نور حاصل ہوتا ہے اور دونوں کی حقیقت میں فرق صرف کمی بیشی کا ہے۔ [1]نور الانوار سے حاصل ہونے والے پہلے نور کو "نور اقرب" بھی کہتے ہیں کہ جسے فہلویہ "بہمن" کا نام دیتے ہیں۔ یہ نور اقرب، نورالانوار سے علیحدہ نہیں ہوتا بلکہ ان دونوں کی مثال یوں ہے جیسے سورج اور اس کی شعاع کی مثال۔ [1]وجود، عین وحدت میں کثرت ہے اور عین کثرت میں وحدت ہے۔ وجود ایک "کلی مشکک" (skeptic universal) ہے جبکہ جمیع موجودات اس کے مصداقات ہیں۔ وجود کی وحدت "عددی" نہیں بلکہ "حقی" (graded in intensity) ہے جیسا کہ روشنی ایک "کلی مشکک" ہے، چاہے وہ سورج کی ہو، چاند کی ہو، بلب کی ہو یا ٹیوب لائٹ کی ہو۔

۲۔ نظریہ عرفان

مادی اور حقیقی دنیا کا فرق سب سے پہلے پارمینائڈیز (Parmenides) نے کیا۔ اس کے خیال میں کائنات کے دو رخ ہیں؛ ایک اصلی اور دوسرا ظاہری۔ اصلی رخ میں ایک ہی کامل اور کلی وجود ہے اور وہاں سکون ہے جو کہ ثبات کو مستلزم ہے جبکہ ظاہری رخ میں موجودات کا تفاوت ہے اور یہاں حرکت بھی ہے جو تغیر کو مستلزم ہے۔ پہلا رخ حقیقی جبکہ دوسرا وہم اور خیال ہے۔ [1]

افلاطون، اس کے اس نقطہ نظر سے بہت متاثر ہوا اور اسی پر بناء رکھتے ہوئے اس نے عالم حسی اور عالم مثال (world of ideas) کا تصور پیش کیا۔ وہ عالم حسی میں "کثرت" اور عالم مثال میں "وحدت" کا قائل ہے۔ [1]مثلاً اس کا خیال ہے کہ دنیا میں موجود تمام گھوڑوں کی اصل حقیقت وہ مثالی گھوڑا ہے جو عالم مثال میں ہے اور وہ کامل اور اکمل ہے۔ عالم مادی "جزئیات" اور عالم مثال "کلیات" کا عالم ہے۔ عالم مثال میں کلیات کا وجود حقیقی، غیر مخلوق، غیر متغیر اور مستقل بالذات ہے اور اس عالم تک رسائی کا ذریعہ عقل واستدلال ہے جبکہ عالم مادی میں ان کلیات کی موجود جزئیات، غیر حقیقی، ان کا عکس اور سایہ ہیں اور ان کو جاننے کا ذریعہ حواس ہیں۔ خیر اور حسن کی طرح شر اور قبح کے بھی امثال موجود ہیں اور یہی امثال کائنات کے حقائق یا اصول ہیں۔ اور عالم مثال میں موجود تمام کلیات کی اصل خیر ہے کہ جسے وہ خیر مطلق کہتا ہے۔ اور اسی خیر کو وہ تمام وجود اور جمیع علم کی اساس

قرار دیتا ہے۔[1] افلاطون کے یہی "امثال" بعدازاں نظریہ وحدت الوجود میں "اعیان" کی صورت میں کائنات کے "حقائق" قرار پائے۔

ہندو زاہد اور فلسفی آدی شنکر اچاریہ (788-820ء) نے اسی سے ملتا جلتا نظریہ پیش کیا۔ اس کے فلسفہ "ویدانت" کی اصل "ادویت" (Advaita) ہے کہ جس کا معنی غیر شنویت ہے۔[1] اُن کا کہنا ہے کہ "برہمہ" ہی تنہا حقیقت ہے جبکہ باقی سب کچھ دھوکا جبکہ کثرت، ایک وہم اور خیال ہے۔[1] کائنات کی حقیقت برہمہ ہے جو منور بالذات ہے جبکہ اس کی ظاہر صورت "اگیان" ہے۔ اور اگیان اس مکتب فکر میں غیر معین جہالت کا نام ہے۔[1] کائنات کی حقیقت کے بارے شنکر کے الفاظ[1] کا ایک ترجمہ تو یوں کیا گیا ہے کہ برہمن واحد مطلق ہی "حقیقت" (reality) ہے جبکہ یہ دنیا غیر حقیقی ہے لیکن فرد کی روح، برہمن سے مختلف نہیں ہے۔[1] اس کا ایک اور ترجمہ یوں کیا گیا ہے کہ برہمن اکیلا ہی حقیقت ہے جبکہ یہ دنیا ایک "وہم" ہے لیکن انتہاء کے اعتبار سے برہمن اور فرد کے نفس میں کوئی فرق نہیں ہے۔[1] ایک اور ترجمہ یوں کیا گیا ہے کہ برہما ہی حقیقت ہے اور کائنات نہ تو حقیقت ہے اور نہ ہی غیر حقیقت اور نفس، برہمن ہی ہے، نہ کہ اس سے علیحدہ کوئی شیء۔[1] فلاطینوس اور شنکر میں یہ فرق بتلایا جاتا ہے کہ فلاطینوس نے ایجاب کا رستہ اختیار کیا اور کثرت کی اصل، واحد کو قرار دیا جبکہ شنکر نے سلب کا طریقہ اپنایا اور کثرت کی اصل، غیر شنویت کو قرار دیا۔ یعنی فلاطینوس کہتا ہے کہ وجود ایک ہی ہے اور شنکر کہتا ہے کہ دو نہیں ہیں۔ لیکن اگر ہم آخری ترجمہ کو شنکر کی فکر کی اصل بنائیں تو اس صورت میں فلاطینوس اور شنکر میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

فلاطینوس سے متاثر ہو کر شیخ شہاب الدین سہروردی (549-587ء) نے اپنے فلسفہ اشراق کا تصور پیش کیا۔ انہوں نے اسے "حکمت متعالیہ" کا نام دیا اور وجود کو ایک "کلی مشکک" قرار دیا۔ سہروردی وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے فلسفے کو تصوف اور تصوف کو فلسفے میں باقاعدہ ایک نظام کی صورت میں داخل کیا ہے اور ابن عربی نہ صرف اس معنی میں اس کا متبع ہے بلکہ ابن عربی کے نظریے کا بنیادی اسٹرکچر اسی طرح سہروردی کی حکمت سے مستعار ہے کہ جس طرح سہروردی کے فلسفے کی اٹھان فلاطینوس کے افکار پر ہے۔ سہروردی کے نزدیک وجود کی اصل "نور الانوار" ہے کہ جس سے نور ہی حاصل ہوتا ہے اور وہ اسے "نور اقرب" یا "نور عظیم" کا نام دیتا ہے۔ پھر اس نور سے ایک

نور حاصل ہوتا ہےاور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے یہاں تک کہ کمزور نور پر ختم ہو جاتا ہے۔ یہ طولی انوار ہیں کہ جن سے عرضی انوار صادر ہوتے ہیں اور یہ عرضی انوار وہی ہیں کہ جو افلاطون کی "امثال" ہیں۔ عرضی انوار دو قسم کے ہیں؛ ایک وہ جو طولی انوار کے مشاہدہ کے سبب صادر ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو طولی انوار کے اشراق کے سبب صادر ہوتے ہیں۔ "مشاہدہ" سے صادر ہونے والے عرضی انوار، "اشراق" سے صادر ہونے والے عرضی انوار سے افضل ہیں۔ مشاہدہ کے سبب صادر ہونے والے عرضی انوار سے عالم مثال اور عالم روح صادر ہوتا ہے جبکہ اشراق کے سبب صادر ہونے والے عرضی انوار سے عالم حس صادر ہوتا ہیں۔ پس شیخ الاشراق کے نزدیک عالم تین ہیں؛ عالم انوار، عالم مثال اور عالم حس۔ عالم انوار کی معرفت کا ذریعہ "عقل"، عالم مثال کی معرفت کا ذریعہ "خیال" اور عالم حس کی معرفت کا ذریعہ "حس" ہے۔ معرفت کے مصادر کی ترتیب صعودی ہے کہ پہلے حس ہے، پھر خیال اور پھر عقل جیسا کہ سہروردی کا کہنا ہے کہ جب آنکھ دیکھتی ہے تو در حقیقت آنکھ نہیں بلکہ نفس دیکھتا ہےاور دیکھنے کا عمل تقابل اور روشنی کے انعکاس کے سبب سے نہیں ہوتا بلکہ اشراق کے واسطے سے ہوتا ہے۔ اور نفس جن شکلوں کو دیکھتا ہے تو ان کا مخزن "قوت متخیلہ" نہیں بلکہ "نفوس فلکیہ" بنتے ہیں۔ سہروردی کے نزدیک نفس ایک غیر مادی جوہر ہے جو کہ عالم علوی سے ہے لہٰذا وہ اپنی اصل کی طرف رجوع کے لیے بے چین رہتا ہے لیکن جسم کے قید خانے کی وجہ سے مجبور ہے۔ پس اگر نفس کی تہذیب کر دی جائے تو یہ عالم مثال اور عالم انوار کی طرف لوٹ سکتا ہے۔ اور تہذیب نفس نہ تو محض "حکمت ذوقیہ" سے ہو سکتی ہے کہ جسے تصوف کہتے ہیں اور نہ ہی صرف "حکمت عقلیہ" سے ہو سکتی ہے کہ جسے فلسفہ کہتے ہیں لہٰذا ان دونوں کے ملانے سے ایک حکمت حاصل ہو گی کہ جسے "حکمت اشراق" کہتے ہیں اور اسی سے تہذیب نفس ہو گی اور اس حکمت کے حامل کو "الحکیم المتالہ" کہیں گے۔

سہروردی کے نزدیک عالم انوار سے عالم امثال اور عالم حس کا صدور قصد وارادے سے نہیں ہوا ہےاور ایسی ہی بات فلاطینوس نے کہی تھی۔ اور کتنی سادہ بات ہے جو فلاطینوس اور سہروردی وغیرہ کے نظریہ فیض کے رد میں کی جا سکتی ہے کہ اگر خدا "مختار" نہیں ہو گا تو "مجبور محض" ہو گا اور مجبور محض تو خدا نہیں ہو سکتا کہ یہ تو نقص ہے۔ اور اگر خدا کے پاس ارادہ اور قدرت ہی نہیں ہے تو وہ خدا

کس چیز کا ہے؟

سہروردی کے بعد شیخ ابن عربی (560-638ھ) نے اپنی کتاب "فتوحات مکیہ" اور پھر "فصوص الحکم" میں عرفان کا تصور پیش کیا اور اسے "وحدت فی الوجود" کا نام دیا[1] کہ جو بعد میں داؤد القیصری وغیرہ جیسے شارحین فصوص کی اصطلاح میں "وحدت الوجود" کے نام سے معروف ہو گیا۔ فلاطینوس اور ابن عربی میں فرق یہ ہے کہ فلاطینوس وحدت سے کثرت کی بنیاد "فیضانِ واحد" کو بناتا ہے جبکہ ابن عربی کے نزدیک وہ "تجلی ذات" ہے۔

عرفانیوں کا کہنا ہے کہ وجود، وجود مطلق ہے اور موجودات اس کے ظواہر ہیں۔ "ذات بحت" کہ جسے وہ "وجود مطلق" کہتے ہیں، سے پہلی تجلی کے نتیجے میں مرتبہ "احدیت" صادر ہوا کہ جس سے ذات ہی میں علمی تمیز پیدا ہوا۔ اس مرتبہ میں دوسری تجلی کے نتیجے میں مرتبہ "واحدیت" صادر ہوا کہ جس میں ممکنات کے حقائق یعنی اعیان، علم الٰہی میں متمیز ہوئے۔

اشراقیوں اور عرفانیوں کا فرق یہ ہے کہ اشراقی "مراتب وجود" میں تشکیک کے قائل ہیں جبکہ عرفانی کہتے ہیں کہ تشکیک "مظاہر" میں ہے نہ کہ "مراتب" میں۔ پس اشراقیوں کے نزدیک جمیع موجودات کی حقیقت ایک ہی وجود ہے اور وہ نور ہے لیکن ہر موجود کا وجود اپنے کمال و نقص یا شدت وضعف یا تقدم و تاخر کے اعتبار سے دوسرے موجود کے وجود سے فرق ہے اور یہی "کلی مشکک" کی تعریف ہے۔ فلسفہ اشراق کی طرح "حکمت متعالیہ" میں بھی وجود کو "کلی مشکک" قرار دیا گیا ہے۔ اور مظاہر میں تشکیک ماننے کا مطلب یہ ہے کہ وجود کی حقیقت میں تشکیک نہیں ہے بلکہ اس کے ظہور (manifestation) میں ہے یعنی وجود "مشترک لفظی" ہے۔

وجودیہ اور شہودیہ میں فرق یہ ہے کہ وجودیہ نے ممکنات کی اصل مرتبہ اسماء وصفات کے "اعیان ثابتہ" (eternal ideas existing in the mind of God) کو قرار دیا ہے جبکہ شہودیہ کے نزدیک ان کی اصل اسماء وصفات کے "اعدام متقابلہ" (opposite non-beings of Divine Names) ہے۔[1] پس وجودیہ کے نزدیک حقائق ممکنات، صفت علم اور ذات ہی ہے کہ ان کے نزدیک صفات، عین ذات ہی ہیں جبکہ شہودیہ کے نزدیک حقائق ممکنات، غیر صفت اور مخلوق ہیں۔

دنیا کے تین بڑے مذاہب عیسائیت، ہندو مت اور اسلام میں وحدت الوجود کے نقطہ نظر کے مویدین ہونے کے کیا معنی ہیں؟ وحدت الوجود کے قائلین کا کہنا یہ ہے کہ یہ اس کے عالمگیر فکر ہونے کی دلیل ہے لیکن یہ دعوی درست نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ان تینوں مذاہب کے بانیان یا متقدمین میں یہ فکر موجود نہیں ہے بلکہ متاخرین میں پیدا ہوئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اب تو اس پر بھی تحقیق شائع ہو رہی ہے کہ فلاطینوس کے فلسفہ "واحد" کا "ادویت" اور "وحدت الوجود" پر کتنا اور کس طرح سے اثر ہوا؟ پھر یہ کہنا کہ فلاطینوس، شنکر اچاریہ اور ابن عربی تینوں ایک ہی بات کر رہے ہیں، بھی درست نہیں ہے اگرچہ ان تینوں کی اصل ایک ہے کہ وحدت سے کثرت صادر ہوئی ہے اور اس کی تفصیلات میں بہت اختلافات ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے قوم نوح سے لے کر قیامت تک ہونے والے شرک کی سینکڑوں صورتوں کی اصل ایک ہی ہو گی لیکن ہر قسم اپنی تفصیل میں دوسری سے بہت فرق بھی ہو گی۔

۳۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں فرق:

عام طور علماء بھی اس میں فرق نہیں کرتے اور اس کی وجہ یہی معلوم پڑتی ہے کہ انہیں ان دونوں تصورات کی گہرائی حاصل نہیں ہے یا پھر اندھے تعصب میں مبتلا ہیں۔ عجب نہیں ہے کہ وحدت الشہود کے واضع، شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ تو یہ کہیں اور بار بار زور دے کر کہیں کہ میرے نقطہ نظر وحدت الشہود اور ابن عربی کے تصور وحدت الوجود میں وہی فرق ہے جو ہمہ از اوست اور ہمہ اوست میں ہے لیکن وجودی اس کے باوجود رٹو طوطے کی طرح یہ کہتے رہیں گے کہ دونوں ایک ہی ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اصل میں تو یہ نقشبندیہ کا فرض تھا کہ وہ وحدت الشہود کے بارے اسی طرح کا کوئی علمی کام کرتے اور تالیفات مرتب کرتے جیسا کہ وجودیوں نے وحدت الوجود کے بارے کیا ہے اور وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں اس فرق کو واضح کرنے میں جان مارتے کہ جس پر شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ نے اصرار کیا ہے لیکن وہ اس میدان میں بری طرح ناکام ہیں۔ برصغیر میں چونکہ وجودیوں کا غلبہ رہا لہٰذا انہوں نے اپنی چرب زبانی سے دونوں تصورات کو ایک باور کروالیا ہے۔ اور دوسری طرف نقشبندیہ میں ایسے لوگ صاحبِ بیعت بننے لگ گئے کہ جنہیں علم وفکر سے کوئی شغف نہ تھا، بس پیری مریدی

ان کا مقصد حیات تھا لہٰذا ان کی دانش بھی وجودیوں کے مرہون منت رہی، جو انہوں نے کہا، یہ اس پر آمنا و صدقنا کہتے رہے۔ اور نقشبندیہ میں سے جن میں کچھ سوجھ بوجھ تھی اور اس فرق کو گہرائی میں سمجھتے تھے تو ان کی آواز وجودیوں کے نقار خانے میں طوطی کی آواز ثابت ہوئی۔ پس بر صغیر کی وجودی حکمت متعالیہ اس قابل ہو گئی کہ اعدام متقابلہ اور اعیان ثابتہ کے فرق پر پردہ ڈال سکے۔

ہم ذیل میں شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کے الفاظ میں دونوں نظریات کا فرق بیان کر رہے ہیں اور اہم عبارتوں کے نیچے لائن لگا رہے ہیں تاکہ انہیں غور سے پڑھا جائے اور بار بار پڑھا جائے۔ یہ مضامین ایسے ہیں کہ جتنی بار پڑھیں گے، اتنی بار ان میں گہرائی پیدا ہو گی۔ شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ، وحدت الوجود کے بارے لکھتے ہیں:

"سب سے پہلے شیخ محی الدین ابن العربی جو صوفیائے متاخرین کے امام و مقتدا ہیں، اس مسئلہ میں ان کا مذہب بیان کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد جو کچھ اس فقیر پر مکشوف ہوا ہے، تحریر کیا جائے گا تاکہ دونوں مذہبوں کے درمیان پورے طور پر فرق ظاہر ہو جائے اور باریک دقائق کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہ ہوں۔ شیخ محی الدین اور ان کے متبعین فرماتے ہیں کہ حق تعالی جل وعلا کے اسماء و صفات، ذات واجب تعالی کا بھی عین ہیں اور اسی طرح ایک دوسرے کا بھی عین ہیں مثلاً علم و قدرت جس طرح حق تعالی کا عینِ ذات ہیں، اسی طرح ایک دوسرے کا بھی عین ہیں، لہٰذا اس مقام میں کسی اسم اور رسم یعنی نشان کی کوئی تعداد اور کثرت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی تمائز و تبائن یعنی تمیز و فرق ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان اسماء و صفات اور شیون اعتبارات نے حضرت علم میں اجمالی اور تفصیلی طور پر تمائز و تبائن پیدا کیا ہے۔ اگر اجمالی تمیز ہے تو وہ تعین اول سے تعبیر کی جاتی ہے اور اگر وہ تفصیلی تمیز ہے تو وہ تعینِ ثانی سے موسوم ہے۔ تعینِ اول کو وحدت کہتے ہیں اور اسی کو حقیقت محمدی سمجھتے ہیں، اور تعینِ ثانی کو واحدیت کہتے ہیں اور تمام ممکنات کے حقائق گمان کرتے ہیں اور ان حقائقِ ممکنات کو اعیان ثابتہ جانتے ہیں، اور یہ دو علمی تعین جو کہ وحدت اور واحدیت ہیں، ان کو مرتبہ وجوب میں ثابت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان اعیان ثابتہ نے وجود خارجی کی بو تک نہیں پائی اور خارج میں احدیت مجردہ کے سوا کچھ بھی موجود نہیں ہے۔ اور

یہ کثرت جو خارج میں ظاہر ہوتی ہے، ان اعیان ثابتہ کا عکس ہے جو ظاہر وجود کے آئینے میں منعکس ہوا ہے، جس کا کوئی جزء بھی خارج میں موجود نہیں ہے، اور خیالی وجود پیدا کر لیا ہے۔ جس طرح ایک شخص کی صورت آئینے میں منعکس ہو کر وجودِ تخیلی پیدا کر لے، اس عکس کا وجود صرف تخیل میں ثابت ہے اور آئینے میں کسی شیٔ نے حلول نہیں کیا ہے اور نہ ہی آئینے کی سطح پر کوئی چیز منقش ہوئی ہے بلکہ اگر کچھ منقش ہے تو صرف خیال میں ہے جو آئینے کی سطح پر متوہم ہو گیا ہے... یہ کثرت جو خارج میں ظاہر ہوتی ہے، تین قسموں میں منقسم ہے؛ قسم اول تعینِ روحی ہے اور قسم دوم تعینِ مثالی اور قسم سوم تعینِ جسدی کہ جس کا تعلق عالمِ شہادت سے ہے۔ ان تینوں تعینات کو تعیناتِ خارجیہ کہتے ہیں اور امکان کے مرتبہ میں ثابت کرتے ہیں۔ تنزلات خمسہ سے مراد یہی تعیناتِ پنجگانہ ہیں، اور ان تنزلات کو حضرات خمس بھی کہتے ہیں۔ اور چونکہ علم اور خارج میں، سوائے ذات واجب تعالی اور اسماء وصفات واجبی جل سلطانہ کے، جو عین ذات تعالی وتقدس ہیں، ان کے نزدیک ثابت نہیں، اور انھوں نے صورت علمیہ کو ذی صورت کا عین گمان کیا ہے نہ کہ شبح یعنی جسم اور مثال۔ اور اسی طرح اعیان ثابتہ کی صورت منعکسہ کو جو ظاہری وجود کے آئینے میں پیدا ہوئی ہے، انھوں نے ان اعیان کا عین تصور کر لیا ہے نہ کہ ان کی شبہ، اس لیے انھوں نے اتحاد کا حکم لگا دیا اور ہمہ اوست کہا ہے۔ یہ ہے مسئلہ وحدت الوجود میں شیخ محی الدین ابن العربی کے مذہب کا اجمالی بیان۔"[1]

اس کے بعد شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ اپنے نظریہ وحدت الشہود کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"واجب جل سلطانہ کے اسماء وصفات، خانہ علم میں بھی تفصیل اور تمیز رکھتے ہیں اور منعکس ہو گئے ہیں۔ اور ہر اسم وصفت کی تمیز کے لیے مرتبہ عدم میں ایک مقابل اور ایک نقیض ہے مثلاً مرتبہ عدم میں صفتِ علم کا مقابل اور نقیض، عدمِ علم ہے، جس کو جہل سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور صفتِ قدرت کے مقابل عجز ہے، جس کو عدمِ قدرت کہتے ہیں، علی ہذا القیاس۔ اور ان عدمات متقابلہ نے بھی علمِ واجبی جل شانہ میں تفصیل وتمیز پیدا کی ہوئی ہے اور اپنے متقابلہ اسماء وصفات کے آئینے اور ان کے عکسوں کے ظہور اور جلوہ گاہ بن گئے

ہیں۔ فقیر کے نزدیک وہ عدمات، ان اسماءوصفات کے عکوس کے ساتھ، ممکنات کے حقائق ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ وہ عدمات ان ماہیتوں کے لیے اصول اور مواد کے رنگ میں ہیں اور وہ عکوس ان مواد میں حلول کرنے والی صورتوں کی مانند ہیں۔ شیخ محی الدین کے نزدیک ممکنات کے حقائق، وہ تمام اسماءوصفات ہیں جو مرتبہ علم میں امتیازی کیفیت رکھتے ہیں، اور فقیر کے نزدیک ممکنات کے حقائق، وہ عدمات ہیں، جو اسماءوصفات کے نقائض یعنی ضد ہیں... مثلاً ممکن کا علم، واجب تعالی وتقدس کے علم کا پرتو اور ایک ظل ہے، جو اپنے مقابل میں منعکس ہوا ہے۔ اور ممکن کی قدرت بھی ایک ظل ہے، جو عجز میں اس کے مقابل ہو کر منعکس ہو گئی ہے۔ اور اسی طرح ممکن کا وجود، حضرتِ وجود کا ایک ظل ہے جو عدم کے آئینے میں اس کے مقابل ہو کر منعکس ہو گیا ہے... لیکن فقیر کے نزدیک شیء کا ظل، اس شیء کا عین نہیں بلکہ اس کا شبح ومثال ہے اور ایک کا دوسرے کے ثبوت میں پیش کرنا ممتنع اور محال ہے۔ لہذا فقیر کے نزدیک ممکن، واجب کا عین نہیں ہے۔ اور ممکن اور واجب کے درمیان حمل کرنا ثابت نہیں ہے کیونکہ ممکن کی حقیقت، عدم ہے اور اسماء وصفات کا وہ عکس ہے جو اس عدم میں منعکس ہو گیا ہے، اور ان اسماءوصفات کی شبح ومثال ہے نہ کہ ان صفات کا عین۔ لہذا ہمہ اوست کہنا درست نہیں ہو گا بلکہ ہمہ از اوست کہنا درست ہے... لہذا معلوم ہو گیا کہ عالم، خارج میں وجودِ ظلی کے ساتھ موجود ہے، جس طرح حضرت حق سبحان، وجودِ اصلی کے ساتھ بلکہ اپنی ذات کے ساتھ خارج میں موجود ہے... اگر کہا جائے کہ شیخ محی الدین اور ان کے متبعین بھی عالم کو حق تعالی کا ظل جانتے ہیں تو پھر فرق کیا ہوا؟... یہ لوگ چونکہ ظل کے لیے وجود خارجی ثابت نہیں کرتے، اس لیے اصل پر محمول کرتے ہیں۔ اور یہ فقیر چونکہ ظل کو خارج میں موجود جانتا ہے، اس لیے اس پر حمل کرنے کی پیشقدمی نہیں کرتا۔ ظل سے اصلی وجود کی نفی میں یہ فقیر اور وہ سب شریک ہیں۔ اور وجودِ ظلی کے اثبات میں بھی متفق ہیں۔ لیکن یہ فقیر وجودِ ظلی کو خارج میں ثابت کرتا ہے اور وہ وجودِ ظلی کو وہم اور تخیل میں گمان کرتے ہیں اور خارج میں احدیت مجردہ کے سوا کچھ موجود نہیں جانتے، اور صفات ثمانیہ یعنی آٹھ صفات کو بھی، جن کا وجود اہل سنت وجماعت رضی اللہ عنہم کی آراء کے موافق خارج میں ثابت ہو چکا ہے، ان کو بھی علم کے سوا ثابت نہیں کرتے... اور جو کچھ

فقیر نے بعض مکتوبات میں لکھا ہے کہ ممکن پر وجود کا اطلاق بطریقِ حقیقت ہے نہ کہ بطریقِ مجاز۔ وہ بھی اس تحقیق کے منافی نہیں ہے کیونکہ ممکن، خارج میں ظلی وجود کے ساتھ بطریقِ حقیقت موجود ہے نہ کہ توہم اور تخیل کے طور پر، جیسا کہ یہ گمان کرتے ہیں۔" [1]

ارتقائیت[Theory of Evolution] اور وجودیت[Theory of the Unity of Being] الحاد کے ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ کلاسیکل فلاسفی اور ماڈرن سائنس میں "وجود" کی بحث میں ایک تو قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں میں ایک سلسلہ مراتب [hierarchy] قائم کیا جاتا ہے۔ اور دوسری قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں میں حرکت عمودی ہے' اگرچہ بعض وجودیوں نے اسے دائروی بھی قرار دیا ہے لیکن اس کے باوجود اس کی اصل ان کے ہاں بھی عمودی نزولی[downward] ہی رہتی ہے اور اس کے دائروی ہونے پر اصرار " دائرے" کی اصل سے ناواقفیت کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ ارتقاء میں یہ حرکت صعودی[upward] ہے کہ حاضر سے غیب کی جانب سفر کیا گیا ہے اور اسے سائنسی طریقہ قرار دیا گیا اور اس کا نتیجہ خدا کے انکار کی صورت میں سائنسی تحقیق کے نام سے ہمارے ہاتھوں میں تھمانے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ ارتقاء پسند دہریوں نے غیب میں صرف قوانین فطرت[laws of nature] کا اقرار کیا ہے اور انہی اندھے بہرے قوانین کو ہی اس کائنات کا خالق حقیقی بھی قرار دیا ہے۔ ارتقاء کی تھیوری پر ایمان رکھنے والوں کی دلیل کی ساخت کا اگر منصفانہ تجزیہ کیا جائے تو یہ اپنی اصل میں سائنسی کی بجائے عقائدی[dogmatic] اپروچ کی حامل ہے کہ جس پر ہم آگے چل کر گفتگو کریں گے۔

البتہ وجودیوں کے ہاں حرکت نزولی[downward] ہے اور انہوں نے غیب سے حاضر تک کا سفر کیا ہے اور مخلوق کے انکار کو کبھی عقل اور کبھی کشف کے نام سے مسلمانوں کے عقائد کی فہرست میں داخل کرنے کی بھونڈی کوشش کی گئی ہے۔ بعض نے اسے فلسفیانہ اور بعض نے کشفی طریق کار قرار دیا ہے حالانکہ اس طریق کار کا منصفانہ جائزہ یہ بتلاتا ہے کہ یہ نہ تو فلسفیانہ اپروچ ہے کہ اس میں مذہبی اثر واضح طور موجود ہے اور نہ ہی کشفی ہے کہ ان کا کشف آپس میں بھی نہ صرف مختلف فیہ ہے بلکہ ایک دوسرے کے انکار کی بنیاد پر کھڑا ہے بلکہ امر واقعہ میں یہ اپروچ اپنی ساخت میں سوفسطائی[sophistic] ہے۔ ارتقاء کے نظریے کو منضبط صورت میں پیش کرنے والا بھی ایک عیسائی پادری تھا اور وحدت الوجود کے نظریے کو مرتب کرنے والا

عیسائی صوفی تھا۔ ڈارون پادریوں اور علماء میں ارتقاء کی تھیوری اور اس کی متعدد تفاسیر [versions] کی مقبولیت کا باعث بنا تو فلاطینوس صوفیوں اور زاہدوں میں وحدت الوجود پر ایمان کا ذریعہ بنا۔ جتنا ارتقاء پسند دہریے غیب پر ایمان لاتے ہیں' وجودی اسی قدر حاضر کو مانتے ہیں۔ ارتقائیت حاضر میں ہی رہی اور غیب کی معرفت حاصل نہ کر سکی اور وہ وجودیت غیب میں رہی اور حاضر کا مشاہدہ نہ کر سکی اور عدل ان دونوں انتہاؤں کے مابین ہے کہ خالق اور مخلوق دونوں کا وجود "حق" ہے۔ ارتقائیت اور وجودیت کی مثال قطبین [poles] کی سی ہے کہ اپنی ذات میں تو ایک انتہاء ہیں لیکن نقطہ عدل کو سمجھنے میں ان کی اہمیت مسلم ہے۔

فلسفیوں' متکلمین اور وجودیوں نے ان سوالات کے جواب دینے کی عقلی کوششوں میں امت مسلمہ پر وہ بوجھ لادنے کی کوشش کی ہے کہ جن کے اتارنے کی دعا ہمیں سکھائی گئی تھی۔ [رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۚ ﴿286﴾ البقرة] وجود اور علم پر یہ بحث ہم نے اس احساس کے ساتھ کی ہے کہ یہ ایسا گناہ ہے کہ جس کی توبہ بعد میں کر لی جائے۔ [اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِن بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ﴿9﴾ یوسف]

میگا تھیوریز تین ہی ہیں۔ نظریہ تخلیق' نظریہ وحدت الوجود اور نظریہ ارتقاء۔ پہلی امر واقعہ اور حق ہے جبکہ باقی دو کذب وبہتان ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں ذات باری تعالی پر دو بڑے جھوٹ بولے گئے' ایک ضالین نے بولا اور دوسرا مغضوب علیہم نے۔ وجودی ضالین اور ارتقائیت والے مغضوب علیہم ہیں۔ صراط مستقیم فقہاء اور محدثین کا عقیدہ ہے۔ باطل کے رد میں سب سے زیادہ رد ان دو جھوٹوں کا کرنا چاہیے بلکہ جھوٹ شاید ان کے لیے بہت ہی چھوٹا لفظ ہے۔ اس کے بعد توحید الوہیت میں شرک کا رد۔ اس کے بعد توحید اسماء وصفات میں بگاڑ کا رد۔ اس کے بعد کہیں تقلید' بدعات' اعتزال وجدیدیت اور خوارجیت وانتہاپسندی کے رد کی باری آتی ہے کہ یہ تو منہج کے مسائل ہیں اور اول الذکر عقیدہ ہیں۔ آسمانی کتابوں اور رسولوں کی تعلیمات میں جس کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے' وہ عقیدہ اور توحید ہے۔ اور اللہ کے دین پر اس سے بڑھ کر بہتان اور حملہ کیا ہوگا کہ عین شرک کو توحید خالص بنا کر پیش کر دیا جائے۔

فالحق عين الوجود والخلق قيده بالإطلاق. [الفتوحات المكية: 410/7]

[1] فلاسفہ کا کہنا ہے کہ انسان کا سب سے بڑا مسئلہ وجود اور علم کی تعریف ہے۔ "وجود کیا ہے؟" اور "علم کیا ہے؟" یہی انسانی زندگی کے سب سے بڑے دو سوالات ہیں۔ کلاسیکل فلاسفی میں "وجود

کیا ہے؟" کے سوال کو اہمیت حاصل رہی ہے جبکہ ماڈرن فلاسفی میں "علم کیا ہے؟" کا سوال مرکزیت رکھتا ہے۔

فلاسفہ کا یہ دعوی اس اعتبار سے تو درست ہو سکتا ہے کہ علم فلسفہ کی روایت میں تربیت یافتہ فلسفیوں کے ہاں انسانی زندگی کے اہم تر سوالات یہی طے پائے ہیں لیکن عام انسانوں کی زندگی' فطرت انسانی اور آسمانی شرائع میں سب سے اہم اور بڑا سوال "حق کیا ہے؟" کا رہا ہے۔ شریعت اسلامیہ "حق کیا ہے؟" کے سوال کا جواب ہے یا "وجود کیا ہے؟" کے سوال کا یا "علم کیا ہے؟" کے سوال کا؟ اس میں کسی مسلمان کو کیا شبہہ ہو سکتا ہے کہ شریعت اسلامیہ کل کی کل "حق کیا ہے؟" کے سوال کا جواب ہے؟ پروردگار نے اپنے بندوں کے لیے اسی سوال کو سب سے اہم سمجھا اور اسی سوال کے تفصیلی جواب کے لیے انبیاء اور کتابوں کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّـهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّـهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿62﴾ [الحج]؛ فَذَٰلِكُمُ اللَّـهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۖ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ ۖ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ ﴿32﴾ [یونس]؛ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنَاهُم بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَن ذِكْرِهِم مُّعْرِضُونَ ﴿71﴾ [المؤمنون]؛ وَخَلَقَ اللَّـهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿22﴾ [الجاثیة]؛ وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّـهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿31﴾ [فاطر]؛ بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِي أَمْرٍ مَّرِيجٍ ﴿5﴾ [ق]؛ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿53﴾ [فصلت]؛ وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۖ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿28﴾ [النجم]؛ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿33﴾ [التوبة]؛ وَيُرِيدُ اللَّـهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ﴿7﴾ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿8﴾ [الأنفال]؛ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّـهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّـهُ الْأَمْثَالَ ﴿17﴾ [الرعد]؛ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا يَا وَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَـٰذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿97﴾ [الأنبياء]؛ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَآبًا ﴿39﴾ [النبأ]؛ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ ۚ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿8﴾ [الأعراف]؛ قَالَ فَالْحَقُّ

وَالْحَقَّ أَقُولُ ﴿84﴾ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّن تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿85﴾ [ص]؛ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿69﴾ [الزمر]؛ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ، قَالَ: " اللَّهُمَّ لَكَ الحَمْدُ، أَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الحَمْدُ، أَنْتَ قَيِّمُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الحَمْدُ، أَنْتَ الحَقُّ، وَوَعْدُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَالجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ [محمد بن إسماعيل البخاري، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح البخاري، دار طوق النجاة، بيروت، الطبعة الأولى، 1422هـ، 70/8]

"حق" کا لفظ کتاب وسنت میں خالق، مخلوق، قرآن مجید، اسلام، رسول، عدل، توحید، صدق، آخرت، جنت، جہنم، واجب، مال، اولیت، حصہ، اعتقاد صحیح اور باطل کے متضاد کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔[مقاتل بن سليمان بن بشير الأزدي البلخى (المتوفى: 150هـ)، الوجوه والنظائر في القرآن العظيم، مركز جمعة الماجد للثقافة والتراث، دبي، 2006ء، 182-185] اور ان سب معانی کی اصل "موافقت" اور "مطابقت" یا "مضبوطی" اور "صحت" ہے۔

امام راغب متوفی 502ھ اور امام ابن فارس متوفی 395ھ لغت کے دو بہت بڑے امام ہیں۔ دونوں کے منہج میں فرق یہ ہے کہ امام راغب ایک ہی لفظ کے متعدد معانی کی ایک ہی اصل تلاش کرتے ہیں اور متنوع معانی کو اس اصل سے جوڑ کر دکھا دیتے ہیں جبکہ امام ابن فارس اس کو تکلف سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک ایک ہی لفظ کے اصل معانی ایک سے زائد ہو سکتے ہیں اور انہوں نے اپنی لغت میں اسی منہج کے مطابق مرتب کیا ہے لیکن لفظ "حق" کی اصل انہوں نے بھی ایک ہی قرار دی ہے۔(حَقَّ) الْحَاءُ وَالْقَافُ أَصْلٌ وَاحِدٌ، وَهُوَ يَدُلُّ عَلَى إِحْكَامِ الشَّيْءِ وَصِحَّتِهِ. فَالْحَقُّ نَقِيضُ الْبَاطِلِ، ثُمَّ يَرْجِعُ كُلُّ فَرْعٍ إِلَيْهِ بِجَوْدَةِ الِاسْتِخْرَاجِ وَحُسْنِ التَّلْفِيقِ وَيُقَالُ حَقَّ الشَّيْءُ وَجَبَ...وَيُقَالُ حَاقَّ فُلَانٌ فُلَانًا، إِذَا ادَّعَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا، فَإِذَا غَلَبَهُ عَلَى الْحَقِّ قِيلَ حَقَّهُ وَأَحَقَّهُ. وَاحْتَقَّ النَّاسُ مِنَ الدَّيْنِ، إِذَا ادَّعَى كُلُّ وَاحِدٍ الْحَقَّ...وَيُقَالُ ثَوْبٌ مُحَقَّقٌ، إِذَا كَانَ مُحْكَمَ النَّسْجِ...وَالْحِقَّةُ مِنْ أَوْلَادِ الْإِبِلِ: مَا اسْتَحَقَّ أَنْ

يُحْمَلَ عَلَيْهِ...وَالْأَحَقُّ مِنَ الْخَيْلِ: الَّذِي لَا يَعْرَقُ; وَهُوَ مِنَ الْبَابِ; لِأَنَّ ذَلِكَ يَكُونُ لِصَلَابَتِهِ وَقُوَّتِهِ وَإِحْكَامِهِ...وَالْحَاقَّةُ: الْقِيَامَةُ; لِأَنَّهَا تَحِقُّ بِكُلِّ شَيْءٍ...وَيُقَالُ حَقَقْتُ الْأَمْرَ وَأَحْقَقْتُهُ، أَيْ كُنْتُ عَلَى يَقِينٍ مِنْهُ. [أحمد بن فارس بن زكرياء القزويني الرازي، (المتوفى: 395هـ)، معجم مقاييس اللغة، دار الفكر، 1399هـ - 1979م، 15/2-19]؛ أصل الحَقّ: المطابقة والموافقة...والحقّ يقال على أوجه:الأول: يقال لموجد الشيء بسبب ما تقتضيه الحكمة، ولهذا قيل في الله تعالى: هو الحقّ، قال الله تعالى: وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلاهُمُ الْحَقِّ...والثاني: يقال للموجد بحسب مقتضى الحكمة، ولهذا يقال: فعل الله تعالى كلّه حق...وقال تعالى: هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِياءً وَالْقَمَرَ نُوراً [يونس/ 5]، إلى قوله: ما خَلَقَ اللَّهُ ذلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ [يونس/ 5]...والثالث: في الاعتقاد للشيء المطابق لما عليه ذلك الشيء في نفسه...قال الله تعالى: فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ [البقرة/ 213]...والرابع: للفعل والقول بحسب ما يجب وبقدر ما يجب، وفي الوقت الذي يجب...قال تعالى: كَذلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ [يونس/ 33]، وحَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ [السجدة/ 13]، وقوله عزّ وجلّ: وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْواءَهُمْ [المؤمنون/ 71]، يصح أن يكون المراد به الله تعالى، ويصحّ أن يراد به الحكم الذي هو بحسب مقتضى الحكمة...وقوله: الْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ [الحاقة/ 1]، إشارة إلى القيامة...لأنه يحقّ فيه الجزاء...ويستعمل استعمال الواجب واللازم والجائز نحو: كانَ حَقًّا عَلَيْنا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ [الروم/ 47]...حَقِيقٌ عَلى أَنْ لا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَ [الأعراف/ 105]، قيل معناه: جدير، وقرئ: حَقِيقٌ عَلى قيل: واجب...والحقيقة تستعمل تارة في الشيء الذي له ثبات ووجود، كقوله صلّى الله عليه وسلم لحارث: «لكلّ حقّ حقيقة، فما حقيقة إيمانك؟»، أي: ما الذي ينبئ عن كون ما تدّعيه حقّا؟ وفلان يحمي حقيقته، أي: ما يحقّ عليه أن يحمى. وتارة تستعمل في الاعتقاد كما تقدّم، وتارة في العمل وفي القول، فيقال: فلان لفعله حقيقة: إذا لم يكن مرائيا فيه، ولقوله حقيقة: إذا لم يكن مترخّصا ومتزيدا، ويستعمل في ضدّه المتجوّز والمتوسّع والمتفسّح، وقيل: الدنيا باطل،

والآخرة حقيقة، تنبيها على زوال هذه وبقاء تلك، وأمّا في تعارف الفقهاء والمتكلمين فهي اللفظ المستعمل فيما وضع له في أصل اللغة. [الراغب الأصفهانى، أبو القاسم الحسين بن محمد (المتوفى: 502هـ)، المفردات في غريب القرآن، دار القلم، بيروت، الطبعة الأولى، 1412 هـ، 246-248]

"حق" اپنے "مظاہر" میں کیا ہے تو اس کا جواب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے «**فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: لَا تُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، قَالَ: صَدَقْتَ**» کے الفاظ سے دیا ہے۔ اور "حق" اپنے "باطن" میں کیا ہے تو اس کا جواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے «**قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ: «أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكِتَابِهِ، وَلِقَائِهِ، وَرُسُلِهِ، وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهِ»، قَالَ: صَدَقْتَ**» کے الفاظ سے دیا ہے۔ اور "حق" اپنے "احوال" میں کیا ہے تو اس کا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے «**قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الْإِحْسَانُ؟ قَالَ: «أَنْ تَخْشَى اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنَّكَ إِنْ لَا تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ»، قَالَ: صَدَقْتَ**» کے الفاظ سے دیا ہے۔ اور "حق" اپنی "غایت" میں کیا ہے تو اس کا جواب «**قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ؟ قَالَ: مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَسَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا: إِذَا رَأَيْتَ الْمَرْأَةَ تَلِدُ رَبَّهَا، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَإِذَا رَأَيْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الصُّمَّ الْبُكْمَ مُلُوكَ الْأَرْضِ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَإِذَا رَأَيْتَ رِعَاءَ الْبَهْمِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ مِنَ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللهُ**» کے الفاظ میں دیا ہے۔

[مسلم بن الحجاج القشيري، المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ الْإِسْلَامِ مَا هُوَ وَبَيَانُ خِصَالِهِ، دار إحياء التراث العربي، بيروت، 39/1]

فلاسفہ نے ہر شیء میں اس کی فلسفیانہ حقیقت اور ماہیت کے سوال کو اہمیت دی۔ اس بارے رسولوں کا مزاج اور علم وحی کا رجحان بالکل مختلف رہا ہے۔ اگر کسی فلسفی یا متکلم یا وجودی سے "ایمان کیا ہے؟" کا سوال ہوتا تو وہ ضرور اس کی فلسفیانہ حقیقت اور ماہیت پر کلام کرتا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کے جواب میں ایمان کی فلسفیانہ حقیقت اور ماہیت پر کسی علمی کلام کی بجائے اس کی حقیقت کے اس عملی تقاضے کا ذکر کر دیا کہ جو خالق کا مطلوب

تھا۔ خالق کے نزدیک کسی شیء کی حقیقت اور ماہیت کی صرف اتنی ہی مطلوب ہے کہ جتنا اس کا لغوی یا عرفی معنی نہ کہ فلسفیانہ حقیقت اور ماہیت۔

امر واقعہ یہ ہے کہ وجود اور علم تو بدیہات میں سے تھے لیکن انہیں ڈیفائن کرنے کی مہم جوئی نے انہیں قیامت تک کے لیے غیر محدد (undetermined) بنا دیا ہے۔ وجود کا متضاد عدم، علم کا جہالت اور حق کا باطل ہے۔ وجود اور عدم یا علم اور جہالت میں فرق تو ایک بچہ بھی کر سکتا ہے لیکن حق اور باطل میں فرق کسی خارجی رہنمائی اور غور و فکر کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور اگر یہ اتنے ہی اہم سوالات ہوتے تو انہیں حدیث جبرئیل میں مقام دیا جاتا لیکن وہاں تو سوالات ہی کچھ اور ہیں۔ حدیث جبرئیل نے انسانوں کے خالق کی نظر میں انسانی زندگی کے اہم ترین سوالات 'حکمت عالیہ اور علم عالی کو متعین کر دیا ہے۔

وجود اور علم کی مبحث میں سوال دراصل دو نہیں ہو ہیں بلکہ ایک ہی بنتا ہے اور وہ سوال "علم کیا ہے؟" کا ہے۔ "وجود کیا ہے؟" کا جو بھی جواب دیا گیا ہے یا دیا جائے گا تو اپنی نوعیت میں وہ علمی ہے یا ہوگا نہ کہ وجودی۔ اور "وجود کیا ہے؟" کے ہر جواب کی یہ تقدیر ہے کہ وہ علم کے پیمانے سے ماپ کر دیا جائے۔ پس "وجود کیا ہے؟" کا ہر جواب دراصل "وجود کا علم کیا ہے؟" کو بیان کر رہا ہے یا کر سکتا ہے۔ اس لیے "وجود کیا ہے؟" کا سوال ایک عبث اور بے کار کا سوال ہے۔ کیا وجود کی مبحث میں کوئی ایسا حکم موجود ہے کہ جو علم کی سند نے جاری نہ ہوا ہو؟ 'اب چاہے وہ علم سائنسی ہو یا مابعد الطبیعی (metaphysical)' نفسی ہو یا کشفی' مذہبی ہو یا تاریخی۔

سابقہ ادیان 'انبیاء کی تعلیمات' کتاب وسنت' صحابہ وتابعین' فقہائے امت' محدثین عظام 'ائمہ دین اور سلف صالحین میں سے کس نے "وجود کیا ہے؟" کے سوال تو کجا لفظ وجود ہی کو رتی برابر بھی اہمیت دی ہے؟ باقی علم کے مبحث میں قرآن مجید کی آیات بھی مل جائیں گی اور احادیث کی تعلیمات بھی لیکن "علم کیا ہے؟" پر ہم آگے چل کر گفتگو کریں گے۔ فارابی [260-339ھ] کا کہنا ہے کہ فارسی اور یونانی زبان کے علاوہ دنیا کی کسی معروف زبان میں لفظ وجود کا متبادل موجود نہیں تھا اور عرب اس لفظ سے ناواقف تھے یہاں تک کہ یہ لفظ فلسفے کے زیر اثر عربی میں داخل ہوا ہے۔ [الفارابي، ابو نصر، كتاب الحروف، الطبعة الثانية، دار المشرق، بيروت، 1990ء، ص 112-113] کتاب وسنت میں لفظ موجود کے معنی کی ادائیگی کے لیے "ظاہر" کے الفاظ نازل ہوئے ہیں جو اس لفظ سے کہیں زیادہ وسیع اور گہرے مفاہیم کے

حامل ہیں۔

[1] سابقہ صفحات میں ہم نے وجود باری تعالی کے بارے "نظریہ فیض" اور "نظریہ عرفان" (The Theory of The Unity of Being) کا ایک تجزیاتی مطالعہ پیش کیا تھا۔ پہلے نظریے کے مطابق کائنات کی حقیقت، اللہ کے فیض اور دوسرے نظریے کے مطابق کائنات کی حقیقت، اللہ کے علم اور خیال کی ہے۔ "وجود" ایک ہی ہے اور وہ حق سبحانہ وتعالی کا وجود ہے۔ انسان اور کائنات کی ہر چیز کی حقیقت، یا تو فیضان واحد ہے یا پھر اللہ کے علم میں موجود اس چیز کا "عین ثابت" ہے کہ جس نے خارجی وجود کی بو تک نہیں چکھی۔ انسان کی حقیقت اس دنیا میں موجود گوشت پوست کا بنا ہوا وہ انسان نہیں ہے کہ جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں بلکہ انسان کی حقیقت وہ "عقل فعال" ہے جو فیضان باری تعالی ہے یا انسان کی حقیقت اس کا وہ "عین ثابت" ہے جو کہ اللہ کے علم میں موجود ہے۔ حق سبحانہ وتعالی کے خالق ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس نے اپنی ذات سے خارج میں "حادث" کو پیدا کیا ہے بلکہ انسان اور کائنات کی ہر چیز کی تخلیق کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ کے وجود کے سبب سے اس کا جبری فیض ہیں جو بلا ارادہ و قصد کے جاری ہوا ہے یا وہ حق سبحانہ وتعالی کی تجلی کے سبب سے اسی کے علم وخیال ہی میں اس کا تمیز ہوا ہے۔ پس مخلوق کی علت "فیض واحد" یا "تجلی ذات" اور حقیقت "عقل فعال" یا "عین ثابت" ہے۔ یہ سابقہ باب کا خلاصہ ہے جبکہ رُواں باب میں ہم، وجود باری تعالی کے بارے میں دہریوں (atheists) کے نقطہ نظر کا جائزہ لیں گے۔

خدا ناشناس (atheists) مخلوق کے وجود کو مانتے ہیں اور خالق کے انکاری ہیں جبکہ وجودی (panentheists) صرف خالق کا وجود مانتے ہیں اور مخلوق کو خالق کا خیال قرار دیتے ہیں۔ خالق اور مخلوق دونوں کا وجود حقیقت (reality) ہے کیونکہ "صفت خلق" (creation) اور مخلوق (creature) کا تعلق علت و معلول (cause and effect) کا ہے کہ جس میں ایک کے اقرار سے دوسرے کا انکار ناممکن ہے۔

صفات باری تعالی "ذاتیہ/خبریہ" اور "فعلیہ" میں تقسیم ہیں۔ پہلی کی مثال حیات، علم، ارادہ، قدرت، سماعت، بصارت، کلام، عزت، حکمت، ملک، عظمت، جلال، جمال، کمال، رحمت، علو، ید، عین، وجہ، قدم وغیرہ ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جو مشیئت سے متعلق ہے جیسا کہ استواء، اتیان، مجیء، نزول، خلق، رزق، قبض، بسط، اماتہ، احیاء، احسان اور عدل وغیرہ۔ یہ

سب صفات "ازلی" ہیں، صرف اس فرق کے ساتھ کے دوسری قسم "قدیم النوع" اور "حادث الآحاد" ہے۔ یہ تقسیم محض "نقل" کے مطابق ہے۔
جبکہ "عقل و نقل" کے امتزاج سے ایک اور تقسیم کے مطابق صفات کی چار اقسام ہیں: "معانی"، "معنویہ"، "سلبیہ" اور "نفسیہ"۔ پہلی قسم میں حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام اور تکوین جبکہ دوسری میں حی، علیم، قدیر، مرید، سمیع، بصیر اور کلیم شامل ہیں۔ تیسری میں قدم، بقاء، مخالفت حدوث، وحدانیت اور قیام بالنفس جبکہ چوتھی میں صفت وجود شامل ہے۔

(atheism) **علماً اندھا ایمان**[1] (blind faith) اور **منہجاً سوفسطائیت**[1](sophism) ہے

---

[1] منکرین خدا (atheists) کے پاس خدا کے انکار کی جو سائنسی دلیل ہے وہ دو علوم، فزکس اور بیالوجی، سے پیدا کی گئی ہے۔ "نظریاتی فزکس" میں کائنات کی ابتداء کو متعین کرنے کے لیے بگ بینگ (Big Bang) کا نظریہ پیش کیا گیا جبکہ "نظریاتی بیالوجی" میں انسان کی ابتداء کو جاننے کے لیے ارتقاء کا نظریہ (Theory of Evolution) سامنے آیا۔ یہاں ہم نہ صرف دونوں قسم کے نظریات کا ایک تجزیہ پیش کریں گے بلکہ متبادل نظریہ تخلیق (Creationism) کا بھی ذکر کریں گے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ منکرین خدا نے فزکس میں بگ بینگ اور بیالوجی میں ارتقاء کے نظریات پر کمال ایمان کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی سیاسی پارٹی کے جیالوں کے سے رویے کے ساتھ اہل مذہب کے خلاف ایک فکری جنگ (intellectual war) کا آغاز کر دیا ہے۔ اہل سائنس اور اہل مذہب دونوں بالترتیب سائنس اور مذہب پر نہ صرف اندھا ایمان (blind faith) لاتے ہیں بلکہ اس کے پرجوش مبلغ بھی ہیں۔ اور دونوں ہی ایمان اور جذبات کی بنیاد پر آپس میں مکالمہ (dialogue) کر رہے ہیں۔ ایک کا پیغمبر پر ایمان ہے جبکہ دوسرے کا سائنسدان پر۔

فزکس میں بیگ بینگ کا نظریہ "کائنات کی ابتداء کیسے ہوئی؟" [How] کا تو جواب دیتا ہے لیکن "کیوں ہوئی؟" [Why] کو واضح نہیں کرتا۔ بعض سائنسدانوں کا خیال ہے کہ انہوں نے ایم۔ تھیوری (M-Theory) کی صورت میں ایک ایسا نظریہ بیان کر دیا ہے کہ جس نے کائنات کے وجود کے بارے بنیادی سوالات کا جواب دے دیا ہے اور وہ اسے "A Theory of Everything" کا نام دیتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ وہ ایک ریاضیاتی مساوات (mathematical equation) کے ساتھ اس کائنات کی ہر شیء کی تشریح کر سکتے ہیں۔ ہماری نظر میں یہ ممکن ہے کہ ہم ایک ہی مساوات (equation) کے ساتھ ساری کائنات کی تشریح کر سکیں لیکن وہ مساوات "خالق اور مخلوق کا باہمی تعلق" کی مساوات ہے۔

فزکس کی "A Theory of Everything" نے عمدہ سوالات تو خوبصورت طریقے سے اٹھا دیے لیکن ساتھ ہی اس سوال کو غیر متعلق قرار دیا ہے کہ بگ بینگ سے پہلے کیا تھا؟ یا قوانین فطرت کا مبدا (origin of laws of nature) کیا ہے؟ وہ اس بارے کچھ بات کرنے کو تیار ہی نہیں سوائے اس انفارمیشن کے کہ گلیگلیو (Galileo)، کاپرنیکس (Copernicus) اور نیوٹن (Newton) ان قوانین کو خدا کا کام (Work of God) مانتے تھے۔ یہ سب سائنسدان تو خدا

(personal God) پر ایمان رکھتے ہی ہیں بلکہ ان کے علاوہ آئن اسٹائن (Einstein)، آرتھر کامٹن (Arthur Compton)، پاسکل (Blaise Pascal)، ارنسٹ ہیکل (Ernst Haeckel)، جیمز میکس ویل (James Maxwell)، ڈیکارٹ (Rene Descartes)، بیکن (Francis Bacon)، کیپلر (Johannes Kepler)، لوئیس پاسچر (Louis Pasteur)، گریگر (Gregor Mendel)، گاٹ فریڈ (Gottfried Leibniz)، مارکونی (Guglielmo Marconi)، میکس پلانکس (Max Planck)، تھامسن کیلون (Thomson Kelvin)، ہیسنبرگ (Werner Heisenberg)، ایرون شیلڈیز (Erwin Schrodinger)، فرانسس کولنز (Francis Collins)، جان ایکلز (John Eccles) وغیرہ بھی خدا کے وجود پر ایمان اور یقین رکھتے ہیں لیکن عصر حاضر میں جو تھیوری بھی اپنے بارے میں "A Theory of Everything" ہونے کا دعوی کرے گی تو اسے تو ان سارے سوالات کا جواب دینا پڑے گا۔

چلیں! اگر بفرض محال ہم اس نظریے پر ایمان لے آئیں کہ قوانین فطرت (laws of nature) نے کائنات کو پیدا کیا ہے تو اگلا سوال یہ پیدا ہوا کہ قوانین فطرت کا مبدا (origin) کیا ہے؟ یا ہم اس کو مان لیں کہ اس کائنات کی ابتدا بگ بینگ (Big Bang) سے ہوئی ہے تو اگلا سوال یہ پیدا ہوا کہ اس سے پہلے کیا ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے جب تک آپ کا نظریہ ان بنیادی سوالات کی وضاحت نہیں کرتا اس وقت تک یہ نامکمل اور ناقص ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بگ بینگ وغیرہ ابھی نظریہ (theory) ہے نہ کہ مشاہدہ (observation) یا تجربہ (experiment) اور کسی سائنسی نظریہ پر ایمان لانا، کسی مذہبی نقطہ نظر پر ایمان لانے سے کس طرح مختلف ہو سکتا ہے؟ کیا دونوں "blind faith" نہیں ہیں؟ تیسری بات یہ ہے کہ اگر کائنات کی ابتدا کے بارے کوئی سائنسی نظریہ مشاہدہ یا تجربہ (observation or experiment) سے ثابت ہو بھی جائے تو دنیا میں کتنے لوگ ہیں جو سائنسی مشاہدے یا تجربات کو متعلقہ علوم کی اصطلاحی زبان میں (in terms of concerned sciences) سمجھنے کی صلاحیت اور اہلیت رکھتے ہیں؟ "ایم – تھیوری" سے اگر آپ کائنات کی تشریح کر دیں تو اس تھیوری کو دنیا میں سمجھنے والے کتنے لوگ ہوں گے؟ اپنی اہلیت اور تعلیم دونوں پہلوؤں سے؟ "ایم - تھیوری"، ماہرین فزکس کی سمجھ میں جتنی آئے سو آئے، بقیہ دنیا کے لیے یہ سائنس نہیں بلکہ سائنسدانوں پر ایمان بالغیب کا سوال ہی رہے گا۔ چوتھی بات یہ ہے کہ ابھی تو بگ بینگ پر تحقیقات سامنے آ رہی ہیں اور کچھ سائنسدانوں نے اسے چیلنج کرنا شروع کر دیا ہے

جیسا کہ حال ہی میں جرمن یونیورسٹی ہائیڈل برگ (Heidelberg University) کے ایک نظریاتی ماہر طبیعیات (theoretical physicist) نے "A Universe without Expansion, 2013" کے نام سے ایک ریسرچ آرٹیکل پیش کیا ہے۔

بگ بینگ (Bif Bang)، ارتقاء (Theory of Evolution)، بلیک ہولز (Black Holes) اور کثیر کائناتی (Multiverse) نظریات اس سے زیادہ ایمان بالغیب کے متقاضی ہیں کہ جتنا "کتاب مقدس" اپنے ماننے والوں سے کرتی ہے۔ ایک دہریے نے مسلمان سے کہا: کیا آپ نے دی گرینڈ ڈیزائن "The Grand Design" پڑھی ہے؟ مسلمان نے کہا: کیا آپ نے دی گرینڈ پلان "The Grand Plan" پڑھی ہے؟ دہریے نے کہا: نہیں! ویسے یہ کتاب کس کی ہے؟ مسلمان نے کہا: دی گرینڈ ڈیزائن میں تو صرف ڈیزائن کا ذکر ہے، ڈیزائنر غائب ہے جبکہ دی گرینڈ پلان میں گرینڈ ڈیزائن کے ساتھ ڈیزائنر کا بھی ذکر ہے۔ دہریہ کہنے لگا: واہ، کمال کی بات ہے۔ لیکن پھر بھی بتاؤ تو سہی کہ لکھی کس نے ہے؟ مسلمان نے کہا: خود ڈیزائنر نے۔

اس مکالمہ میں "دی گرینڈ پلان" سے مراد "لوح محفوظ" ہے کہ جس میں کائنات کا ماضی، حال اور مستقبل سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ "دی گرینڈ ڈیزائن" تو کسی کو دیکھنا شاید ہی نصیب ہو لیکن "دی گرینڈ پلان" کا مشاہدہ (observation) اور تجربہ (experience) تو ہم روزانہ آفاق وانفس (Horizons of the Universe and own selves) میں کرتے ہیں۔ سائنسدان اس "پلان" کے انسانی ذات اور کائنات دونوں پر واقع ہونے کے سامنے کس قدر بے بس، محتاج، عاجز اور مسکین ہے؟ قوانین قدرت (laws of nature) کو دریافت اور تسخیر کر لینے کے بعد بھی نہ اس دنیا میں آنے میں انسان کی مرضی غالب ہے اور نہ جانے میں اس کی خواہش کا احترام ہے اور نہ ہی آنے جانے کے درمیانی وقت میں کسی خوشی کا حصول یا تکلیف سے نجات میں اس کا ارادہ (will) غالب ہے۔ ڈیزائن عظیم ہے تو ڈیزائنر بھی عظیم ہو گا اور نہ صرف عظیم ہو گا بلکہ اپنی مرضی (will) کو غالب رکھے گا۔

بگ بینگ کو اگر مان بھی لیا جائے تو وہ بھی کسی مادے (mass) اور توانائی (energy) کے بغیر تو نہیں ہو سکتا اور سوال یہ ہے کہ وہ مادہ اور توانائی کہاں سے آئی تھی؟ زیرو کو جمع کر لیں، منفی کر لیں، ضرب دے لیں یا تقسیم کر لیں، ہر صورت میں جواب زیرو ہی ہو گا۔ اب کیا اشرف المخلوقات اس قدر گر جائے گا کہ سمیع وبصیر وحدہ لاشریک کے مقابلے میں اندھے بہرے مادی قوانین فطرت کے نہ صرف خالق اور مدبر (creator and organizer) بلکہ رازق (sustainer) اور قدیر (powerful to will anything) ہونے پر بھی ایمان لے

آئے گا؟ اتنی سیدھی سی بات ہے لیکن اس کو سمجھ نہیں آ سکتی کہ جس پر اپنی "سمجھ" دہریوں کے پاس رہن رکھوانے کا طعن لگ جائے۔

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿35﴾ [الطور]

We will describe how M-theory may offer answers to the question of creation. According to M-theory, ours is not the only universe. Instead, M-theory predicts that a great many universes were created out of nothing. Their creation does not require the intervention of some supernatural being or god. Rather, these multiple universes arise naturally from physical law. [Stephen W. Hawking and Leonard Mlodinow, (Bantam Books: New York, 2010), p. 14]; Bodies such as stars or black holes cannot just appear out of nothing. But a whole universe can...Because there is a law like gravity, the universe can and will create itself from nothing...It is not necessary to invoke God to light the blue touch paper and set the universe going. [Stephen W. Hawking and Leonard Mlodinow, p. 144]

قوانین فطرت کائنات کو پیدا کر سکتے ہیں لیکن ایک جیٹ انجن نہیں بنا سکتے؟ دہریوں کی یہ عجیب تر منطق ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ "عدم" (nothing) سے "عدم" (nothing) ہی نکل سکتا ہے نہ کہ "کچھ" (something)۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم یہ کہیں کہ "X" نے "Y" کو بنایا ہے تو "X" پہلے ہوگا اور "Y" بعد میں۔ اور اگر ہم یہ دعوی کریں کہ "X" نے "X" کو پیدا کیا ہے تو "X" اپنی پیدائش (creation) سے پہلے موجود ہوگا اور یہ عدم (nothing) سے پیدا نہیں ہوا۔ تیسری بات یہ ہے کہ جب کائنات کے عدم سے وجود میں آنے کے لیے "قانون کشش ثقل" (law of gravity) کا ہونا ضروری ہے تو یہ عدم سے تو وجود میں نہیں آئی۔ امر واقعہ یہ ہے، جبکہ بہت سے ماہرین فزکس نے بھی اس کا اقرار کیا ہے، کہ الہیات (theology) فزکس کا میدان نہیں تھا لیکن بعض نامور سائنسدانوں نے نظریاتی فزکس (theoretical physics) کے رستے اس میں گھس کر اپنی تحریروں میں سطحیت پیدا کر لی

ہے۔ پس قوانین فطرت بیانیہ (descriptive) اور خبریہ (predictive) ہو سکتے ہیں لیکن خالق (creator) نہیں۔

مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿24﴾ [هود]؛ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ ۗ أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿16﴾ [الرعد]؛ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ﴿19﴾ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ﴿20﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ﴿21﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ﴿22﴾ إِنْ أَنتَ إِلَّا نَذِيرٌ ﴿23﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿24﴾ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿25﴾ [الفاطر]؛ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ ۙ إِن فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَالِغِيهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿56﴾ [غافر]

اور فزکس میں خود (quantum mechanics) اور (general relativity) کے میدانوں (disciplines) کے باہمی اختلاف نے فزکس کے رستے حقیقت (reality) تک رسائی کو تقریباً ناممکن بنا دیا ہے۔ پہلی شاخ کی بنیاد electromagnetic، strong nuclear اور weak nuclear قوتوں پر ہے جبکہ دوسری میں اصل کشش ثقل (gravity) ہے۔ اور اس موضوع پر مطالعہ یہ بتلاتا ہے کہ "quantum gravity" کے رستے اسٹرنگ تھیوری (string theory) وغیرہ جیسی کوششوں سے انہیں جمع کرنا تاحال ایک خواہش سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں کوانٹم میکانکس میں اصول لایقینیت (uncertainty principle) اور موج وذرہ دوگانگی (wave-particle duality) نے تو اس مقدمے کو کچھ اور یقینی بنادیا ہے کہ فزکس کے رستے حقیقت (reality) تک رسائی ناممکن ہے۔ اگر بگ بینگ کو مان بھی لیا جائے تو بھی ڈیزائن کی دلیل (Design Argument) اس بات کی متقاضی ہے کہ خالق کو مانا جائے۔ مثلاً کیا وجہ ہے کہ بگ بینگ میں توسیع کائنات کا تناسب (rate of expansion of the universe) اتنا ہی کیوں ہے کہ جو زندگی کے لیے معاون (supporting for life) ہو؟ اسی طرح اس تھیوری میں سینکڑوں مقامات پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے اور ہر جگہ اس کا جواب

اتفاق (chance) سے دینا ناممکن بلکہ نظریہ احتمال (probability theory) کے بھی خلاف ہے۔ اس "اتفاق" کے اعتراض کا جواب دینے کے لیے دہریوں کی طرف سے "کثیر کائناتی" (Multiverse) کا نظریہ پیش کیا گیا ہے اور ہمارے سادہ لوح مسلمان سائنسدان اس نظریے کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کی کوششیں فرمارہے ہیں۔ معلوم نہیں ہمیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا ہم مغرب کے جملہ سائنسی اوہام (superstitions) کو قرآن مجید سے ثابت کر کے ہی کتاب اللہ اور سائنسی نظریہ دونوں کی حقانیت (authenticity) ثابت کر سکتے ہیں؟

اور اب تو "متوازی کائنات" (parallel universe) اور اسی طرح "مخالف زمین" (counter earth) اور "تاریک توانائی" (dark energy) وغیرہ جیسی ابحاث کا مطالعہ کرنے سے یہ "سائنس" کم اور "افسانہ" (fiction) زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ اور اللہ نہ کرے کہ ہمارے ہاں کسی مخلص مسلمان سائنسدان کو یہ خیال سوجھے کہ وہ اس "افسانوی سائنس" (theoretical physics) سے "عالم مثال" کا وجود ثابت کرنے کی کوشش کرے۔

اور خدا کے وجود کے بہت سے دلائل ہیں کہ جو اس وقت ہمارا موضوع نہیں ہیں۔ مثال کے طور مذہبی تجربہ (religious experiment) اس کے وجود کی ایک صریح دلیل ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ذکر ہے:

اللَّـهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۖ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۖ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ ۗ يَهْدِي اللَّـهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَيَضْرِبُ اللَّـهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۗ وَاللَّـهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿35﴾ [النور]

اور ایمان محض اندھے یقین (blind faith) کا نام نہیں بلکہ ایک تجربہ (experiment) بھی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلاَثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلاَوَةَ الإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لاَ يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الكُفْرِ، بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ، مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ. [البخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح البخاري، كِتَابُ الإِيمَانِ، بَابٌ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَعُودَ فِي الكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ مِنَ الإِيمَانِ،

دار طوق النجاة، الأولى، 1422هـ، [13/1]

اسی طرح دنیا میں لاکھوں انسانوں کو اس کا تجربہ ہوتا ہے کہ وہ وہ کسی مشکل گھڑی میں اپنے رب کو پکارتے ہیں تو ان کی مصیبت دور ہو جاتی ہے اور اکثر اوقات تو دنیاوی علوم کے مطابق آزمائش کے ٹل جانے یا دعا کے پورا ہو جانے کی سوائے "خدا کی مدد" (Intervention of God) کے اور کوئی توجیح ممکن نہیں ہوتی مثلاً کینسر کے آخری مرحلے کے مریض دعا کے نتیجے میں صحت یاب ہو جاتے ہیں یا بانجھ (sterile) کو اولاد مل جاتی ہے۔

شیخ بن باز رحمہ اللہ کے پاس ایک دہریہ (atheist) آیا اور ان سے کافی دیر تک خدا کے وجود کے بارے سوالات کرتا رہا اور شیخ اس کے سوالات کے جوابات دیتے رہے یہاں تک کہ اس نے تنگ آ کر کہا: کیا آپ کو کبھی خدا کے وجود کے بارے شک نہیں ہوا؟ شیخ نے کہا: نہیں، اور یہ تمہاری بدبختی ہے کہ تمہیں خدا کے وجود کے بارے شک پیدا ہوا ہے۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ قَالُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿10﴾ [إبراهيم]

شیخ کے اس جواب میں کوئی بناوٹ یا مصنوعیت نہیں تھی۔ آپ آج بھی پاکستان کے کسی بھی گاؤں کی مسجد میں پنج وقتہ نمازی ان پڑھ بوڑھے بابا جی سے سوال کر لیں کہ انہیں اپنی زندگی میں کبھی خدا کے نہ ہونے کے بارے سوال پیدا ہوا تو جواب نفی میں ہوگا۔ دنیا میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں لوگ ہیں جنہیں زندگی بھر میں نہ تو کبھی شک ہوا اور نہ ہی کوئی سوال پیدا ہوا۔ یہ کیا ہے؟ یہ ایمان کا تجربہ ہے جو ہر "مخلص" بندہ مومن کو حاصل ہوتا ہے جبکہ "مداری" اس سے محروم رہتا ہے۔

علاوہ ازیں خالق کے وجود پر اس کی مخلوق ہی دلالت کرنے کے لیے کافی ہے جیسا کہ فن پارے کا وجود فنکار (artist)، عالیشان عمارت کا وجود اپنے معمار اور جیٹ انجن کا وجود اپنے انجینئر کے حسن تخلیق کی دلیل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ۚ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿20﴾ [العنكبوت]؛ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿20﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿21﴾ [الذاريات]؛ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿53﴾ [فصلت]؛ قيل لبعض الاعراب بمَ

عرفت رَبك فَقَالَ البعرة تدل على الْبَعِير وآثار الخطا تدل على الْمسير فسماء ذَات أبراج وَأَرْض ذَات فجاج كَيفَ لَا تدل على الْعلي الْكَبِير. [إيثار الحق على الخلق في رد الخلافات إلى المذهب الحق من أصول التوحيد، ابن الوزير، محمد بن إبراهيم بن علي بن المرتضى الحسني القاسمي، دار الكتب العلمية – بيروت، الثانية، 1987م، 52]

رہی بیالوجی کی بات تو زمین پر حیات کی ابتدا (Origin of Life on Earth) سے ہٹ کر کائنات کے مبدا (Origin of the Universe) کے بارے کچھ پشین گوئی (predict) اس کے بس سے باہر ہے کیونکہ یہ اس کا موضوع اور میدان ہی نہیں ہے۔ تو یہ نظریہ بھی نامکمل اور ناقص ہے اور اس قابل نہیں ہے کہ "A Theory of Everything" بن سکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ نظریہ ارتقاء کو مان لینے کا لازمی نتیجہ خدا کا انکار (atheism) نہیں ہے۔ "نظریہ تخلیق" (creationism) نے جو مکاتب فکر (schools of thought) پیدا کیے ہیں ان میں "Theistic Evolution" اور "Intelligent Design" نے ارتقاء کو خدا کے وجود کی دلیل کے طور بیان کیا ہے۔ امریکن ماہر جینیات (geneticist) ڈائریکٹر این آئی ایچ (NIH) کی کتاب "The Language of God: A Scientist Presents Evidence for Belief" اسی سلسلے کی کوشش ہے۔ پھر ارتقاء ایک نظریہ (theory) ہے یا امر واقعہ (fact)، اس بارے ماہرین حیاتیات (biologists) کا اختلاف ہے۔ ڈاکنز (Dawkinz) کے نزدیک یہ ایک امر واقعہ (fact) ہے، فٹشیو (Kirk Fitzhugh) نے اسے نظریہ (theory) کہا ہے۔ اور جولین ہکسلے (Julian Huxley)، رچرڈ لینسکی (Richard Lenski) وغیرہ کا کہنا ہے کہ یہ کچھ نظریہ (theory) ہے اور کچھ امر واقعہ (fact)۔ اور جسے امر واقعہ کہا جا سکتا ہے وہ وقت کے ساتھ حیاتیات میں تبدیلی (change in organism during the history) ہے جبکہ اس کے علاوہ ابھی نظریہ ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ نظریہ ارتقاء کو امر واقعہ (fact) ماننے کا جواب "Irreducible Complexity" کے نظریہ میں مکمل طور موجود ہے۔ اس کا جواب بعض لوگوں نے "The Blind watchmaker" سے دینے کی کوشش کی ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ دہریے سنتے دیکھنے خالق کا انکار کرتے کرتے اندھے بہرے خدا کا اقرار کر بیٹھے۔ عصر حاضر کے دہریوں نے خدا کے انکار کے نتیجے میں جو "جہالت" پیدا کر دی ہے، اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ یا تو آپ ارتقاء پر ایمان لاتے ہوئے فطری انتخاب "Natural Selection" کو اندھے بہرے خدا کے طور پر مان لیں یا پھر بگ بینگ پر ایمان رکھتے ہوئے خدائی ذرے "God Particle" کی کھوج کی صورت میں اندھے بہرے خدا کی تلاش کی مہم جاری رکھیں۔ اور

پانچویں بات یہ ہے کہ اگر ڈارون کے نظریہ ارتقاء کو بفرض محال امر واقعہ (fact) مان بھی لیا جائے تو پھر بھی ایک عام شخص کے لیے یہ ماہرین حیاتیات (biologists) پر اندھا ایمان (blind faith) لانے کا سوال ہی بنتا ہے کیونکہ عامی کے پاس نہ تو اس نظریے کے جمیع پیچیدہ اور تفصیلی مراحل کو سمجھنے کی صلاحیت ہے اور نہ ہی اتنا علم کہ ان کا تنقیدی یا تجزیاتی جائزہ (critical and analytic study) لے سکے۔ چھٹی بات یہ ہے کہ ڈین این اے میں تبدیلی (change in DNA) ارتقاء کے حق میں جتنی دلیل بنتی ہے، اس سے زیادہ اس کے خلاف دلیل بنتی ہے۔ رینگنے والے جانوروں (reptiles) کے ڈی این اے (DNA) میں پرندوں کے پروں کے بارے کوئی معلومات (information) نہیں ہوتی تو یہ اضافی انفارمیشن (additional information) کہاں سے آ گئی؟ امر واقعہ یہ ہے کہ جنیاتی تبدیلی (genetic mutation) سے جنیاتی انفارمیشن (genetic information) پیدا نہیں ہوتی بلکہ کم ہی ہوتی ہے۔ اور اضافی انفارمیشن کے لیے "intellect" کا ہونا ضروری ہے۔

آج کل کچھ مسلم بیالوجسٹ ارتقاء کے حق میں یہ دلیل دیتے نظر آتے ہیں کہ قرآن مجید میں بھی تو بچے کی پیدائش کے مراحل بیان ہوئے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ بچے کی پیدائش کے مراحل میں جو تبدیلی ہے، وہ ایک ہی نوع (species) کے متنوع مراحل ہیں جبکہ ارتقاء پسند تو "چھچھوندر" سے "انسان" بننے کی بات کر رہے ہیں۔ اسی طرح "مالٹے" اور "کنو" سے "سنگترہ" بنانے یا ان سے "ناریل" اور "تربوز" بنانے یا "آم" اور "کیلا" بنانے میں کیا کوئی فرق نہیں ہے؟ "کتے" کی ایک نسل سے دوسری نسل کے پیدا ہو جانے کے امکان اور "کتے" سے "بلی" بن جانے کے امکان میں کیا کوئی فرق نہیں ہے؟ "ارتقائی درخت" (evolutionary tree) اسی قسم کے لطیفوں سے بھرا پڑا ہے کہ جس کے مطابق "کتا" اور "ریچھ" آپس میں چچازاد (cousin) ہیں لیکن دلیل اس کی "غائب ربط" (missing link) ہے۔ اور اب تو علمی دیانتداری اور ارتقائی مذہب پر ایمان کا یہ عالم ہے کہ بیالوجسٹ "بندر" (apes) اور "انسان" کے مابین "غائب ربط" (missing link) تلاش کرنے کی بجائے اسے "بنانے" کی خدمت سر انجام دے رہے ہیں۔

رہے پاکستانی دہریے (Pakistani Atheists) تو ان سے بات چیت اور انہیں پڑھنے سننے کے بعد ایک شخص کا احساس یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی مذاق (joke) سے کم نہیں ہیں۔ ان میں کچھ تو نوجوان ہیں جو اپنے دہریے (atheist) ہونے پر بڑا فخر کرتے ہیں اور ان کی زندگی کا کل مقصود یہ ہے کہ انہیں اپنے خیالات جیسی کوئی لڑکی (female atheist) مل جائے اور اس کے بعد

کی کہانی واضح ہے۔ ان میں بعض وہ بھی ہیں جو بات بات پر ان شاء اللہ یا "thank God" کہیں گے یا عید کی نماز پڑھ لیں گے یا کسی کی نماز جنازہ میں شریک ہو جائیں گے۔ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے مرنے سے پہلے اپنے ورثا کو یہ وصیت کی ہو کہ میرا جنازہ نہ پڑھانا یا جو اپنی ماں، بیٹی یا بہن سے نکاح کو جائز سمجھتا ہو۔ ان میں بعض وہ ہیں جو اپنے آپ کو مفکر (intellectual) ثابت کرنے لیے ایسی حرکتیں کرتے ہیں جبکہ بعض وہ ہیں جو مولوی کا رد عمل (reaction) ہیں۔ اور اگر زیادہ کسی نے علمی میدان میں کوئی تیر مار لیا تو کسی انگریز دہریے کی کتاب کا اردو ترجمہ کر دیا اور اس فخر کے ساتھ جیسے اندھیروں میں علم کی "مشعل" روشن کر دی ہو۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اگر اصل کتاب اگر فنی ہو تو اردو ترجمے سے زیادہ انگریزی میں کتاب زیادہ سمجھ آتی ہے۔ ان سب رویوں کے بارے ہمارے پاس پریشان خیال دہریہ "confused atheist" کی ایک اصطلاح موجود ہے۔

بعض ماہرین حیاتیات (biologist) کا کہنا ہے کہ ڈارون نے یہ ممکن بنا دیا ہے کہ ہم ایک مسلح فکری دہریے (intellectual fulfilled atheist) کی طرح زندگی گزار سکیں جبکہ دوسری طرف ہمارے بعض مسلم بیالوجسٹ قرآن مجید سے ارتقاء کو ثابت کرنے کی مذہبی خدمت سر انجام دینے میں مصروف عمل ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ڈارون سے پہلے ان دہریوں (Atheists) کے پاس تخلیق کائنات اور انسان کی ابتداء کی کوئی توجیہ موجود نہ تھی اور مذہب اور خدا کا انکار کرنے کے بعد اہل مذہب کی طرف سے متبادل کے سوال پر یہ بغلیں جھانکنا شروع کر دیتے تھے۔ ڈارون کے نظریہ ارتقاء نے تو گویا ان کی چاندی لگا دی ہے، اور اب ان کے پاس خدا اور مذہب کے انکار کے بعد اس کائنات کے موجود ہونے کی کوئی واحد کمزور، نامکمل، گھسی پٹی، غیر منطقی، غیر سائنسی توجیہ اگر موجود ہے تو وہ ڈارون کا نظریہ ارتقاء ہے۔ اور ڈارون کے نظریہ ارتقاء کا گر جانا دہریت کی عمارت دھڑام سے گرنے کے مترادف ہے۔

Darwin made it possible to be an intellectually fulfilled atheist. [The Blind Watchmaker, (New York: Norton, 1986), pp. 6-7.]

مسلم معاشروں کی ایک انتہا تو اس قسم کے "جیالے دہریے" (Pro Active Atheists) ہیں جن کا ذکر اوپر گزر چکا جبکہ دوسری طرف "مذہبی جیالے" ہیں جو ان دہریوں کے رد عمل میں پیدا ہوئے ہیں یا یہ دونوں انتہائیں ایک دوسرے کا رد عمل ہیں۔ ہم میں بعض لوگ بگ بینگ کی تھیوری کو قرآن مجید سے ثابت کرتے ہیں اور بعض ڈارون کا نظریہ ارتقاء، اور اس طرح

ثابت کرتے ہیں جیسے بنیادی ایمانیات (fundamental beliefs) قرآن مجید سے ثابت ہو رہے ہوں۔اب یہ "مذہبی جیالے پن" کا ہی یہ نتیجہ ہو سکتا ہے کہ کافی عرصہ پہلے پاکستان کی ایک معروف یونیورسٹی کے فزکس ڈیپارٹمنٹ سے متعلق پروفیسرز کے ایک گروپ نے ایک ایسے پراجیکٹ پر کام شروع کیا کہ جس کا مقصد جنات سے انرجی پیدا کرنا تھا تاکہ پاکستان میں انرجی کا بحران (energy crises) کم کیا جا سکے، اللہ اکبر! ۔اس منہج کے مطابق لکھی گئی بعض تفاسیر کا مطالعہ کریں تو قرآن مجید کتاب ہدایت (Book of Guidance) کم اور سائنس کی کتاب (Book of Science) زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ گویا کہ اب قرآن مجید کی حقانیت اس وقت تک ثابت نہیں ہو گی جب تک کہ وہ مغرب کے جملہ اوہام اور منگھڑت نظریات کی کسوٹی پر پورا نہ اترے۔

آج سے تقریباً چالیس سال پہلے ایک سائنسدان نے بلیک ہولز کا نظریہ پیش کیا اور اس کے بعد سے بعض مسلمان سائنسدانوں نے قرآن مجید کی سورۃ الواقعہ کی بعض آیات سے بلیک ہولز کو ثابت کرنا شروع کر دیا۔اب 2014ء میں وہ صاحب تو اپنی تھیوری سے رجوع کر رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے چالیس سال پہلے غلط سمجھا تھا کہ بلیک ہولز سے کسی قسم کی انفارمیشن نہیں نکل سکتی اور جو نکلتی ہے وہ نئی ہوتی ہے۔ اور اب وہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ضروری نہیں ہے کہ بلیک ہولز ہر چیز کو اپنے اندر جذب کر لیں اور یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ہمیں "event horizons" کی بجائے "apparent horizons" پر سوچنا چاہیے کیونکہ کوانٹم میکانکس بھی پہلی صورت کو قبول نہیں کرتی ہے کہ جس میں انفارمیشن ختم ہو جاتی ہے۔

ہماری نظر میں یہ رویہ بالکل بھی درست نہیں ہے بلکہ نقصان دہ ہیں کیونکہ آج ہم اگر نظریہ ارتقاء اور بگ بینگ تھیوری کو قرآن مجید سے ثابت کر کے مسلمانوں سے اس پر ایمان لانے کا مطالبہ کریں گے تو کل کلاں اہل سائنس نے ہی اگر ان نظریات سے رجوع کر لیا تو پھر امت سے کیا کہیں گے؟ کہ خدا غلط تھا؟ سائنس میں نظریہ (theory) اور چیز ہے جبکہ امر واقعہ (fact) بالکل اور شیء ہے۔اسی طرح کسی شیء کے سائنسی امر واقعہ (scientific fact) ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن مجید بھی اسے لازماً ہی بیان کرے۔ قرآن مجید کا موضوع فزکس، بیالوجی، کیمسٹری، ریاضی نہیں بلکہ ہدایت کا بیان ہے۔ البتہ یہ بات درست ہے کہ کتاب اللہ میں بعض ایسی باتیں موجود ہیں کہ جو دیگر علوم کا بھی موضوع ہے لیکن ان میں بھی پروردگار کا اصل مقصود ہدایت کا پہلو ہے جیسا کہ سابقہ قوموں کے حالات وواقعات نقل کیے گئے ہیں یا ماں کے پیٹ میں بچے کی پیدائش کے مراحل بیان کیے گئے ہیں وغیرہ۔

قرآن مجید کے بیان میں کچھ باتیں محکمات میں سے ہیں جبکہ کچھ متشابہات ہیں۔ کچھ آیات کا مفہوم صریح (explicit) ہے جبکہ کچھ میں ایک سے زائد آراء کی گنجائش ہے۔ بچے کی پیدائش کے جو مراحل قرآن مجید نے بیان کیے ہیں، وہ صریح ہیں۔ انہیں بیان کرنے یاان کوسائنسی امر واقعہ کے ساتھ ملا کر بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
قرآن مجید صحابہ کی زبان میں نازل ہوا اور پروردگار نے ان سے ایساکلام کیا ہے جوان کو سمجھ آئے۔ یہ توکلام الٰہی کا نقص شمار ہو گا کہ وہ نہ تو مخاطبین اولین کو سمجھ آیا کہ جنہیں سمجھانے ہی کے لیے وہ نازل کیا گیا تھااور مزید یہ کہ خدا کا کلام سمجھنے کے لیے ہمیں چودہ صدیاں انتظار بھی کرنا پڑا۔ قرآن مجید کا وہی مفہوم درست ہے جو صحابہ رضوان اللہ علیہم نے سمجھا اور سمجھایا کیونکہ ارشاد باری تعالی ہے: إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿2﴾ [یوسف]

[1] بعض ماہرین طبیعیات تو اس بات کو دبا ہی گئے کہ "عدم" (nothing) سے اگر کائنات خود وجود میں آسکتی ہے تو ان کی "عدم" سے مراد کیا ہے جبکہ بعض نے "عدم" سے "quantum vacuum" مراد لیا ہے اور اس پر کافی بحث ہے کہ اب عامۃ الناس کو دھوکا دینے کے لیے الفاظ کے معانی بھی اپنے ہی مراد لیے جائیں گے۔

اہل مغرب نے اپنے ہر علم، خواہ وہ سائنسی ہو سماجی، تاریخی ہو یا لسانی، کو نظریہ ارتقاء کی روشنی میں مرتب کر کے دکھا دیا ہے اور اہل مشرق کا یہ فریضہ ہے کہ وہ ہر علم کو، چاہے وہ تاریخ ہو سائنس، نظریہ تخلیق کی روشنی میں مرتب کر کے دکھا دیں۔ اور جب تک ہمارے محققین فلسفہ، سائیکالوجی، بیالوجی، نظریاتی فزکس، عمرانیات، لسانیات اور تاریخ کے مضامین میں نظریہ تخلیق کی روشنی میں بحث و تحقیق کی بنیاد نہیں رکھ دیتے، اس وقت تک دنیاوی علوم سے مذہب کا مقدمہ ثابت کرنا ممکن نہیں ہے۔

جبکہ "تنزلات"[1] جہل مرکب[1] اور بدعت[2] بھی[1] ہیں۔

---

[1] تنزلات ستہ مراد ہیں کہ جس کی کوئی دلیل نص میں صراحتاً تو کجا اشارتاً بھی موجود نہیں ہے۔ اس فلسفہ کے مطابق خالق کے وجود سے مخلوق کے وجود تک کا سفر چھ تنزلات [وحدت/حقیقت محمدیہ، وحدیت/اعیان ثابتہ، روح/عالم امر، مثال/عالم کلی، جسم/عالم خلق، انسان/عالم انسان] میں طے ہوا۔ بعض کے نزدیک "احدیت" پہلا تنزل ہے اور وہ "انسان" کو شامل نہیں کرتے۔ ان کا کہنا ہے کہ "حقیقت" اپنی ذات اور جوہر کے اعتبار سے "واحد" جبکہ اسماء اور صفات کے اعتبار سے "کثرت" ہے کہ "اعیان ثابتہ" نے وجود کی بو بھی نہیں چکھی۔ "وجود مطلق" اور "عدم مطلق" کے مابین حد فاصل "عالم برزخ" ہے۔ "اسماء وصفات" سے "عدم" میں "اعیان ثابتہ" پر تجلی سے "حقائق ممکنات" کا ظہور ہوا۔ اور عالم متجلی "عالم غیب"، "عالم خیال" اور "عالم شہادۃ" میں منقسم ہے۔ "وجود" سے ان کی مراد "ما بہ الموجودیۃ" ہے نہ کہ "مصدری معنی" کہ جو محض ذہنی انتزاع ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ "فلاسفہ" کے نزدیک وہ "وجود مطلق بشرط الاطلاق" ہے جبکہ "ان" کے نزدیک "وجود مطلق لابشرط" ہے۔ پہلی صورت میں خالق کا وجود محض "ذہنی" ہے کہ خارج میں "مطلق" کا وجود ممکن نہیں ہے بلکہ "معین" ہی ہوگا جبکہ دوسری صورت میں مخلوق بھی خالق ہی ہے کہ یہ "مجرد وجود" ہے کہ جس میں واجب، ممکن، قدیم، حادث، واحد، کثیر، ذہنی، خارجی، عالم، جاہل، قادر، عاجز وغیرہ کی کوئی قید نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ "معدومات" کے "اعیان" عدم میں "ثابت" ہے جبکہ عدم "شیء" ہے۔ پس "وجود" اور "ثبوت" کے مابین فرق کرنے کے باوجود ان میں "اتحاد" ماننے کی وجہ سے یہ "اتحادیہ" میں شامل ہیں کہ ان کے نزدیک "واجب الوجود"، "ممکن الوجود" کا "عین ثابت" ہے۔

اس فلسفے کی معروف بنیادیں دو ہیں ایک یہ کہ "معدوم" بھی "شیء" ہے کہ جس کی "حقیقت"، "ماہیت" یا "عین" ثابت ہے کیونکہ "معلوم" سے تمیز اس کے "شیء" ہونے کو مستلزم ہے۔ اور "معدومات" کے "اعیان" ہی "عین وجود حق" ہیں۔ پس "اعیان ثابتہ" قدیم ہیں یعنی جمیع عالم کا "مادہ" قدیم ہے جبکہ "صورت" حادث ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی "شیء" کے ذہنی اور خارجی وجود میں زمین وآسمان کا فرق ہے اور درجہ علم میں کسی شیء کا ذہنی ثبوت، اس کے خارجی ثبوت کو مسلتزم نہیں ہے جیسا کہ ارشاد

باری تعالی ہے:

قُل لَّوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَّابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ﴿42﴾ [الإسراء] لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿22﴾ [الأنبياء]

پس اگر یہ کہا جائے کہ "معدوم" درجہ علم میں "شیء" ہے تو یہ بات درست ہے لیکن یہ کہنا غلط ہے کہ "معدوم" فی نفسہ "شیء" ہے، چاہے وہ درجہ کتابت میں ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

«إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ، فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ قَالَ: رَبِّ وَمَاذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ» [سنن أبي داود، كِتَاب السُّنَّةِ، بَابٌ فِي الْقَدَرِ، 225/4]

اور یہ بھی واضح رہے کہ "فلاسفہ" کے نزدیک "معدومات" مخلوق ہیں جبکہ "ان" کے نزدیک "عین" ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ "معدوم" کا نہ تو کوئی "ثبوت" ہوتا ہے اور نہ ہی "وجود" جیسا کہ ان کا کہنا ہے کہ "معدوم" کا "ثبوت" تو ہوتا ہے لیکن "وجود" نہیں اور "ثبوت" سے ان کی مراد علمی وجود ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِن قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ﴿9﴾ [مریم]؛ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿35﴾ [الطور]

اور ان کا یہ کہنا کہ "وجود" ماہیت اور حقیقت سے زائد ایک صفت ہے، بھی غلط ہے کیونکہ کسی شیء کی "ماہیت" اور "حقیقت" اس کا "عین وجود" ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿40﴾ [النحل]

اس آیت مبارکہ میں "معدوم" کو درجہ علم میں "شیء" قرار دیا گیا ہے۔ اور اگر وہ خارج میں "شیء" ہو تو یہ "تحصیل حاصل" ہے۔ اور "معدوم" سے خطاب "طلب جازم" کا اظہار ہے جیسا کہ انسان کا یہ کہنا کہ "ایسا ہی ہونا چاہیے"۔

ان کی دوسری بنیاد یہ ہے کہ "اعیان ثابتہ"، "عین حق" ہیں اور فرعون کے قول کی بھی یہی "حقیقت" ہے۔ دونوں وجود میں "مشترک" ہیں جبکہ "ماہیت" اور "عین" میں فرق ہے کہ "وجود" ان کے نزدیک صفت زائد ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس قول کے ذریعے انہوں نے "خالق" اور "مخلوق" دونوں کا انکار کیا کیونکہ "مراتب وجود" چار ہیں: علمی، عینی لفظی اور رسمی

کہ جنہیں خالق نے درج ذیل آیات میں جمع کر دیا ہے:
اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ﴿1﴾ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿2﴾ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ﴿3﴾ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿4﴾ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿5﴾ [العلق]

اور اشتراک صرف ذہنی وجود میں ہوتا ہے، خارجی وجود میں اشتراک ممکن نہیں ہے لہٰذا "وجود مطلق" اور "حقائق کونیہ" کا مشترک ہونا غلط ہے کیونکہ یہ "حق" کے خارجی وجود کے انکار کو مستلزم ہے اور اسے صرف ذہنی وجود تک محدود کر دیتا ہے۔ اس قول کے قائل "ظاہر" اور "مظاہر" اور "مجلی" اور "متجلی" میں فرق کرتے ہیں جبکہ ان میں سے بعض کے نزدیک تو وہ ایسا "وجود مطلق" ہے کہ جس میں "تمیز" اور "تعین" نہیں ہے اور جہاں "تمیز" اور "تعین" ہو جائے وہاں "مخلوق" ہے، چاہے "مرتبہ الٰہیہ" میں ہو جائے۔ اور اس قول کا فساد پہلے والے سے بڑھ کر ہے کہ "وجود مطلق" علمی وجود ہے نہ کہ خارجی۔ اور ان میں سے بعض "مطلق" اور "معین" اور "وجود" اور "ماہیت" میں فرق کے بھی قائل نہیں ہیں جیسا کہ سمندر کی موجیں، سمندر اور شعر کے اجزاء، شعر میں داخل ہیں۔ اور اس قول کا فساد پہلے دو سے بھی بڑھ کر ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ "اعیان" کے "ظہور" کے بارے ان کا کہنا یہ ہے کہ "حقائق کونیہ" جو کہ "معدوم" ہیں لیکن ان کے "اعیان" علم الٰہی میں اس "تجلی مطلق" میں "ثابت" ہیں کہ جو ذات الٰہی کے ساتھ متحد ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حقائق "معدوم" ہیں یا "مخلوق" ہیں۔ اگر تو "معدوم" ہیں تو کچھ موجود نہیں ہے جو عقلاً مستحال ہے اور اگر "معدوم" ہونے کے بعد "موجود" ہیں تو وہ "حق" نہیں ہو سکتے کہ وہ کبھی "معدوم" نہیں رہا۔

تیسری بات یہ ہے کہ جب انہوں نے "اعیان" کو "مظہر حق" یا "مجلی الٰہی" کہا تو کیا یہ "عین ذات" ہیں، جیسا کہ ان کا کہنا ہے، تو اس صورت میں مخلوق کا "عین ثابت"، اللہ کی "ذات" ہی ہے۔ یا "حق" نے ان "اعیان" کو روشن کر دیا تاکہ وہ اسے جان سکیں تو اس صورت میں ذات باری تعالیٰ "معدوم" کا "معلوم" بن گئی۔

چوتھی بات یہ ہے کہ ان کا یہ جو کہنا ہے کہ "حق" کے ساتھ کچھ نہیں تھا اور وہ اپنی ذات میں "متجلی" تھا کہ "خلیت الٰہیہ" کے "نزول" کے ساتھ "حقیقت نبوت" کی گرہ ظاہر ہوئی جو "وجود" کے لیے آئینہ بن گئی اور "حق" اس میں ظاہر ہوا۔ پس ان کے نزدیک "ظاہر" اور "مظہر" ایک ہی ہیں اور اگر "ظہور" سے مراد "وجود" ہے تو "حق" کا ظہور تکرار کے ساتھ

ہوا اور اگر "ظہور" سے مراد "وضوح" ہے تو "مخلوق" تو ہے نہیں تو "وضوح" کس کے لیے ہے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ ان کے نزدیک "اعیان ثابتہ" کو چاہے "حق" کہہ لو، چاہے "خلق" کہہ لو، چاہے "حق" اور "خلق" دونوں کہہ لو اور چاہے تو نہ تو "من کل وجہ خلق" اور نہ ہی "من کل وجہ حق" کہہ لو یا کچھ بھی کہہ لو، یا چاہے کسی مقام حیرت میں حیران وپریشان رہو، یہ سب برابر ہے۔

چھٹی بات یہ ہے کہ جسے وہ "سر قدر" کہتے وہ دراصل "جہالت" ہے کہ حق "اعیان" کا محتاج ہے کہ ان پر ایسی ہی "تجلی" ہوتی ہے جیسا کہ ان کی "اقتضاء" ہے لہٰذا ان کے سامنے "عاجز" اور "مجبور" ہے۔ اور ان کے قول کے مطابق "حق" نے وہ جانا جس کا اسے پہلے "علم" نہ تھا حالانکہ وہ ان "ممکنات" کو جانتا ہے جو اس نے پیدا نہیں کیں۔

ساتویں بات یہ ہے کہ ان کا کہنا ہے کہ اسماء، "وجود حق" اور "اعیان" کے مابین "نسبت" اور "اضافت" ہیں۔ اسماء کے احکام، "اعیان ثابتہ" ہیں جو "عدم" میں ہیں۔ اور یہ احکام "اعیان" میں "تجلی حق" کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ اور "اعیان" حق کا آئینہ ہیں کہ جن میں وہ اپنے "اسماء" کو دیکھتا ہے۔ جب وہ "اعیان" میں ظاہر ہوا تو "اسماء کی نسبت" قائم ہوئی اور ظاہری کثرت اسی "نسبت" کی ہے کہ اسماء کے احکام "اعیان" کی صورت میں ظاہر ہوئے اور "وجود" اعیان پر "فائض" ہو کر ان میں "ظاہر" ہوا تو "اعیان" کے پہلو سے "تفرق" حاصل ہوا حالانکہ "وجود مطلق" وہ ہے جو "اذہان" میں "معقول" ہوتا ہے نہ کہ "اعیان" میں "ثابت"۔

اور آخری بات یہ ہے کہ اس فلسفے کے قائلین کا کہنا یہ ہے کہ اس کا مصدر "وحی الٰہی" نہیں بلکہ "کشف والہام" ہے اور کسی متعین شخص کا "کشف والہام" امت کے حق میں "حجت" کیسے ہو سکتا ہے جبکہ خود صاحب کشف کے حق میں بھی اس کے "حجت" ہونے کی کوئی دلیل "نص" میں موجود نہیں ہے۔

ان میں سے وہ بھی ہیں جو اپنے آپ کو "خاتم اولیاء" سمجھتے ہیں اور "خاتم اولیاء" تو "خاتم انبیاء" سے افضل قرار دیتے ہیں اور ان کا یہ خیال ہے کہ تمام انبیاء "خاتم اولیاء" کے "مشکاۃ" سے مستفید ہوتے ہیں۔ یہ اپنی اس "جہالت" کو "توحید خالص" قرار دیتے ہیں جو ان سے پہلے امت میں کسی فقیہہ تو کجا کسی صوفی کو بھی حاصل نہ ہوئی یہاں تک ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ جنید بغدادی بھی اس توحید تک نہیں پہنچ پائے تھے جو ہمیں حاصل ہوئی ہے۔ اور یہی "جہل مرکب" ہے۔

ان کے محبین میں سے بعض نے ان کے پہلے قول کی یہ تاویل کی ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہوتی ہے جو کہ خود ایک دوسری جہالت پر مبنی قول ہے۔ نبی ہر "حال" میں اللہ کا ولی ہوتا ہے، چاہے وہ حال "عبادت" کا ہو یا "رسالت" کا۔ کیا نبی فریضہ رسالت کی ادائیگی میں اللہ کا دشمن ہوتا ہے؟ معاذاللہ!

جس طرح "ارتقاء" کے نظریے نے خدا کے وجود کے انکار کو سائنس بنانے کی ناکام کوشش کی ہے، اسی طرح "تنزل" کے فلسفے نے مخلوق کے وجود کے انکار کو علم بنانے کی سعی لاحاصل کی ہے۔

[1] جس طرح سائنس کے میدان میں کچھ "مذہبی جیالہ پن" موجود ہے اسی طرح بعض مسلمان ماہر انسانیات اور عمرانیات (Humanists and Social Scientists) میں بھی کچھ ایسے رویہ موجود دیکھنے کو ملتا ہے جیسا کہ بعض مسلم اسکالرز کا یہ وہم ہے کہ مسلم معاشروں میں مغربی الحاد سے پیدا شدہ فساد کا حل "تنزلات ستہ" کے دقیانوسی فلسفے "The Unity of the Being" کو قبول کر لینے میں ہی نظر آتا ہے۔ بعض تو وہ ہیں جنہوں نے اس فلسفے کو انگریزی میں پڑھا ہے ، جیسا کہ ملائشیا اور یورپ میں آباد بعض مسلمان مفکرین، کہ جنہوں نے سائیکالوجی کی کچھ جدید بحثوں کو اس کے ساتھ ملا کر ایک عجیب معجون مرکب بنا رکھا ہے۔ اور بعض وہ ہیں کہ جنہوں نے اردو، فارسی یا عربی میں مطالعہ کیا ہے لیکن اس مفروضے کے ساتھ کہ اس جیسی اعلی فکر (intellectual thought) مسلمان امت تو کجا دنیا میں ہی پیدا نہیں ہوئی۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ مخلوق کا وجود اُس کا وہم یا خالق کا خیال ہے اور وجود صرف خالق ہی کا ہے، مذہب اور سائنس دنوں کے اعتبار سے "جہل مرکب" ہے۔ اور دوسرا اس مقدمے کو ثابت کرنے کے لیے مذہب اور سائنس کا سہارا لینا ایک ذہنی عیاشی کی مشق سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔ "The Unity of the Being" کے فلسفے کی کوئی ایسی تعبیر کہ جس میں مخلوق کا وجود بھی مانا گیا ہو، چاہے "مثل معدوم" کے درجے میں سہی، تو اس کا حکم الگ ہے۔ اگرچہ ایسی تعبیر اس فلسفے کا معیاری ورژن (standard version) نہیں ہے اور اس کا معیاری ورژن وہی ہے کہ جس میں مخلوق کے وجود کا انکار کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی اس فلسفے کو مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے کہ جس کا انکار ممکن نہیں ہے۔ علمی اعتبار سے اگرچہ "The Unity of the Being" کی ہر تعبیر کا حکم ایک نہیں ہے لیکن منہج کے پہلو سے ایک ہی حکم جاری ہو گا۔

[2] منہج کے اعتبار سے ہر اس نظریے یا عقیدے پر کم از کم بدعت کے الفاظ کا اطلاق ہو سکتا ہے کہ

1 - مبدا اور معاد (Entry and Exit):

انسان کے مبدا اور معاد کے بارے سب سے جامع اور منطقی جواب مذہب کے پاس ہے۔[2] ازل سے خالق تھا اور اس کے ساتھ کچھ بھی نہ تھا یہاں تک کہ اس نے سب

جس کا مبدا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نہ ہو اور جس کے حاملین صحابہ اور قرون اولی کی جماعت نہ ہو۔ نہ ہمارے فقہائے اربعہ "The Unity of the Being" کے مذکورہ بالا عقیدے سے واقف تھے اور نہ ہی ائمہ متکلمین کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور بانیان فقہی و کلامی مذاہب امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ابن حزم، امام ابو الحسن اشعری، امام ابو منصور ماتریدی رحمہم اللہ اجمعین میں سے کسی ایک کا بھی یہ عقیدہ ہر گز نہیں تھا۔ لہٰذا عقیدہ و فقہ میں پیدا ہونے والے جملہ مذاہب و مکاتب فکر کی روایت میں یہ عقیدہ شامل نہیں ہے اور ساتویں صدی ہجری میں پہلی مرتبہ جامع اور مرتب صورت میں پیش کیا گیا۔ عقلی و منطقی اعتبار سے اس کے غلط ہونے کے لیے صریح شرعی نصوص، عقل عام (common sense) کے علاوہ وہ سب تحقیقی کام کافی وشافی دلیل ہے جو سائنسی علوم (Natural Sciences) میں امر واقعہ (fact) بن چکا ہے۔

[1] سوفسطائیت کے ساتھ بدعت بھی ہے۔

[2] سائنس کا تو ویسے ہی یہ موضوع نہیں ہے اور فلسفہ، عمرانیات (Sociology)، نفسیات (Psychology)، بیالوجی (Biology)، علم الانسان (Anthropology)، علم الآثار (Archeology) اور نظریاتی فزکس (Theoretical Physics) کے جمیع بیانیوں (narratives) میں انسان کے مبدا و معاد (Alpha and Omega) کے سوال کے بارے اتنا جواب موجود نہیں ہے کہ جتنا آسمانی مذاہب (Semitic Religions) میں سے کسی ایک مذہب کے بیان میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں انسانی اور عمرانی علوم (Humanities and Social Sciences) میں ایسے نظریات موجود ہیں کہ انسان خود ہی مذہب اور خدا دونوں کا خالق ہے لیکن ان جمیع نظریات کے حق میں سائنسی وروایتی شواہد موجود نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں ماہرین عمرانیات (Social Scientists) کا اس بارے کسی ایک بیانیے پر اتفاق "ممتنع" (impossible) ہے جبکہ اختلاف زمان ومکان کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء ورسل کا دعوی اور بیان ایک ہی رہا ہے اور وہ "توحید" ہے۔ [اللَّـهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ

سے پہلے پانی کو پیدا کیا اور اس کے بعد اس پر اپنا عرش بنایا۔[1] پانی اور عرش کے بعد سب سے پہلے جسے خالق نے پیدا کیا، وہ قلم ہے۔ اور اسے پیدا کرنے کے بعد خالق نے اسے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا، اس کے لکھنے کا حکم دیا۔ اور اس لکھے ہوئے کو ہم تقدیر

الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ ۗ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿257﴾ [البقرة]؛ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ﴿15﴾ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿16﴾ [المائدة]

[1] وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ ﴿7﴾ [هود]؛ «كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهُ، وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى المَاءِ، ثُمَّ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ، وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ» [صحيح البخاري، كِتَابُ التَّوْحِيدِ، بَابُ {وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى المَاءِ}، 124/9]؛ «أَبِي رَزِينٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيْنَ كَانَ رَبُّنَا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ خَلْقَهُ؟ قَالَ: كَانَ فِي عَمَاءٍ مَا تَحْتَهُ هَوَاءٌ وَمَا فَوْقَهُ هَوَاءٌ، وَخَلَقَ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ» [سنن الترمذي، أَبْوَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابٌ: وَمِنْ سُورَةِ هُودٍ، 139/5]۔ ***امام ترمذی، امام ذہبی اور امام ابن حجر رحمہم اللہ نے اس روایت کو "حسن" کہا ہے۔*** [أيضاً؛ الذهبي، محمد بن أحمد بن عثمان، العلو للعلي الغفار في صحيح الأخبار وسقيمها، دار الفكر – مصر، 1388ھ، 18؛ ابن حجر العسقلاني، أحمد بن علي، هداية الرواة إلى تخريج أحاديث المصابيح والمشكاة، دار ابن القيم – الدمام، الأولى، 1422ھ، 248/5] ***جبکہ امام ابن جریر طبری، امام ابن حبان، امام ابن العربی اور امام ابن قیم رحمہم اللہ نے "صحیح" کہا ہے۔*** [الطبري، أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، دار التراث – بيروت، الثانية – 1387 ھ، 40/1؛ ابن حبان، محمد البستي، صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان، مؤسسة الرسالة – بيروت، الثانية، 1414ھـ، 6144؛ ابن العربي، محمد بن عبد الله، عارضة الأحوذي بشرح صحيح الترمذي، دار الفكر، 1415 ھـ، 208/6؛ ابن القيم، محمد بن أبي بكر، أعلام الموقعين عن رب العالمين، دار إحياء التراث العربي، الأولى، 1422ھ، 224/4]۔

کے نام سے جانتے ہیں۔[1] اس کے بعد خالق نے زمین، پہاڑوں، سات آسمانوں، ستاروں اور دیگر مخلوقات کو چھ دنوں میں پیدا کیا[2] اور اپنے عرش پر مستوی ہوا۔[3]

---

[1] «إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ، فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ قَالَ: رَبِّ وَمَاذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ» [أبو داود، سليمان بن الأشعث بن إسحاق السِّجِسْتاني، سنن أبي داود، كِتَاب السُّنَّةِ، بَابٌ فِي الْقَدَرِ، المكتبة العصرية، صيدا – بيروت، 225/4]

[2] هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿29﴾ [البقرة]؛ قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا ۚ ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿9﴾ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ﴿10﴾ ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ﴿11﴾ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا ۚ وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿12﴾ [فصلت]

[3] إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿54﴾ [الأعراف]؛ إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۖ مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿3﴾ [يونس]؛ اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ۖ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُم بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ ﴿2﴾ [الرعد]؛ تَنزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَاوَاتِ الْعُلَى ﴿4﴾ الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ ﴿5﴾ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ ﴿6﴾ [طه]؛ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمَٰنُ فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا ﴿59﴾ [الفرقان]؛ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ مَا لَكُم مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ ۚ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿4﴾ [السجدة]؛ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى

خالق اور مخلوق کا باہمی تعلق عبد و معبود کا ہے نہ کہ وہم و خیال یا عکس و ظلال کا۔[1]

اس دنیا میں انسان کا وجود کسی اتفاق (chance) یا حادثے (accident) کا نتیجہ نہیں بلکہ خالق وحدہ لاشریک کی ایک بامقصد تخلیق کا ظہور ہے۔[2] اور انسان کی پیدائش کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی عبادت اور بہترین عمل کے ذریعے اپنے خالق کا شکر ادا کرے۔[3] کائنات کے خالق نے مادہ نور سے فرشتوں، آگ سے جنات اور مٹی سے انسان کی تخلیق کی۔[4] اس نے فرشتوں اور جنات کی تخلیق کے بعد ایک تیسری مخلوق

الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۖ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿4﴾ [الحديد]

[1] أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۩ ﴿18﴾ [الحج]؛ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿56﴾ [الذاريات]؛ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴿25﴾ [الأنبياء]

[2] أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿115﴾ [المؤمنون]؛ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ ﴿2﴾ [الملك]

[3] وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿56﴾ [الذاريات]؛ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ﴿2﴾ [الملك]؛ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۗ ﴿7﴾ [هود]

[4] عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ» [مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري، المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم المعروف بصحيح المسلم، كِتَابُ الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ، بَابٌ فِي أَحَادِيثَ مُتَفَرِّقَةٍ، دار إحياء التراث العربي –بيروت، 2294/4]

انسان کو پیدا کرنے اور اسے زمین میں خلیفہ [1] اور مسجود ملائک بنانے کا اعلان کیا۔ [2] اور زمین کی مٹھی بھر مٹی [3] کے گارے کا جوہر [4] لے کر اپنے دونوں ہاتھوں سے [5] پہلے انسان [آدم] کا پتلا (statue) بنایا اور اسے جنت میں رکھا۔ [6] اس کی نوک پلک سنوارنے کے بعد اس میں اپنی روح پھونکی، [7] اسے خلیفہ ہونے کے مقام پر سرفراز کرنے کا اعلان فرمایا [8] اور مسجود ملائک ٹھہرایا۔ [9] فرشتوں نے سجدہ کرکے آدم کے عالی مقام کو قبول کیا جبکہ جنات میں سے ابلیس نے آدم کے مرتبے سے حسد کیا اور اللہ کے دربار میں تکبر کا اظہار کرتے ہوئے نہ صرف سجدہ کرنے سے انکار کر دیا بلکہ آدم اور ان کی ذریت کے

---

[1] وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ﴿30﴾ [البقرة]

[2] فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿29﴾ [الحجر]

[3] أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَى قَدْرِ الْأَرْضِ: جَاءَ مِنْهُمُ الْأَحْمَرُ، وَالْأَبْيَضُ، وَالْأَسْوَدُ، وَبَيْنَ ذَلِكَ، وَالسَّهْلُ، وَالْحَزْنُ، وَالْخَبِيثُ، وَالطَّيِّبُ» [سنن أبي داود، كِتَاب السُّنَّةِ، بَابٌ فِي الْقَدَرِ، 222/4]

[4] وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ﴿12﴾ [المؤمنون]

[5] قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ﴿75﴾ [صٓ]

[6] عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَمَّا صَوَّرَ اللهُ آدَمَ فِي الْجَنَّةِ تَرَكَهُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَتْرُكَهُ، فَجَعَلَ إِبْلِيسُ يُطِيفُ بِهِ، يَنْظُرُ مَا هُوَ، فَلَمَّا رَآهُ أَجْوَفَ عَرَفَ أَنَّهُ خُلِقَ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ» [صحيح المسلم، كتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابُ خَلْقِ الْإِنْسَانِ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ، 2016/4]

[7] ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ ﴿9﴾ [السجدة]

[8] وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿30﴾ [البقرة]

[9] وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا ﴿50﴾ [الكهف]

خلاف ابدی دشمنی کا بھی اعلان کر دیا۔[1]

خالق نے آدم کی پسلی ہی سے ان کے لیے جنس مخالف حوا کا جوڑا پیدا کیا اور پھر اس زمین میں ان دونوں سے کثیر تعداد میں نسل انسانی کو پھیلا دیا۔[2] مخلوقات کی پیدائش کے بعد ان کی افزائش نسل کے لیے خالق نے ہر جاندار شیء میں اصل "پانی" کو بنایا۔[3] شروع میں آدم اور حوا دونوں کو "آسمانوں کی جنت" میں رکھا گیا[4] جبکہ بعد ازاں اسی جنت کے حصول کے لیے امتحان کی غرض سے متعین مدت کے لیے زمین پر اتارا گیا[5] اور ایک "آسمانی ضابطہ حیات" عطا کیا گیا کہ جس کے مطابق زندگی گزارنے کو دنیاوی امتحان میں کامیابی کی شرط لازم قرار دیا گیا۔[6] دنیا کے امتحان میں کامیابی اور ناکامی کے

---

[1] وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ﴿11﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ۖ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ﴿12﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَن تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ ﴿13﴾ قَالَ أَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿14﴾ قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿15﴾ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿16﴾ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴿17﴾ [الأعراف]

[2] يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ ﴿1﴾ [النساء]

[3] الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۖ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ﴿7﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ﴿8﴾ [السجدة]؛ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿54﴾ [الفرقان]؛ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ﴿30﴾ [الأنبياء]

[4] وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ ﴿35﴾ [البقرة]

[5] قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿24﴾ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿25﴾ [الأعراف]

[6] قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

اعلان کے لیے آخرت کا دن مقرر کیا گیا اور کامیاب لوگوں کے لیے ہمیشہ کی جنت کا وعدہ اور ناکام کے لیے جہنم کی وعید سنائی گئی۔[1]

يَحْزَنُونَ ﴿38﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَـٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿39﴾ [البقرۃ]

[1] وَالذَّارِيَاتِ ذَرْوًا ﴿1﴾ فَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا ﴿2﴾ فَالْجَارِيَاتِ يُسْرًا ﴿3﴾ فَالْمُقَسِّمَاتِ أَمْرًا ﴿4﴾ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٌ ﴿5﴾ وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ ﴿6﴾ [الذاریات]؛ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ۖ وَعْدَ اللَّـهِ حَقًّا ۚ إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿4﴾ [یونس]؛ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ﴿104﴾ [الأنبياء] فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۖ وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَم بَعِيدٌ مَّا تُوعَدُونَ ﴿109﴾ [الأنبياء]؛ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ﴿51﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا ۜ ۗ هَـٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَـٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿52﴾ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿53﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿54﴾ إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ﴿55﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ ﴿56﴾ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُم مَّا يَدَّعُونَ ﴿57﴾ سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ﴿58﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿59﴾ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿60﴾ وَأَنِ اعْبُدُونِي ۚ هَـٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿61﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا ۖ أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ﴿62﴾ هَـٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿63﴾ اصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿64﴾ [یس]؛ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّـهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ﴿42﴾ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۖ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ﴿43﴾ وَأَنذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۗ أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُم مِّن قَبْلُ مَا لَكُم مِّن زَوَالٍ ﴿44﴾ وَسَكَنتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ ﴿45﴾ وَقَدْ

قدیم انسان کی تاریخ پانچ ادوار میں منقسم ہے۔[1] پہلا دور آدم سے نوح، دوسرا نوح

مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِندَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِن كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿46﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ﴿47﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ ۖ وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿48﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿49﴾ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ﴿50﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿51﴾ هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿52﴾ [إبراهيم]

[1] شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ۖ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۚ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ ﴿13﴾ [الشورى]؛ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿7﴾ [الأحزاب]؛ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿33﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿34﴾ [آل عمران]؛ عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَجْمَعُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى النَّاسَ، فَيَقُومُ الْمُؤْمِنُونَ حَتَّى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ، فَيَأْتُونَ آدَمَ، فَيَقُولُونَ: يَا أَبَانَا، اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ، فَيَقُولُ: وَهَلْ أَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا خَطِيئَةُ أَبِيكُمْ آدَمَ، لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ، اذْهَبُوا إِلَى ابْنِي إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللهِ"، قَالَ: "فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ، إِنَّمَا كُنْتُ خَلِيلًا مِنْ وَرَاءَ وَرَاءَ، اعْمِدُوا إِلَى مُوسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي كَلَّمَهُ اللهُ تَكْلِيمًا، فَيَأْتُونَ مُوسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ، اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى كَلِمَةِ اللهِ وَرُوحِهِ، فَيَقُولُ عِيسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ، فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُومُ فَيُؤْذَنُ لَهُ. [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً فِيهَا، 186/1-187]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: " سَيِّدُ الْأَنْبِيَاءِ خَمْسَةٌ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الْخَمْسَةِ: نُوحٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَمُوسَى وَعِيسَى وَمُحَمَّدٌ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَإِنْ كَانَ مَوْقُوفًا عَلَى أَبِي هُرَيْرَةَ» التعليق من تلخيص الذهبي "صحيح" [المستدرك على الصحيحين، كِتَابُ تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، ذِكْرُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، 595/2]

سے ابراہیم، تیسرا ابراہیم سے موسیٰ، چوتھا موسیٰ سے عیسیٰ اور پانچواں عیسیٰ سے محمد

رسول اللہ تک ہے۔ آدم[1] کو جنت[2] سے "ارض ہند" میں اتارا گیا[1] اور انہیں صنعت[2]

---

[1] اہل تاریخ نے دنیا کی تاریخ کو جو مختلف ادوار میں تقسیم کیا ہے، یہ تقسیم "مذہب" کے بیان کی روشنی میں "قابل اصلاح" ہے۔ پہلا اور دوسرا دور تو وہ ہے جسے اہل تاریخ "ما قبل تاریخ/قدیم حجری دور" [Paleolithic age (2,500,000-20,000/12,000 BCE), Britannica] اور "جدید حجری دور" [Neolithic age (12,000-4,500/3,500/3,300 BCE), ASPRO] جبکہ تیسرے اور چوتھے کو "کانسی کا دور" [Bronze age (3,000-1,200 BCE), Britannica] اور "لوہے کا دور" [Iron age (1,200-500 BCE-CE), Britannica] کا نام دیتے ہیں۔ اور پانچواں "قرون وسطی" [Middle ages (500-1,500 CE), Britannica] کا دور جبکہ آخری اور معاصر دور "دور جدید" (Modern Age) ہے۔ بہر حال اہل مذہب کو انہی پانچ ادوار کی روشنی میں تاریخ انسانی کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ جو ہم نے اوپر متن میں نقل کر دیے ہیں کیونکہ یہ تقسیم ایک واقعی امر ہے نہ کہ محض "فرضیہ" (hypothesis)۔

آخری اور معاصر دور کا آغاز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا ہے اور یہی "دور جدید" ہے کہ جس کا اختتام "الساعۃ/الواقعہ/القیامۃ" پر ہو گا۔

[2] وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿31﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿32﴾ قَالَ يَا آدَمُ أَنبِئْهُم بِأَسْمَائِهِمْ ۖ فَلَمَّا أَنبَأَهُم بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿33﴾ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿34﴾ وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿35﴾ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿36﴾ [البقرة]؛ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۖ ﴿48﴾ [المائدة]؛ عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَجْمَعُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى النَّاسَ، فَيَقُومُ الْمُؤْمِنُونَ حَتَّى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ، فَيَأْتُونَ آدَمَ، فَيَقُولُونَ: يَا أَبَانَا، اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ، فَيَقُولُ: وَهَلْ أَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا خَطِيئَةُ أَبِيكُمْ آدَمَ، لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ، اذْهَبُوا إِلَى ابْنِي إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللهِ، قَالَ:

فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ، إِنَّمَا كُنْتُ خَلِيلًا مِنْ وَرَاءَ وَرَاءَ، اعْمِدُوا إِلَى مُوسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي كَلَّمَهُ اللهُ تَكْلِيمًا، فَيَأْتُونَ مُوسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ، اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى كَلِمَةِ اللهِ وَرُوحِهِ، فَيَقُولُ عِيسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ، فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُومُ فَيُؤْذَنُ لَهُ. [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً فِيهَا، 186/1–187]؛ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عِنْدَ رَبِّهِمَا، فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى، قَالَ مُوسَى: أَنْتَ آدَمُ الَّذِي خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ، وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ، وَأَسْكَنَكَ فِي جَنَّتِهِ، ثُمَّ أَهْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِيئَتِكَ إِلَى الْأَرْضِ، فَقَالَ آدَمُ: أَنْتَ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ وَأَعْطَاكَ الْأَلْوَاحَ فِيهَا تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَقَرَّبَكَ نَجِيًّا، فَبِكَمْ وَجَدْتَ اللهَ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ، قَالَ مُوسَى: بِأَرْبَعِينَ عَامًا، قَالَ آدَمُ: فَهَلْ وَجَدْتَ فِيهَا وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَفَتَلُومُنِي عَلَى أَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللهُ عَلَيَّ أَنْ أَعْمَلَهُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى» [صحيح مسلم، كتاب الْقَدَرِ، بَابُ حِجَاجِ آدَمَ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، 2043/4]

[1] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا أَهْبَطَ اللَّهُ آدَمَ إِلَى أَرْضِ الْهِنْدِ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، التعليق من تلخيص الذهبي ''صحيح'' [المستدرك على الصحيحين، كِتَابُ تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، ذِكْرُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، دار الكتب العلمية – بيروت، الأولى، 1411 – 1990، 591/2]

سری لنکا کے شہر ''رتنا پورہ'' کے جنوب مشرق میں 40 میل کے فاصلے پر ایک پہاڑی ''سری پادا'' کی چوٹی پر پانچ فٹ چار انچ لمبے اور چھ انچ چوڑے پاؤں کا نشان ہے۔ اس پہاڑ کی چوٹی کو مقامی مسلمان اور عیسائی ''آدم کی چوٹی'' (Adam's Peak) کا نام دیتے ہیں اور ان کے ہاں معروف زبانی روایت (oral tradition) کے مطابق آدم جنت سے زمین پر یہاں اتارے گئے تھے۔

[2] عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ لَمَّا أَخْرَجَ آدَمَ مِنَ الْجَنَّةِ زَوَّدَهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ، وَعَلَّمَهُ صَنْعَةَ كُلِّ شَيْءٍ فَثِمَارُكُمْ هَذِهِ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ غَيْرَ أَنَّ هَذِهِ تَغَيَّرُ وَتِلْكَ لَا تَغَيَّرُ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، التعليق من تلخيص الذهبي ''صحيح'' [المستدرك على الصحيحين، كِتَابُ تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، ذِكْرُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، 592/2]

آدم کا بیٹا قائن "عدن" کے مشرق میں "نود" کے علاقہ میں آباد ہوا اور وہاں اپنے بیٹے "حنوک" کے نام سے ایک شہر آباد کیا۔ حنوک سے عیراد، عیراد سے محویاایل، محویاایل سے متوساایل، متوساایل سے لمک پیدا ہوا۔ لمک سے یابل، یوبل اور بلقائن پیدا ہوئے۔ یابل کی اولاد نے خانہ بدوشی اختیار کی جبکہ یوبل کی اولاد نے آلات موسیقی بانسری وغیرہ ایجاد کی۔ اور بلقائن نے لوہے اور پیتل کے ہتھیار بنائے۔ [عہد نامہ قدیم: پیدائش: 4: 1-23]

اور زبان[1] دونوں سکھا کر دنیا میں بھیجا گیا۔ میدان عرفات میں "عہد الست" ہوا[2] اور

[1] وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿31﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿32﴾ قَالَ يَا آدَمُ أَنبِئْهُم بِأَسْمَائِهِمْ ۖ فَلَمَّا أَنبَأَهُم بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿33﴾ [البقرة]؛ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَجْتَمِعُ المؤْمِنونَ يَوْمَ القِيَامَةِ، فَيَقُولُونَ: لَوِ اسْتَشْفَعْنَا إِلَى رَبِّنَا، فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ: أَنْتَ أَبُو النَّاسِ، خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ، وَأَسْجَدَ لَكَ مَلائِكَتَهُ، وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ. [صحيح البخاري، كِتَابُ تَفْسِيرِ القُرْآنِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ: {وَعَلَّمَ آدَمَ الأَسْمَاءَ كُلَّهَا، 17/6]؛ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: عَلَّمَ اللَّهُ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا، وَهِيَ هَذِهِ الْأَسْمَاءُ الَّتِي يَتَعَارَفُ بِهَا النَّاسُ: إِنْسَانٌ وَدَابَّةٌ، وَأَرْضٌ، وَسَهْلٌ، وَبَحْرٌ، وَجَبَلٌ، وَحِمَارٌ، وَأَشْبَاهُ ذَلِكَ مِنَ الْأُمَمِ وَغَيْرِهَا. [الطبري، أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيد الآملي، جامع البيان عن تأويل آي القرآن = تفسير الطبري، دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، الأولى، 1422 هـ - 2001 م، 514/1]؛ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «عَلَّمَهُ اسْمَ الْقَصْعَةِ وَالْفَسْوَةِ وَالْفُسَيَّةِ» [تفسير الطبري: 515/1]؛ عَنِ الْحَسَنِ، وَقَتَادَةَ، قَالَا: عَلَّمَهُ اسْمَ كُلِّ شَيْءٍ: هَذِهِ الْخَيْلُ، وَهَذِهِ الْبِغَالُ، وَالْإِبِلُ، وَالْجِنُّ، وَالْوَحْشُ، وَجَعَلَ يُسَمِّي كُلَّ شَيْءٍ بِاسْمِهِ. [تفسير الطبري: 517/1]

آدم کی تنہائی دور کرنے کے لیے خدا نے مٹی سے جانور اور پرندے بنائے اور انہیں آدم کے سامنے رکھا اور آدم نے ان کو جس نام سے پکارا، وہی ان کا نام ٹھہرا۔ [عہد نامہ قدیم: پیدائش: 2: 25-1]؛ زبان کا اختلاف پہلی مرتبہ نوح کی اولاد میں اس وقت سامنے آیا جبکہ انہوں نے روئے زمین پر پہلی مرتبہ اینٹوں کو آگ میں پکا کر "بابل" کا شہر آباد کرنا چاہا اور اس شہر میں آسمانوں کی بلندیوں کو پہنچنے والا برج بنانے کا ارادہ کیا تاکہ دنیا میں کا نام باقی رہے تو خدا نے انہیں اس مقصد سے باز رکھنے کے لیے زمین میں پراگندہ کر دیا اور ان کی زبانوں میں اختلاف ڈال دیا۔ [عہد نامہ قدیم: پیدائش: 11: 1-10]

[2] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَخَذَ اللَّهُ الْمِيثَاقَ مِنْ ظَهْرِ آدَمَ بِنَعْمَانَ، يَعْنِي بِعَرَفَةَ، فَأَخْرَجَ مِنْ صُلْبِهِ كُلَّ ذُرِّيَّةٍ ذَرَأَهَا فَنَثَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالذَّرِّ، ثُمَّ كَلَّمَهُمْ قُبُلًا وَقَالَ: {أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ} [الأعراف: 172] إِلَى قَوْلِهِ {بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ} [الأعراف: 173] هَذَا حَدِيثٌ

آدم کی اولاد "مشرق" میں "شام" (Mesopotamia) میں آباد ہوئی۔[1]

صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، التعليق من تلخيص الذهبي "صحيح" [المستدرك على الصحيحين، كِتَابُ تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، ذِكْرُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، 593/2]

[1] عن عبد الله بن عَمرو، قال: لما أَهْبَطَ الله آدمَ أَهْبَطَه بأرضِ الهِنْد...ثم خَرَجَ إلى الشَّام فماتَ بها. [الطبراني، أبو القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب الشامي، المعْجَمُ الكَبِير للطبراني، مكتبة ابن تيمية – القاهرة، 343/13]

خدا نے آدم کو زمین کے مشرق میں "عدن" کے مقام پر ایک "باغ" میں رکھا۔ "عدن" سے ایک دریا "باغ" کو سیراب کرنے کے لیے نکلا اور چار ندیوں میں تقسیم ہوا۔ "فیسون" کی وادی "حویلہ" کی سرزمین جبکہ "جیحون" کی وادی "کوش" کی وادی کو سیراب کرتی تھی۔ تیسری "دجلہ" کی وادی اور چوتھی "فرات" ہے۔ [عہد نامہ قدیم: پیدائش: 2: 1-25]؛ آدم کا بیٹا قائن "عدن" کے مشرق میں "نود" کے علاقہ میں آباد ہوا اور وہاں اپنے بیٹے "حنوک" کے نام سے ایک شہر آباد کیا۔ [عہد نامہ قدیم: پیدائش: 4: 1-23]
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ، وَالْفُرَاتُ وَالنِّيلُ كُلٌّ مِنْ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ» [صحيح مسلم، كتاب الْجَنَّةِ وَصِفَةِ نَعِيمِهَا وَأَهْلِهَا، بَابُ مَا فِي الدُّنْيَا مِنْ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ، 2183/4] فَرُفِعَ لِي البَيْتُ المعْمُورُ، فَسَأَلْتُ جِبْرِيلَ، فَقَالَ: هَذَا البَيْتُ المعْمُورُ يُصَلِّي فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ، إِذَا خَرَجُوا لَمْ يَعُودُوا إِلَيْهِ آخِرَ مَا عَلَيْهِمْ، وَرُفِعَتْ لِي سِدْرَةُ المنْتَهَى، فَإِذَا نَبِقُهَا كَأَنَّهُ قِلاَلُ هَجَرَ وَوَرَقُهَا، كَأَنَّهُ آذَانُ الفُيُولِ فِي أَصْلِهَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ، وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ، فَسَأَلْتُ جِبْرِيلَ، فَقَالَ: أَمَّا البَاطِنَانِ: فَفِي الجَنَّةِ، وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ: النِّيلُ وَالفُرَاتُ. [صحيح البخاري، كِتَابُ بَدْءِ الخَلْقِ، بَابُ ذِكْرِ الملاَئِكَةِ، 109/4]

آدم کی پیدائش اور جنت رکھے جانے کا قصہ ہمیں سمیری (Sumerian) تہذیب کی قدیم ترین نظم "رزمیہ گلگامش" (Epic of Gilgamesh) میں بھی ملتا ہے۔ یہ نظم "بابل" (Babylon) شہر کی کھدائی کے دوران (BC)1800 کے زمانے میں لکھی گئی تختیوں پر ملی ہے۔ "اترا ہاسس" (Atra-Hasis) جو کہ "اکادی" (Akkadian) تہذیب کے باقیات کی ایک رزمیہ نظم ہے کہ جس کے تقریباً (BC) 1650 ء کے دور کے نسخے دریافت ہوئے ہیں۔ اس نظم میں بھی آدم کی پیدائش اور طوفان نوح، دونوں قصے موجود ہیں۔ سمیری

آدم اور نوح کے مابین دس نسلیں ہیں[1] جو "توحید" پر ایمان رکھنے والی تھیں۔[2]

بادشاہوں کی فہرست میں "اریدو" (Eridu) کو پہلے سمیری بادشاہ کا شہر قرار دیا گیا ہے جو کہ عراق میں "اُور" (Ur) کے شہر سے 12 کلومیٹر جنوب مغرب میں واقع ہے۔ سمیری تہذیب ہی کے ایک اور قصے "زیوسدرا" (Ziusudra) میں بھی تخلیق اور طوفان کا قصہ موجود ہے۔ علاوہ ازیں اس قصے کے مطابق طوفان سے پہلے آباد کیے جانے والوں شہروں میں پہلا شہر "اریدو" (Eridu) جبکہ دوسرا عراق کا شہر "بادتبیرا" (Bad-Tibira) ہے۔ تیسرا "لارسا" (Larsa)، چوتھا "سیپار" (Sippar) اور پانچواں "شوروپاک" (Shuruppak) ہے اور یہ سب شہر عراق میں ہی پاس پاس ہی موجود ہیں۔ "حکمائے سبعہ لما بین النہرین" (Mesopotamian Seven Sages) میں پہلے حکیم "اداپا" (Adapa) کے قصے میں بھی تخلیق کے واقعے کا ذکر ہے اور اس واقعہ کے مخطوطات (manuscripts) تقریباً 1400(BC) کے زمانے کے ہیں۔

[1] سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنَبِيٌّ كَانَ آدَمُ؟ قَالَ: «نَعَمْ، مُكَلَّمٌ»، قَالَ: فَكَمْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ نُوحٍ؟ قَالَ: «عَشَرَةُ قُرُونٍ» [صحيح ابن حبان، كِتَابُ التَّارِيخِ، بَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ ذِكْرُ الْإِخْبَارِ عَمَّا كَانَ بَيْنَ آدَمَ وَنُوحٍ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمَا مِنَ الْقُرُونِ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الأولى، 1408 هـ - 1988 م، 69/14؛ سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها: 358/6-360]

آدم سے سیت، سیت سے انوس، انوس سے قینان، قینان سے محلل ایل، محلل ایل سے یارد، یارد سے حنوک، حنوک سے متوسلح، متوسلح سے لمک اور لمک سے نوح پیدا ہوئے۔[عہد نامہ قدیم: پیدائش: 5: 1-32] "بائبل" کے بیان کے مطابق آدم اور نوح علیہما الصلاۃ والسلام کے مابین 1056 برس کا فرق ہے۔[عہد نامہ قدیم: پیدائش: 5: 1-32]

[2] كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۖ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۗ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿213﴾ [البقرة]؛ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «كَانَ بَيْنَ نُوحٍ وَآدَمَ عَشَرَةُ قُرُونٍ كُلُّهُمْ عَلَى شَرِيعَةٍ مِنَ الْحَقِّ، فَاخْتَلَفُوا فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ». قَالَ: وَكَذَلِكَ فِي قِرَاءَةِ عَبْدِ اللَّهِ «كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا»، هَذَا

آدم کی اولاد میں پہلی مرتبہ "شرک" کا ظہور نوح کے زمانے میں ہوا[1] جبکہ وہ "شام" (Mesopotamia) کے علاقے میں آباد تھے۔[2] "قوم نوح" کے شرک، سرکشی اور

حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، التعليق من تلخيص الذهبي ''على شرط البخاري'' [المستدرك على الصحيحين، كِتَابُ تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، ذِكْرُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، 596/2]

[1] وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿23﴾ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿24﴾ [نوح]؛ «صَارَتِ الأَوْثَانُ الَّتِي كَانَتْ فِي قَوْمِ نُوحٍ فِي العَرَبِ بَعْدُ أَمَّا وَدٌّ كَانَتْ لِكَلْبٍ بِدَوْمَةِ الجَنْدَلِ، وَأَمَّا سُوَاعٌ كَانَتْ لِهُذَيْلٍ، وَأَمَّا يَغُوثُ فَكَانَتْ لِمُرَادٍ، ثُمَّ لِبَنِي غُطَيْفٍ بِالْجَوْفِ، عِنْدَ سَبَإٍ، وَأَمَّا يَعُوقُ فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ، وَأَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لِآلِ ذِي الكَلاَعِ، أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ، فَلَمَّا هَلَكُوا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ، أَنِ انْصِبُوا إِلَى مَجَالِسِهِمُ الَّتِي كَانُوا يَجْلِسُونَ أَنْصَابًا وَسَمُّوهَا بِأَسْمَائِهِمْ، فَفَعَلُوا، فَلَمْ تُعْبَدْ، حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولَئِكَ وَتَنَسَّخَ العِلْمُ عُبِدَتْ» [صحيح البخاري، كِتَابُ تَفْسِيرِ القُرْآنِ، بَابُ {وَدًّا وَلاَ سُوَاعًا، وَلاَ يَغُوثَ وَيَعُوقَ}، 160/6]؛ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «كَانَ بَيْنَ نُوحٍ وَآدَمَ عَشَرَةُ قُرُونٍ كُلُّهُمْ عَلَى شَرِيعَةٍ مِنَ الْحَقِّ، فَاخْتَلَفُوا فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ». قَالَ: وَكَذَلِكَ فِي قِرَاءَةِ عَبْدِ اللَّهِ «كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا»، هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، التعليق من تلخيص الذهبي ''على شرط البخاري'' [المستدرك على الصحيحين، كِتَابُ تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، ذِكْرُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، 596/2]

[2] وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ ۖ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿44﴾ [هود]

زبان کا اختلاف پہلی مرتبہ نوح کی اولاد میں اس وقت سامنے آیا جبکہ انہوں نے روئے زمین پر پہلی مرتبہ اینٹوں کو آگ میں پکا کر "بابل" کا شہر آباد کرنا چاہا اور اس شہر میں آسمانوں کی بلندیوں کو پہنچنے والا برج بنانے کا ارادہ کیا تاکہ دنیا میں کا نام باقی رہے تو خدا نے انہیں اس مقصد سے باز رکھنے کے لیے زمین میں پراگندہ کر دیا اور ان کی زبانوں میں اختلاف ڈال دیا۔[عہد نامہ قدیم: پیدائش: 11 : 1-10]

بغاوت کے نتیجے میں "طوفان نوح" کے ذریعے نسل انسانی ہلاک ہوئی اور اہل کشتی میں سے صرف نوح ہی کی نسل آگے جاری ہوئی۔ [1] موجودہ نسل انسانی نوح کے تین بیٹوں سام، حام اور یافث کی اولاد ہیں۔ [2] عرب سام، حبشی حام اور اہل روم یافث کی اولاد

---

[1] وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ ﴿75﴾ وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿76﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ﴿77﴾ [الصافات]؛ فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَمَن مَّعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذَرِينَ ﴿73﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِن بَعْدِهِ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِن قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْمُعْتَدِينَ ﴿74﴾ [یونس]؛ قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ أُمَمٍ مِّمَّن مَّعَكَ ۚ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُم مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿48﴾ [هود]؛ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ ۖ فَمِنْهُم مُّهْتَدٍ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿26﴾ [الحدید]؛ وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿37﴾ وَعَادًا وَثَمُودَ وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَٰلِكَ كَثِيرًا ﴿38﴾ [الفرقان]؛ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿14﴾ [العنکبوت]

"نُوح کے بیٹے جو کشتی سے نکلے سم، حام اور یافت تھے اور حام کنعان کا باپ تھا۔ یہی تینوں نُوح کے بیٹے تھے اور اِن ہی کی نسل ساری زمین پر پھیلی۔" [عہد نامہ قدیم: پیدائش: 9: 18-19]

اس "طوفان" اور "کشتی" کا ذکر ہمیں سمیری (Sumerian) تہذیب کی قدیم ترین نظم "رزمیہ گلگامش" (Epic of Gilgamesh) میں بھی ملتا ہے۔ یہ نظم "بابل" (Babylon) شہر کی کھدائی کے دوران (BC) 1800 کے زمانے میں لکھی گئی تختیوں پر ملی ہے۔

[2] عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «وَلَدُ نُوحٍ ثَلَاثَةٌ سَامُ وَحَامُ وَيَافِثُ أَبُو الرُّومِ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، التعليق من تلخيص الذهبي "صحيح" [المستدرك على الصحيحين، كِتَابُ تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، ذِكْرُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، 595/2]

ہیں۔[1]

نوح اور ابراہیم کے مابین بھی دس نسلیں ہی ہیں۔[2]"قوم نوح" کی ہلاکت کے بعد

---

[1] عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَامٌ أَبُو العَرَبِ، وَيَافِثُ أَبُو الرُّومِ، وَحَامٌ أَبُو الحَبَشِ. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَيُقَالُ: يَافِثُ وَيَافِتُ وَيَفَثُ. [سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابٌ فِي فَضْلِ العَرَبِ، 213/6]

"سام" کی اولاد میں عیلام، اسور، ارفکسد، لود اور ارام ہیں۔ "ارام" کی اولاد میں عوض، حول، جتر اور مس ہیں جبکہ "ارفکسد" سے سلح، سلح سے عبر، عبر سے فلج اور یقطان پیدا ہوئے۔اور "یقطان" سے موداد، سلف، حصار ماوات، اراخ، ہدورام، اوزال، دقلہ، عوبل، ابی مائیل، سبا، اوفیر، حویلہ اور یوباب پیدا ہوئے۔ "حام" کی اولاد میں کوش، مصر، فوط اور کنعان ہیں۔ "کوش" کی اولاد میں سبا، حویلہ، سبتہ، رعماہ، سبتیکہ، نمرود ہیں جبکہ "مصر" سے لودی، عنامی، الہامی، نفتوحی، فتروسی، کسلوحی اور کفتوری پیدا ہوئے۔ "کنعان" سے صیدا، حت، یبوسی، اموری، جرجاسی، حوی، عرقی، سینی، اروادی، صماری، حماتی ہیں۔ "رعماہ" کی اولاد میں سبا اور ددان ہیں۔ "یافت" کی اولاد میں جمر، ماجوج، مادی، یاوان، توبل، مسک اور تیراس ہیں۔ "جمر" کی اولاد میں اشکناز، ریفت اور تجرمہ جبکہ "یاوان" کے بیٹوں میں الیسہ، ترسیس، کتی اور دودانی ہیں۔[عہد نامہ قدیم: پیدائش: 10 :1-32]

[2] أَبُو أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَبِيًّا كَانَ آدَمُ؟ قَالَ: «نَعَمْ، مُعَلَّمٌ مُكَلَّمٌ» قَالَ: كَمْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ نُوحٍ؟ قَالَ: «عَشْرُ قُرُونٍ» قَالَ: كَمْ بَيْنَ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ؟ قَالَ: «عَشْرُ قُرُونٍ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَمْ كَانَتِ الرُّسُلُ؟ قَالَ: «ثَلَاثَ مِائَةٍ وَخَمْسَ عَشْرَةَ جَمًّا غَفِيرًا»، هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، التعليق من تلخيص الذهبي "على شرط مسلم" [المستدرك على الصحيحين، كِتَابُ تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، ذِكْرُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، 288/2؛ سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها: 852/7-855]

نوح سے سم، سم سے ارفکسد، ارفکسد سے سلح، سلح سے عبر، عبر سے فلج، فلج سے رعو، رعو سے سروج، سروج سے نحور، نحور سے تارخ اور تارخ سے ابرام ، نحور اور حاران پیدا ہوئے۔اور حاران سے لوط پیدا ہوئے۔[عہد نامہ قدیم: پیدائش: 5: 32] بائبل کے بیان کے مطابق نوح سے ابراہیم تک 890 برس کا فرق ہے۔[عہد نامہ قدیم: پیدائش: 11 :1-32]

"قوم عاد" ان کی جانشین بنی۔[1] "قوم عاد" کی ہلاکت کے بعد "قوم ثمود" ان کی جانشین ٹھہری۔[2] "قوم ثمود" کی ہلاکت کے بعد "قوم ابراہیم"، "قوم لوط" اور "قوم شعیب"

---

[1] وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۚ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿65﴾ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿66﴾ قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿67﴾ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ﴿68﴾ أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ ۚ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَسْطَةً ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿69﴾ [الأعراف]؛ كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ﴿123﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿124﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿125﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿126﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿127﴾ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ﴿128﴾ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿129﴾ وَإِذَا بَطَشْتُم بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿130﴾ [الشعراء]؛ وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿21﴾ [الأحقاف]؛ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿6﴾ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿7﴾ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿8﴾ [الفجر]

[2] وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ ۖ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿73﴾ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿74﴾ [الأعراف]؛ وَعَادًا وَثَمُودَ وَقَد تَّبَيَّنَ لَكُم مِّن مَّسَاكِنِهِمْ ۖ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ﴿38﴾ [العنكبوت]؛ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُم مِّنَ الْقُرَىٰ وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿27﴾ [الأحقاف]؛ كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿141﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿142﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿143﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿144﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ

ان کی جانشین قرار پائیں۔[1] ابراہیم کی بعثت کے بعد نبوت ان ہی کی ذریت میں رکھ

رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿145﴾ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ﴿146﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿147﴾ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ﴿148﴾ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ ﴿149﴾ [الشعراء]؛ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿9﴾ [الفجر]؛ وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿80﴾ وَآتَيْنَاهُمْ آيَاتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿81﴾ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ﴿82﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ﴿83﴾ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿84﴾ [الحجر]

[1] أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ ۚ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّـهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَـٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿70﴾ [التوبة]؛ وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ ﴿51﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَـٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴿52﴾ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ ﴿53﴾ قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿54﴾ [الأنبياء]؛ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ﴿97﴾ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ﴿98﴾ وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿99﴾ [الصافات]؛ فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ ۘ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿26﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿27﴾ وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿28﴾ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ ۖ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّـهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿29﴾ [العنكبوت]؛ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّـهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿36﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿37﴾ [العنكبوت]؛ وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ﴿71﴾ [الأنبياء]؛ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ﴿73﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ ﴿74﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿75﴾ وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُّقِيمٍ ﴿76﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿77﴾ وَإِن كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ

دی گئی۔[1] ابراہیم سے موسیٰ اور موسیٰ سے عیسیٰ تک "نبوت اور کتاب" بنو اسحاق کے پاس رہی[2] اور محمد رسول اللہ سے بنو اسماعیل کو منتقل ہو گئی۔[3] اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے "جدید انسان" (modern age) کی تاریخ کی ابتداء ہوئی۔

یہ اس دنیا کی ابتداء اور انتہاء ہے۔ پس سائنسی، انسانی اور عمرانی علوم (Humanities and Social Sciences) میں ہر وہ نقطہ نظر (worldview) کہ جس کی بنیاد اصول ثلاثہ "توحید"، "رسالت" اور "آخرت" نہ ہو، ظلمت ہے[4] اور ہر وہ

لَظَالِمِينَ ﴿78﴾ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿79﴾ [الحجر]؛ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ ﴿176﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿177﴾ [الشعراء]؛ وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۚ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ﴿40﴾ [الفرقان]

1 وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ ۖ فَمِنْهُم مُّهْتَدٍ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿26﴾ [الحديد]؛ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿27﴾ [العنكبوت]

2 وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿84﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿85﴾ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿86﴾ [الأنعام]

3 وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿127﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿128﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿129﴾ [البقرة]؛ وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿6﴾ [الصف]

4 وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ

علم کہ جس کا معلوم "اصول ثلاثہ" کا انکار ہو، جاہلیت ہے۔[1]

2- روایت اور فہم (Tradition and Hermeneutic) :

خالق کی طرف سے دنیاوی زندگی گزارنے کے لیے نازل کیے گئے ابدی اور آسمانی ضابطہ حیات کو "دین اسلام" کا نام دیا گیا[2] اور اس کے علاوہ کسی بھی ضابطہ حیات کو قبول کرنے یا اس کے مطابق زندگی گزارنے کا انکار کر دیا گیا۔[3] ہر قوم کی طرف نبی اور

﴿117﴾ [المؤمنون]؛ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿36﴾ [النحل]؛ زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن لَّن يُبْعَثُوا ۚ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿7﴾ [التغابن]؛ وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿24﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿25﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿26﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَخْسَرُ الْمُبْطِلُونَ ﴿27﴾ وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَىٰ إِلَىٰ كِتَابِهَا الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿28﴾ هَٰذَا كِتَابُنَا يَنطِقُ عَلَيْكُم بِالْحَقِّ ۚ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنسِخُ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿29﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿30﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿31﴾ وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُم مَّا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ إِن نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ﴿32﴾ [الجاثیة]

[1] أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿50﴾ [المائدۃ]

[2] إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ ﴿19﴾ [آل عمران]

[3] وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿85﴾ [آل عمران]

رسول بھیجے گئے۔[1] آدم علیہ السلام سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کا ضابطہ حیات ایک ہی تھا اور وہ "اسلام" ہے اگرچہ اس ضابطہ حیات کی تشریحات اور توضیحات کہ جسے "شریعت" کہتے ہیں، احوال وظروف میں تبدیلی کی وجہ سے مختلف ادوار اور اقوام میں متنوع رہی ہے۔[2] "شریعت" یعنی ضابطہ حیات کی تفصیلات اور جزئیات (code of life) کی طرح "منہاج" یعنی شریعت کو فرد ومعاشرے میں جاری وساری کرنے کا طریق کار (way of life) بھی ہر قوم کے لیے مختلف رہا ہے۔[3] محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد قیامت تک کے لیے اللہ کا دین "اسلام"، شریعت "محمدی" اور منہاج "دعوت وجہاد" ہے۔[4] اور اب ان تینوں پر عرفاً "اسلام" کے لفظ کا اطلاق درست ہے۔

اس دین کے دو پہلو "روایت" اور "فہم" ہیں۔ جہاں تک "دین کی روایت" کی بحث ہے[5] تو حصول علم کے ذرائع (Means of Knowledge) میں سے مستند

---

[1] وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿24﴾ [فاطر]؛ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿7﴾ [الرعد]

[2] «وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ» [صحيح البخاري، كِتَابُ أَحَادِيثِ الأَنْبِيَاءِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ {وَاذْكُرْ فِي الكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا}، 167/4]

[3] لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ ﴿48﴾ [المائدة]

[4] «لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»، قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا، فَيَقُولُ: لَا، إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللهِ هَذِهِ الْأُمَّةَ. [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ نُزُولِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ حَاكِمًا بِشَرِيعَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، 137/1]

[5] اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک قرآن وسنت کیسے منتقل ہوئے؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ دوسرا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ کیا قرآن وسنت اس بارے میں ہماری رہنمائی کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے قرآن وسنت کی صورت میں جو دین حاصل کیا ہے وہ قیامت تک آنے والے آپ کے ہر ہر امتی تک کن ذرائع سے پہنچے گا؟ تیسر اتحقیق طلب سوال یہ ہے کہ قرآن وسنت نے ایسے کون سے ذرائع بیان کیے ہیں کہ جن سے

ترین اور جامع ترین ذریعہ "خبر" ہے اور "وحی" خبر ہی کی ایک قسم ہے۔[1] اگرچہ سابقہ

دین اسلام آپ کی طرف سے کسی امتی تک پہنچ جائے تو اس امتی کے لیے اس ذریعے کی صورت میں ملنے والے دین کو، دین اسلام سمجھ کر قبول کرنا واجب ہے؟ آج میرے لیے دین اسلام کے مآخذ کیا ہیں؟ یعنی جو دین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی ملا ہے آج مجھے وہ کہاں ملے گا؟ آج میں اسے کہاں تلاش کروں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ دین کی حفاظت اس طرح سے کی ہے کہ آج بھی مجھے وہ دین اسی طرح مل جائے جس صورت میں وہ آپ پر نازل ہوا تھا؟ میرے سامنے آج اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں ہیں کہ میں ان کے اقوال، افعال اور تقریرات کا براہ راست مشاہدہ کرکے دین آپ کی ذات سے اخذ کرسکوں۔

[1] فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿65﴾ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿66﴾ قَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿67﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا ﴿68﴾ قَالَ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ﴿69﴾ قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَن شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿70﴾ فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا ۖ قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ﴿71﴾ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿72﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ﴿73﴾ فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ﴿74﴾ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿75﴾ قَالَ إِن سَأَلْتُكَ عَن شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي ۖ قَدْ بَلَغْتَ مِن لَّدُنِّي عُذْرًا ﴿76﴾ فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَن يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَن يَنقَضَّ فَأَقَامَهُ ۖ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ﴿77﴾ قَالَ هَٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ ۚ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِع عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿78﴾ [الكهف]

معاصر سائنسی علم میں سے اکثر وہ ہے جو صرف سائنسدان کا مشاہدہ یا تجربہ ہے جبکہ بقیہ دنیا کے لیے وہ ایک خبر ہی ہے۔ قدیم انسان کی تاریخ کا مطالعہ "زبانی خبر" (oral tradition) کی روشنی میں کیا جائے یا "علم الآثار" (Archeology) کی صورت میں، "نسب شناسی" (Genealogy) کی روشنی میں ہو یا "علم النقائش" (Epigraphy) کی صورت میں، ہر پہلو

آسمانی کتب میں آج بھی بعض مقامات پر اللہ کا حکم موجود ہے[1] لیکن چونکہ ان قوموں

سے وہ ایک عامی کے لیے خبر ہی ہے۔

[1] وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِندَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ﴿43﴾ [المائدۃ]

"پھر موسیٰ نے سب اسرائیلیوں کو بلوا کر ان سے کہا: اسے اسرائیلیو! تم ان آئین اور احکام کو سن لو جن کو میں آج تم کو سناتا ہوں تاکہ تم ان کو سیکھ کر ان پر عمل کرو... میرے آگے تو اور معبودوں کو نہ ماننا۔ تو اپنے لیے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا، نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔ تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں۔ اور جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں ان کی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک باپ دادا کی بدکاری کی سزا دیتا ہوں۔ اور ہزاروں پر جو مجھ سے محبت رکھتے اور میرے حکموں کو مانتے ہیں، رحم کرتا ہوں۔ تو خداوند اپنے خداوند کا نام بے فائدہ نہ لینا کیونکہ خداوند اس کو جو اس کا نام بے فائدہ لیتا ہے، بے گناہ نہ ٹھہرائے گا۔ تو خداوند اپنے خدا کے حکم کے مطابق سبت کے دن کو یاد کر کے پاک ماننا۔ چھ دن تک تو محنت کر کے اپنا سارا کام کاج کرنا۔ لیکن ساتواں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے۔ اس میں نہ تو کوئی کام کرے، نہ تیرا بیٹا، نہ تیری بیٹی، نہ تیرا غلام، نہ تیری لونڈی، نہ تیرا بیل، نہ تیرا گدھا، نہ تیرا اور کوئی جانور، اور نہ کوئی مسافر جو تیرے پھاٹکوں کے اندر ہوتا، کہ تیرا غلام اور تیری لونڈی بھی تیری طرح آرام کریں۔ اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھے حکم دیا ہے تاکہ تیری عمر دراز ہو اور جو ملک خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے اس میں تیرا بھلا ہو۔ تو خون نہ کرنا۔ تو زنا نہ کرنا۔ تو چوری نہ کرنا۔ تو اپنے پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرنا اور نہ اپنے پڑوسی کے گھر یا اس کے کھیت یا غلام یا لونڈی یا بیل یا گدھے یا اس کی کسی اور چیز کا خواہاں ہونا۔ یہی باتیں خداوند نے اس پہاڑ پر آگ اور گھٹا اور ظلمت میں سے تمہاری ساری جماعت کو بلند آواز سے کہیں اور اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہا اور ان ہی کو اس نے پتھر کی دو لوحوں پر لکھا اور ان کو میرے سپرد کیا۔" [عہد عتیق: استثناء: باب 5: آیت 7-23]؛ "اور دیکھو ایک شخص نے پاس آکر اس سے کہا: اسے استاد! میں کون سی نیکی کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں؟ اس نے اس سے کہا: تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے؟ نیک تو ایک ہی ہے۔ لیکن اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر۔ اس نے اس سے کہا: کون سے حکموں پر؟ یسوع نے کہا: یہ کہ خون نہ کر۔ زنا نہ کر۔ چوری نہ کر۔ جھوٹی گواہی نہ دے۔ اپنے باپ دادا کی اور ماں کی

نے اپنی الہامی کتب اور نبیوں کی تعلیمات میں اخفاء اور اضافے [1] کے رستے لفظی و معنوی تحریفات کرلی تھی [2] لہٰذا اب قیامت تک کے لیے' انسانوں کی اخروی نجات کی

عزت کر۔ اور اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ۔ اس جوان نے اس سے کہا: کہ میں نے ان سب پر عمل کیا ہے۔ اب مجھ میں کس بات کی کمی ہے؟ یسوع نے اس سے کہا: اگر تو کامل ہونا چاہتا ہے تو جا، اپنا مال واسباب بیچ کر غریبوں کو دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا اور آ کر میرے پیچھے ہو لے۔ مگر وہ جوان یہ بات سن کر غمگین ہو کر چلا گیا کیونکہ بڑا مالدار تھا۔ اور یسوع نے اپنے شاگردوں سے کہا: میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولتمند کا آسمان کی بادشاہی میں داخل ہونا مشکل ہے۔ اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہی میں داخل ہو۔ شاگرد یہ سن کر بہت ہی حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ پھر کون نجات پا سکتا ہے؟ یسوع نے ان کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ آدمیوں سے تو نہیں ہو سکتا لیکن خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔" [عہد نامہ جدید: متی: باب 19: آیت 17-27]

قدیم ضابطہ حیات "حمورابی کا قانون" (Code of Hammurabi) میں بھی مذکورہ بالا بعض احکامات کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے جو کہ غالباً "صحف ابراہیم" کا "اثر علمی" ہے۔ یہ قانون (BC)1750 میں "بابل" میں مرتب کیا گیا تھا۔

[1] فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَـٰذَا مِنْ عِندِ اللَّـهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ﴿79﴾ [البقرة]؛ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّـهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَـٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّـهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿174﴾ [البقرة]

[2] وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّـهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿75﴾ [البقرة]؛ وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّـهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ اللَّـهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّـهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿78﴾ [المائدة]

How can you say, 'We are wise, And the law of the LORD is with us'? But behold, the lying pen of the scribes Has made it into a lie. [New American Standard Bible: Old Testament: Jeremiah: 8:8]; and

لازمی شرط ' دین اسلام کو جاننے کا واحد محفوظ ذریعہ خالق کے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔[1] محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد گزشتہ پیغمبروں کی اقوام کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی اتباع اخروی نجات کی لازمی شرط ہے[2] اور اللہ کے دین کو بیان کرنے میں آخری کتاب قرآن مجید سابقہ جمیع آسمانی

---

you have perverted the words of the living God, the LORD of hosts, our God [New American Standard Bible: Old Testament: 23:36]; All day long they distort my words [New American Standard Bible: Old Testament: Psalm: 56:5]

[1] إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿19﴾ فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿20﴾ [آل عمران]۔

البتہ قدیم انسان کی تاریخ (Anthropology) کے مطالعہ کے لیے موجود مصادر میں سابقہ آسمانی کتب جامع ترین اور بہترین ماخذ ہیں، خاص طور "بحیرہ مردار کے مخطوطات" (dead sea scrolls) کی دریافت کے بعد ان کی یہ تاریخی حیثیت مسلم (authentic) ہو چکی ہے۔

یہ مخطوطات 1946 سے 1956 کے درمیان "بحیرہ مردار" (dead see) کے شمال مغرب میں دو کلومیٹر کے فاصلے پر موجود 11 غاروں سے برآمد ہوئے اور ان کی کل تعداد 981 ہے۔

یہ مخطوطات (BC) 408 سے (CE) 318 تک کے زمانے میں لکھے گئے تھے اور یہ یونانی (Greek)، عبرانی (Hebrew)، آرامی (Aramaic) اور نبطی (Nabataean) زبانوں میں ہیں۔

[2] وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ﴿81﴾ [المائدة]؛ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكِتَابٍ أَصَابَهُ مِنْ بَعْضِ أَهْلِ الْكُتُبِ، فَقَرَأَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَضِبَ وَقَالَ: «أَمُتَهَوِّكُونَ فِيهَا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، وَالَّذِي نَفْسِي

صحائف پر نہ صرف حاکم ہے [1] بلکہ ان کی ناسخ بھی ہے۔ [2] محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دین، قرآن مجید اور سنت نبوی دو صورتوں میں، بذریعہ خبر اس امت کو منتقل ہوا ہے اور "خبر صحیح" [3] کے ذریعے اس دین کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بِيَدِهِ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً، لَا تَسْأَلُوهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَيُخْبِرُوكُمْ بِحَقٍّ فَتُكَذِّبُوا بِهِ، أَوْ بِبَاطِلٍ فَتُصَدِّقُوا بِهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ مُوسَى كَانَ حَيًّا، مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي» [أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني، أبو عبد الله، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة، 2001 م، 349/23؛ محمد ناصر الدين الألباني، إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل، المكتب الإسلامي – بيروت، 1985م، 34/6] «وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ، وَلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ» [صحيح المسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، باب وجوب إيمان أهل الكتاب برسالة الإسلام، 34/1]

[1] وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴿48﴾ [المائدة]

[2] وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ﴿81﴾ [المائدة]؛ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكِتَابٍ أَصَابَهُ مِنْ بَعْضِ أَهْلِ الْكُتُبِ، فَقَرَأَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَضِبَ وَقَالَ: «أَمُتَهَوِّكُونَ فِيهَا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً، لَا تَسْأَلُوهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَيُخْبِرُوكُمْ بِحَقٍّ فَتُكَذِّبُوا بِهِ، أَوْ بِبَاطِلٍ فَتُصَدِّقُوا بِهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ مُوسَى كَانَ حَيًّا، مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 349/23؛ إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل: 34/6]

[3] خبر وہ ہے جس میں صدق وکذب کا احتمال ہو۔ اگر ان دو پہلوؤں میں سے ایک قطع ہو جائے تو اسے "خبر قطعی" کہتے ہیں۔ یہ قطعیت اگر تحقیق کے بغیر حاصل ہو تو اسے "متواتر" کہتے ہیں اور تحقیق کے بعد حاصل ہو تو "صحیح" کہتے ہیں۔ خبر "متواتر" ہر حال میں یقین کا فائدہ دیتی ہے جبکہ "صحیح" خبر تحقیق سے پہلے ظن اور تحقیق کے بعد یقین کا فائدہ دیتی ہے۔ چونکہ قطعیت خبر کا

سے امت کے کسی فرد تک پہنچ جانا اس پر حجت قائم ہو جانے میں کافی ہے۔[1] قرآن مجید

خاصہ ہے نہ کہ مخبر کا لہٰذا اس کا دارومدار مخبرین کی تعداد کی کمی بیشی نہیں ہے جیسا کہ متاخرین میں "متواتر" اسی معنی میں معروف ہو گئی کہ جسے "جم غفیر" روایت کرے۔ سلف صالحین، ائمہ دین، فقہائے اربعہ اور محدثین عظام رحمہم اللہ "متواتر" کی اس صطلاح سے ناواقف تھے۔ یہ اصطلاح یونانی منطق سے اصول فقہ میں اور اصول فقہ سے اصول حدیث میں داخل ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ ایک ایسی اصطلاح ہے کہ جس کا نہ تو کوئی معنی متعین ہے اور نہ ہی کوئی مسمّٰی معلوم ہے۔ درست بات یہ ہے کہ تواتر ایک سے بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ مالک عن نافع عن عبد اللہ بن عمر ایک متواتر سند ہے۔ وَمِنَ الْمَشْـــهُورِ: الْمُتَوَاتِرُ الَّذِي يَذْكُرُهُ أَهْلُ الْفِقْهِ وَأُصُـــولِهِ، وَأَهْلُ الْحَدِيثِ لَا يَذْكُرُونَهُ بِاسْمِهِ الْخَاصِّ الْمُشْـــعِرِ بِمَعْنَاهُ الْخَاصِّ، وَإِنْ كَانَ الْحَافِظُ الْخَطِيبُ قَدْ ذَكَرَهُ، فَفِي كَلَامِهِ مَا يُشْعِرُ بِأَنَّهُ اتَّبَعَ فِيهِ غَيْرَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، وَلَعَلَّ ذَلِكَ لِكَوْنِهِ لَا تَشْمَلُهُ صِنَاعَتُهُمْ، وَلَا يَكَادُ يُوجَدُ فِي رِوَايَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ عِبَارَةٌ عَنِ الْخَبَرِ الَّذِي يَنْقُلُهُ مَنْ يَحْصُلُ الْعِلْمُ بِصِدْقِهِ ضَرُورَةً، وَلَا بُدَّ فِي إِسْنَادِهِ مِنِ اسْتِمْرَارِ هَذَا الشَّرْطِ فِي رُوَاتِهِ مِنْ أَوَّلِهِ إِلَى مُنْتَهَاهُ. وَمَنْ سُـــئِلَ عَنْ إِبْرَازِ مِثَالٍ لِذَلِكَ فِيمَا يُرْوَى مِنَ الْحَدِيثِ أَعْيَاهُ تَطَلُّبُهُ. [ابن الصـــلاح، عثمان بن عبد الرحمن، أبوعمرو تقي الدين، معرفة أنواع علوم الحديث، ويُعرف بمقدمة ابن الصلاح، دار الفكر المعاصر – بيروت، 1406هـ - 1986م، 167-268]

جبکہ رد قبول کے اعتبار سے خبر کی دو قسمیں ہیں: مقبول اور مردود۔ مقبول وہ ہے جو دین میں حجت ہے جبکہ مردود حجت نہیں ہے۔ مقبول کی چار قسمیں ہیں: صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ۔ پہلی تین قسمیں تحقیق سے پہلے ظن جبکہ تحقیق کے بعد یقین کا فائدہ دیتی ہیں جبکہ حسن لغیرہ ظنی الثبوت ہے۔ مردود روایت طعن فی الراوی کے اعتبار سے موضوع، متروک، منکر، مدرج، مضطرب، مصحف، مجہول میں تقسیم ہوتی ہے جبکہ سند کے انقطاع کے پہلو سے معلق، منقطع، معضل، مرسل، مدلس اور مرسل خفی میں تقسیم ہوتی ہے۔

[1] قال الشـــافعي: فإن قال قائل: اذكر الحجة في تثبيت خبر الواحد بنصِّ خبر أو دلالةٍ فيه أو إجماعٍ. فقلت له أخبرنا سفيان عن عبد الملك بن عمير عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مســـعود عن أبيه أن النبي قال: نضَّـــر الله عبداً سمع مقالتي فحفظها ووعاها وأداها، فرُبَّ حاملِ فقهٍ غيرِ فقيه ورُبَّ حامل فقه إلى من هو أفقه منه. ثلاثٌ لا يَغِلُّ عليهن قلبُ مسـلم: إخلاصُ العمل لله، والنصيحةُ للمسلمين، ولزوم، جماعتهم، فإنّ

دعوتهم تحيط من روائهم. فلما نَدَب رسول الله إلى استماع مقالته وحفظِها وأدائها امرأً يؤديها، والامْرُءُ واحدٌ: دلَّ على أنه لا يأمر أن يُؤدَّى عنه إلا ما تقوم به الحجة على من أدى إليه؛ لأنه إنما يُؤدَّى عنه حلال وحرام يُجتَنَب، وحدٌّ يُقام، ومالٌ يؤخذ ويعطى، ونصيحة في دينٍ ودنيا. ودل على أنه قدَ حمل الفقهَ غيرُ فقيه، يكون له حافظاً، ولا يكون فيه فقيهاً. وأمْرُ رسول الله بلزوم جماعة المسلمين مما يُحتج به في أن إجماع المسلمين - إن شاء الله - لازمٌ [الشافعي، أبو عبد الله محمد بن إدريس بن العباس القرشي المكي، الرسالة، مكتبه الحلبي، مصر، 1940ء، 401-403]؛ أخبرنا سفيان قال أخبرني سالم أبو النضر أنه سمع عبيد الله بن أبي رافع يخبر عن أبيه قال: قال النبي: "لا أُلفِيَنَّ أحدكم متّكئاً على أريكته، يأتيه الأمر من أمري، مما نهيت عنه أو أمرت به، فيقول: لا ندري، ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه" قال ابن عيينة: وأخبرني محمد بن المنكدر عن النبي بمثله مرسلاً. وفي هذا تثبيتُ الخبر عن رسول الله وإعلامُهم أنه لازم لهم، وإن لم يجدوا له نصَّ حكمٍ في كتاب الله، وهو موضوع في غير هذا الموضع. [الرسالة: 403-404]؛ أخبرنا مالك عن زيد بن أسلم عن عطاء بن يسار: أن رجلاً قبّل امرأته وهو صائم، فَوَجَد من ذلك وجْداً شديداً، فأرسل امرأته تسأل عن ذلك، فدخلت على أم سلمة أمِّ المؤمنين، فأخبرتها، فقالت أم سلمة: إن رسول الله يقبِّل وهو صائم. فرجعت المرأة إلى زوجها فأخبرته، فزاده ذلك شراً، وقال: لسنا مثلَ رسول الله، يُحِل الله لرسوله ما شاء. فرجعت المرأة إلى أم سلمة فوجدت رسول الله عندها، فقال رسول الله: ما بال هذه المرأة؟ فأخبرته أم سلمة، فقال: ألا أخبرتيها أني أفعل ذلك؟ فقالت أم سلمة: قد أخبرتها فذهبت إلى زوجها فأخبرتْه فزاده ذلك شراً، وقال: لسنامثل رسول الله، يُحل الله لرسوله ما شاء. فغضب رسول الله ثم قال: والله إني لأتقاكم لله، ولأعلمكم بحدوده. وقد سمعت من يصل هذا الحديث، ولا يحضرني ذِكر مَن وصله. قال الشافعي: في ذكر قول النبي صلى الله عليه: "ألَّا أخبرتيها أني أفعل ذلك" دلالةٌ على أن خبر أم سلمة عنه مما يجوز قبوله؛ لأنه لا يأمرها بأن تخبر عن النبي إلا وفي خبرها ما تكون الحجةُ لمن أخبرتْه. [الرسالة: 404-406]

صحابہ دوصورتوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دین حاصل کر رہے تھے: یا تو براہ راست آپ کی مجلس میں موجود ہوتے تھے یا کسی دوسرے صحابی سے اس کی خبر پاتے تھے۔ پہلی صورت میں بھی آپ کی خبر ان کے لیے خبر واحد تھی جبکہ دوسری صورت بھی عموماً خبر واحد ہی کی ہوتی تھی جیساکہ صحابہ آپ کے ارشادات وافعال اور موقع بموقع نازل ہونے والی قرآنی

کی خبر کا ثبوت "اصول قراءات" ' حدیث کا "اصول حدیث" ' تفسیری اقوال کا "اصول تفسیر" ' سیرت کا "اصول سیرت" اور تاریخ کا "اصول تاریخ" کی روشنی میں طے ہو گا۔[1]

آیات کی خبر اپنی بیویوں کو جا کر دیتے تھے تو یہ خبر واحد ہی تھی۔اس خبر واحد سے قرآن بھی ثابت ہو رہا تھا اور حلال وحرام بھی، عبادات بھی اور معاملات بھی، آداب بھی اور حدود وتعزیرات بھی۔ جب تک صحابہ کا کسی بات پر اجماع نہیں ہوا تھا اور کسی ایک صحابی نے کسی دوسرے صحابی سے مثلاً تحویل قبلہ سے متعلق قرآن کی نئی نئی نازل شدہ آیات سنی تھیں تو اس صحابی کے لیے وہ خبر واحد مستقل بالذات ماخذ دین تھی یا نہیں اور اس خبر واحد سے قرآن اور تحویل قبلہ جیسا حکم ثابت ہو جاتا تھا یا نہیں؟ اگر تو جواب اثبات میں ہے اور یقیناً ہے تو آج اس خبر واحد سے قرآن یا تحویل قبلہ جیسے احکامات کے اثبات میں کیا مانع ہے؟ کیا صحابہ کے دور میں جس قسم کی خبر واحد سے مستقل بالذات دین ثابت ہو جاتا تھا اور امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور امام بخاری رحمہم اللہ وغیرہ کے زمانے میں اس خبر واحد سے دین ثابت نہیں ہوتا تھا؟ کیا ذریعہ دین پر حکم ہے کہ وہ دین کو مستقل بالذات یا غیر مستقل بالذات بنا دیتا ہے؟ مستقل بالذات دین کے ثبوت کے طریقے جو خود دین نے بیان کیے ہیں وہ اجماع نہیں ہے بلکہ " خبر صحیح " ہے۔مزید تفصیل کے لیے کتاب "فکر غامدی" کے باب اول "دین کی روایت" کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

[1] بعض لوگ تفسیری اقوال، سیرت اور تاریخ کی خبر پر بھی اصول حدیث کی روشنی میں حکم لگانا شروع کر دیتے ہیں جو کسی طور درست نہیں ہے۔ کتاب وسنت دین ہیں جبکہ تفسیری اقوال، سیرت اور تاریخ کسی طور بھی دین نہیں ہیں کہ ان کی تحقیق کے لیے بھی دین کی روایت کے اصول لاگو کیے جائیں۔ " أما اشتراط الصحة الحديثية في قبول الأخبار التاريخية التي لا تمس العقيدة والشريعة ففيه تعسف كثير ، و الخطر الناجم عنه كبير، لأن الروايات التاريخية التي دونها أسلافنا المؤرخون لم تُعامل معاملة الأحاديث، بل تم التساهل فيها، و إذا رفضنا منهجهم فإن الحلقات الفارغة في تاريخنا ستمثل هوّة سحيقة بيننا، و بين ماضينا مما يولد الحيرة والضياع والتمزق والانقطاع ... لكن ذلك لا يعني التخلي عن منهج المحدثين في نقد أسانيد الروايات التاريخية، فهي وسيلتنا إلى الترجيح بين الروايات المتعارضة، كما أنها خير معين في قبول أو رفض بعض المتون المضطربة أو الشاذة عن

الإطار العام لتاريخ أمتنا، ولكن الإفادة منها ينبغي أن تتم بمرونة آخذين بعين الاعتبار أن الأحاديث غير الروايات التاريخية، وأن الأولى نالت من العناية ما يمكنها من الصمود أمام قواعد النقد الصارمة." [أكرم ضياء العمري، الدكتور، دراسات تاريخية مع تعليقة في منهج البحث وتحقيق المخطوطات، الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، الطبعة الأولى 1403 هـ - 1983 م، 27] فنجد ابن حجر يقول عن الواقدي: متروك مع سعة علمه. [ابن حجر العسقلاني، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد، تقريب التهذيب، دار الرشيد – سوريا الأولى، 1406 – 1986، 498/1] ويقول في سيف بن عمر: ضعيف في الحديث ، عمد في التاريخ. [تقريب التهذيب: 262/1]

"فالمقصود أن المنقولات التي يحتاج إليها في الدين قد نصب الله الأدلة على بيان ما فيها من صحيح وغيره، ومعلوم أن المنقول في التفسير أكثره كالمنقول في المغازي والملاحم؛ ولهذا قال الإمام أحمد: ثلاثة أمور ليس لها إسناد: التفسير، والملاحم، والمغازي. ويروي: ليس لها أصل، أي إسناد؛ لأن الغالب عليها المراسيل، مثل ما يذكره عروة بن الزبير، والشعبي، والزهري، وموسى بن عقبة، وابن إسحاق، ومن بعدهم، كيحيى بن سعيد الأموي، والوليد بن مسلم، والواقدي، ونحوهم في المغازي؛ فإن أعلم الناس بالمغازي أهل المدينة، ثم أهل الشام، ثم أهل العراق، فأهل المدينة أعلم بها لأنها كانت عندهم، وأهل الشام كانوا أهل غزو وجهاد، فكان لهم من العلم بالجهاد والسير ما ليس لغيرهم؛ ولهذا عظم الناس كتاب أبي إسحاق الفزاري الذي صنفه في ذلك، وجعلوا الأوزاعي أعلم بهذا الباب من غيره من علماء الأمصار. وأما التفسير فإن أعلم الناس به أهل مكة؛ لأنهم أصحاب ابن عباس، كمجاهد وعطاء ابن أبي رباح، وعكرمة مولى ابن عباس وغيرهم من أصحاب أبن عباس، كطاوس، وأبي الشعثاء، وسعيد بن جبير وأمثالهم، وكذلك أهل الكوفة من أصحاب ابن مسعود، ومن ذلك ما تميزوا به على غيرهم، وعلماء أهل المدينة في التفسير مثل زيد بن أسلم الذي أخذ عنه مالك التفسير، وأخذه عنه أيضا ابنه عبد الرحمن، وأخذه عن عبد الرحمن عبد الله بن وهب. والمراسيل إذا تعددت طرقها وخلت عن المواطأة قصدًا أو الاتفاق بغير قصد كانت صحيحة قطعا، فان النقل إما أن يكون صدقا مطابقا للخبر، وإما أن يكون كذبا تعمد صاحبه الكذب، أو أخطأ فيه، فمتى سلم من الكذب العمد والخطأ كان صدقا بلا ريب. فإذا كان الحديث جاء من جهتين أو جهات، وقد علم أن المخبرين لم يتواطئا على اختلاقه، وعلم أن مثل ذلك لا تقع الموافقة فيه اتفاقًا بلا قصد علم أنه

صحيح، مثل شخص يحدث عن واقعة جرت، ويذكر تفاصيل ما فيها من الأقوال والأفعال، ويأتي شخص آخر قد علم أنه لم يواطئ الأول، فيذكر مثل ما ذكره الأول من تفاصيل الأقوال والأفعال، فيعلم قطعا أن تلك الواقعة حق في الجملة؛ فإنه لو كان كل منهما كذبها عمدا أو خطأ، لم يتفق في العادة أن يأتي كل منهما بتلك التفاصيل التي تمنع العادة اتفاق الاثنين عليها بلا مواطأة من أحدهما لصاحبه، فإن الرجل قد يتفق أن ينظم بيتا وينظم الآخر مثله، أو يكذب كذبة ويكذب الآخر مثلها، أما إذا أنشأ قصيدة طويلة ذات فنون على قافية ورَوِيٍّ فلم تجر العادة بأن غيره ينشئ مثلها لفظا ومعني مع الطول المفرط، بل يعلم بالعادة أنه أخذها منه، وكذلك إذا حدث حديثا طويلا فيه فنون، وحدث آخر بمثله، فإنه إما أن يكون واطأه عليه أو أخذه منه، أو يكون الحديث صدقا، وبهذه الطريق يعلم صدق عامة ما تتعدد جهاته المختلفة على هذا الوجه من المنقولات، وإن لم يكن أحدها كافيا إما لإرساله وإما لضعف ناقله، لكن مثل هذا لا تضبط به الألفاظ والدقائق التي لا تعلم بهذه الطريق فلا يحتاج ذلك إلى طريق يثبت بها مثل تلك الألفاظ والدقائق؛ ولهذا ثبتت بالتواتر غزوة بَدْر وأنها قبل أُحُد، بل يعلم قطعا أن حمزة وعليًا وعبيدة برزوا إلى عُتْبَةَ وَشَيْبَةَ والوليد، وأن عليا قتل الوليد، وأن حمزة قتل قرنه، ثم يشك في قرنه هل هو عتبة أو شيبة. وهذا الأصل ينبغي أن يعرف؛ فإنه أصل نافع في الجزم بكثير من المنقولات في الحديث والتفسير والمغازي، وما ينقل من أقوال الناس وأفعالهم وغير ذلك. ولهذا إذا روى الحديث الذي يتأتى فيه ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم من وجهين، مع العلم بأن أحدهما لم يأخذه عن الآخر، جزم بأنه حق، لا سيما إذا علم أن نَقَلَتَه ليسوا ممن يتعمد الكذب، وإنما يخاف على أحدهم النسيان والغلط؛ فإن من عرف الصحابة كابن مسعود وأبي بن كعب، وابن عمر، وجابر، وأبي سعيد، وأبي هريرة وغيرهم علم يقينا أن الواحد من هؤلاء لم يكن ممن يتعمد الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فضلا عمن هو فوقهم، كما يعلم الرجل من حال من جربه وخبره خبرة باطنة طويلة أنه ليس ممن يسرق أموال الناس، ويقطع الطريق، ويشهد بالزور ونحو ذلك. وكذلك التابعون بالمدينة ومكة، والشام والبصرة، فإن من عرف مثل أبي صالح السمان، والأعرج، وسليمان بن يسار، وزيد بن أسلم وأمثالهم، علم قطعا أنهم لم يكونوا ممن يتعمد الكذب في الحديث، فضلا عمن هو فوقهم، مثل محمد بن سيرين، والقاسم بن محمد، أو سعيد بن المسيب، أو عبيدة السلماني، أو عَلْقَمة، أو الأسود أو نحوهم. وإنما يخاف على الواحد من الغلط؛

اور رہی بات "دین کے فہم" کی تو لفظ و معنی کا تعلق لازم وملزوم کا ہے لہٰذا اس سے زیادہ لغو بات کوئی نہیں ہے کہ لفظ کا کوئی معنی نہیں ہوتا۔[1] زبان ابتداء میں

فإن الغلط والنسيان كثيرا ما يعرض للإنسان، ومن الحفاظ من قد عرف الناس بعده عن ذلك جدا، كما عرفوا حال الشعبي والزهري وعروة وقتادة والثوري وأمثالهم، لا سيما الزهري في زمانه، والثوري في زمانه، فإنه قد يقول القائل: أن ابن شهاب الزهري لا يعرف له غلط، مع كثرة حديثه وسعة حفظه. والمقصود أن الحديث الطويل إذا روي مثلا من وجهين مختلفين، من غير مواطأة امتنع عليه أن يكون غلطا، كما امتنع أن يكون كذبا؛ فإن الغلط لا يكون في قصة طويلة متنوعة، وإنما يكون في بعضها، فإذا روى هذا قصة طويلة متنوعة ورواها الآخر مثلما رواها الأول من غير مواطأة امتنع الغلط في جميعها، كما امتنع الكذب في جميعها من غير مواطأة.'' [ابن تيمية، مقدمة في أصول التفسير، دار مكتبة الحياة، بيروت، لبنان، 1490هـ/ 1980م، 22-28]

[1] إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿2﴾ [يوسف]

"توقیف"[1] اور استعمال میں "وضع" ہے۔[2] زبان لفظ اور معنی کا نام ہے جس کا مطالعہ

---

[1] ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابو الحسن اشعری اور ابن فارس رحمہما اللہ کے نزدیک "تلقین" ہے جبکہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک "الہام" ہے۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿31﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿32﴾ قَالَ يَا آدَمُ أَنبِئْهُم بِأَسْمَائِهِمْ ۖ فَلَمَّا أَنبَأَهُم بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿33﴾ [البقرة]؛ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿180﴾ [الأعراف]؛ أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ﴿19﴾ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿20﴾ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ﴿21﴾ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ﴿22﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ ﴿23﴾ [النجم]؛ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ ﴿22﴾ [الروم]؛ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿116﴾ [النحل]

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ﴿68﴾ [النحل]؛ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ ۖ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ ﴿16﴾ [النمل]؛ الرَّحْمَٰنُ ﴿1﴾ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ﴿2﴾ خَلَقَ الْإِنسَانَ ﴿3﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿4﴾ [الرحمن]

[2] وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۖ فَيُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿4﴾ [إبراهيم]

واضح رہے کہ "اصطلاح"، وضع کے تابع ہے۔ تاریخی اعتبار سے زبانیں دو قسم کی ہیں: "مرتقیہ" (progressive) اور "غیر مرتقیہ" (non-progressive)۔ "غیر مرتقیہ" وہ زبانیں ہیں جو "اشتقاق" اور "تصریف" کو قبول نہیں کرتی ہیں۔ ان زبانوں کی بنیاد "حامیہ"

صوتیات، لفظیات، نظامیات، معنویات اور حالیات میں منقسم ہے۔[1] لفظ میں کبھی لفظ

زبان ہے جو حام بن نوح علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ یہ زبان قدیم مصری، قدیم حبشی اور بربری زبانوں کو شامل ہے۔ علاوہ ازیں "چینی" زبان بھی دوسری قسم ہی میں شمار کی جاتی ہے۔

پہلی قسم پھر "متصرفہ" اور "غیر متصرفہ" میں تقسیم ہے۔ "غیر متصرفہ" وہ زبانیں ہیں جنہیں "طورانی" کہا جاتا ہے اور ان میں ترکی اور منگول زبان وغیرہ شامل ہے۔ یہ وہ زبانیں ہیں جو اصل کلمہ میں الحاق کے رستے "تصریف" قبول کرتی ہیں۔ اور "متصرفہ" کی دو قسمیں ہیں: "یافثیہ" اور "سامیہ"۔ پہلی یافث بن نوح علیہ السلام اور دوسری سام بن نوح علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ "یافثیہ" کو "آریہ" زبانیں بھی کہتے ہیں اور یہ "شمالی آریائی" اور "جنوبی آریائی" زبانوں میں تقسیم ہے۔ جنوبی زبانیں ہیں جو جنوبی ایشیا میں پھلی پھولیں جیسا کہ سنسکرت، ہندی، افغانی، فارسی، کردی وغیرہ جبکہ شمالی زبانیں وہ ہیں جو یورپ میں پروان چڑھیں اور یہ کلتی (Celtic)، اطالوی (Italian)، ہیلینی (Hellenic)، سلافی (Slavic) اور جرمانی (Germanic) وغیرہ ہیں۔ پہلی میں جزائر برطانیہ کی زبانیں، دوسری میں لاطینی، فرانسیسی، اطالوی، ہسپانوی اور پرتگالی، تیسری میں قدیم وجدید یونانی، چوتھی میں روسی اور بلغارین جبکہ پانچویں میں انگریزی اور جرمن وغیرہ شامل ہیں۔ [جرجي زيدان، الألفاظ العربية والفلسفة اللغوية، بيروت، 1886ء، ص2-4]

"سامی" زبانوں (Semitic languages) کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی "آرامی" (Aramaic) کہ جس کی فروعات میں "سریانی" (Syriac Aramaic) اور "کلدانی" (Chaldean) شامل ہیں۔ دوسری عبرانی (Hebrew) ہے کہ جس سے فینیقی (Phoenician) وغیرہ نکلی ہیں۔ اور تیسری عربی زبان ہے۔ [ایضاً]

[1] صوتیات (phonetics) سے متعلق علم کو علم تجوید (phonology) کہتے ہیں جبکہ لہجات ستہ بھی اسی میں شامل ہیں اور لفظیات سے متعلق علوم میں علم الاشتقاق (etymology)، علم القراءت اور علم الصرف (morphology) وغیرہ شامل ہیں۔ نظامیات میں علم النحو (syntax)، نظم کلام (pragmatics) اور اسلوب کلام (stylistics) جبکہ معنویات (semantics) میں علم دلالت (semantics)، علوم لغت اور علوم بلاغت (rhetoric) شامل ہیں۔ اور حالیات میں ادب شامل ہے۔ ادب دراصل زبان کی تحریری صورت ہے کہ

اصل ہوتا ہے، کبھی معنی اور کبھی حال۔ [1] لفظ، ادب میں سمندر ہو گا لیکن مذہب میں دریا ہے کہ جس کا ایک رستہ متعین ہے۔ [2] لفظ میں اصل روایت اور زمان ہے اور معنی میں اصل شرح اور مکان۔ [3]

اور قرآن مجید اور سنت نبوی دونوں وحی الٰہی ہیں اور دین اسلام کے بنیادی مصادر ہیں [4] اور عقیدہ و عمل یا حلال و حرام کے بیان میں ان دونوں سے ایسی حجت قائم ہوتی

جس کا تعلق انسانی جذبات واحساسات، کیفیات اور احوال سے ہے۔

1 ﴿يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ [المائدة: 41]

2 ﴿مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَكِنْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [النساء: 46]؛ ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [البقرة: 104]؛ ﴿وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ (58) فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ﴾ [البقرة: 59]

3 زبان پر تحقیق کے بارے دو مناہج زیادہ معروف رہے ہیں؛ ہمہ وقتی اور ہم وقتی، پہلے کو تشریحی لسانیات اور دوسرے کو تاریخی لسانیات کہتے ہیں۔ [سہیل بخاری، ڈاکٹر، تشریحی لسانیات، فضلی سنز لمیٹڈ، کراچی، 1998ء، ص61]

4 ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ [الأحزاب: 34]؛ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: «... فَاحْذَرُوا يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ

ہے کہ جس کی بنیاد پر انسان آخرت میں مسؤل قرار پائے۔[1] قرآن وسنت کا باہمی تعلق لفظ و معنی کا ہے۔[2] قرآن مجید اللہ کے الفاظ ہیں جبکہ سنت منشائے متکلم کے مطابق ان کا

نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ...» [الحاكم، أبو عبد الله محمد بن عبد الله بن محمد النيسابوري المعروف بابن البيع، المستدرك على الصحيحين، دار الكتب العلمية — بيروت، 1990ء، 171/1]

[1] ﴿وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ﴿29﴾﴾ [التوبة]؛ «الْمِقْدَامَ بْنَ مَعْدِي كَرِبَ، يَقُولُ: حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ أَشْيَاءَ، ثُمَّ قَالَ: يُوشِكُ أَحَدُكُمْ أَنْ يُكَذِّبَنِي وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ يُحَدَّثُ بِحَدِيثِي، فَيَقُولُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللهِ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَلَالٍ اسْتَحْلَلْنَاهُ، وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ، أَلَا وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللهُ» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 429/28]؛ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ الْكِنْدِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ يَنْثَنِي شَبْعَانًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِالْقُرْآنِ، فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ، أَلَا وَلَا لُقَطَةٌ مِنْ مَالِ مُعَاهَدٍ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُمْ، فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُمْ، فَلَهُمْ أَنْ يُعْقِبُوهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُمْ» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 410/28-411]

[2] ﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿44﴾﴾ [النحل]

بیان ہے۔[1] قرآن مجید میں الفاظ تلقی وتلاوت[2] جبکہ سنت نبوی میں معنی تحمل واداء[3] کی

---

[1] لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ﴿16﴾ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ﴿17﴾ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ﴿18﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴿19﴾ [القيامة]

[2] قرآن مجید، اللہ کا کلام اور قراءات منزل من اللہ ہیں۔ قرآن مجید کی سند میں میں قاری اور المقری الفاظ کی شیخ سے تلقی کر کے شاگرد پر ان کی تلاوت کرتا ہے۔ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ﴿6﴾ [التوبة]؛ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ ﴿12﴾ الأعراف؛ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ ﴿75﴾ [ص]؛ وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ﴿120﴾ [الأعراف]؛ فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ﴿46﴾ [الشعراء]؛ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ ۚ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿43﴾ [النحل]؛ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ ۖ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿7﴾ [الأنبياء]؛ بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا ۚ ﴿41﴾ [هود]؛ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿22﴾ [الغاشية]؛ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴿54﴾ [الروم]؛ مَالِكٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ؛ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَؤُهَا.وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَقْرَأَنِيهَا. فَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ. ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتَّى انْصَرَفَ. ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ، فَجِئْتُ بِهِ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي سَمِعْتُ هذَا يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ: «أَرْسِلْهُ»، ثُمَّ قَالَ: اقْرَأْ»، فَقَرَأَ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: «هَكَذَا أُنْزِلَتْ، ثُمَّ قَالَ لِي: اقْرَأْ، فَقَرَأْتُهَا». فَقَالَ: «هَكَذَا أُنْزِلَتْ؛ إِنَّ هذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَاقْرَؤُا مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ. [مالك بن أنس بن مالك بن عامر الأصبحي المدني، الموطأ، كتاب الْقُرْآنُ، باب مَا جَاءَ فِي الْقُرْآنِ، مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان للأعمال الخيرية والإنسانية - أبو ظبي — الإمارات، الأولى، 1425 هـ - 2004 م، 2/281-282]

[3] قرآن مجید میں اصل لفظ ہے جبکہ سنت میں اصل معنی ہے لہٰذا حدیث کی سند میں محدث اپنے شیخ سے سنت کا تحمل کرتا ہے اور اپنے شاگرد کے سامنے اس کو ادا کرتا ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ

صورت میں، قراءات اور حدیث کی اصطلاحات کے ساتھ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک نسل در نسل منتقل ہوا ہے۔ قرآن مجید روایت باللفظ ہے جبکہ حدیث کہیں روایت باللفظ اور کہیں روایت بالمعنی ہے۔[1] قرآن مجید یا حدیث نبوی کے فہم میں سلف صالحین کا "منہج استدلال" حجت (binding) ہے[2] اور اگر نص کے

اللہ عزوجل کے ہیں جبکہ سنت میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ بھی ہیں جیسا کہ قولی سنت کی مثال ہے اور صحابی کے بھی ہیں جیسا کہ فعلی اور تقریری سنت کی مثالیں ہیں۔

[1] عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسَةٍ، عَلَى أَنْ يُوَحَّدَ اللهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَصِيَامِ رَمَضَانَ، وَالْحَجِّ»، فَقَالَ رَجُلٌ: الْحَجُّ، وَصِيَامُ رَمَضَانَ، قَالَ: «لَا، صِيَامُ رَمَضَانَ، وَالْحَجُّ» هَكَذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ قول النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ، 45/1]؛ عَنِ البَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ، فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلاَةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الأَيْمَنِ، ثُمَّ قُلْ: اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لاَ مَلْجَأَ وَلاَ مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ، فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ، فَأَنْتَ عَلَى الفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهِ». قَالَ: فَرَدَّدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا بَلَغْتُ: اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، قُلْتُ: وَرَسُولِكَ، قَالَ: «لاَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الوُضُوءِ، بَابُ فَضْلِ مَنْ بَاتَ عَلَى الوُضُوءِ، 58/1-59]

[2] وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ﴿100﴾ [التوبة]؛ «...وَإِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً»، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي» [الترمذي، محمد بن عيسى بن سورة، سنن الترمذي، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، 1975ء، 26/5]؛ فَقَالَ الْعِرْبَاضُ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَأَنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ فَقَالَ «أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا،

کسی معنی پر مسلمان اہل علم کا اتفاق ہو جائے تو اس سے اختلاف گمراہی کا رستہ ہے۔[1] اجماع اور قیاس مظہر حکم ہیں نہ کہ مثبت شریعت۔[2] کلام میں اصل حقیقت ہے اور مجاز

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ» [سنن أبي داود، كتاب السُّنَّةِ، بَابُ لُزُومِ السُّنَّةِ، 200/4]؛ «خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِينَ يَلُونِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ» [صحيح مسلم، كتاب الْفَضَائِلِ، بَابُ فَضْلِ الصَّحَابَةِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، 1962/4]؛ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ، وَقُلِ اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَهْبَةً وَرَغْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَى مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ» قَالَ «فَإِنْ مِتَّ مِتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُولُ» قَالَ الْبَرَاءُ: فَقُلْتُ: أَسْتَذْكِرُهُنَّ، فَقُلْتُ: وَبِرَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ، قَالَ: «لَا، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ» [سنن أبي داود، أَبْوَابُ النَّوْمِ، بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ النَّوْمِ، 311/4]

[1] وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿115﴾ [النساء]؛ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ ﴿143﴾ [البقرة]

[2] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَمَاتَتْ قَبْلَ أَنْ تَحُجَّ، أَفَأَحُجَّ عَنْهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ، حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ؟»، قَالَتْ: نَعَمْ، فَقَالَ: «اقْضُوا اللهَ الَّذِي لَهُ، فَإِنَّ اللهَ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الِاعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، بَابُ مَنْ شَبَّهَ أَصْلًا مَعْلُومًا بِأَصْلٍ مُبَيَّنٍ، قَدْ بَيَّنَ اللهُ حُكْمَهُمَا، لِيُفْهِمَ السَّائِلَ، 102/9]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ، وَإِنِّي أَنْكَرْتُهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَمَا أَلْوَانُهَا؟»، قَالَ: حُمْرٌ، قَالَ: «هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟»، قَالَ: إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا، قَالَ: «فَأَنَّى تُرَى ذَلِكَ جَاءَهَا»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، عِرْقٌ نَزَعَهَا، قَالَ: «وَلَعَلَّ هَذَا عِرْقٌ نَزَعَهُ»، وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الِانْتِفَاءِ مِنْهُ. [صحيح البخاري، كِتَابُ

کے لیے قرینہ چاہیے۔[1] کلام کبھی محکم ہوتا ہے اور کبھی متشابہہ[2] اور اس کی اپنے معنی پر دلالت کہیں قطعی ہے اور کہیں ظنی۔[3] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر اور اجتہاد

الِاعْتِصَامِ بِالكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، بَابُ مَنْ شَبَّهَ أَصْلًا مَعْلُومًا بِأَصْلٍ مُبَيَّنٍ، قَدْ بَيَّنَ اللَّهُ حُكْمَهُمَا، لِيُفْهِمَ السَّائِلَ، 101/9]

قواعد عامہ اور ادلہ اجمالیہ میں سے شرائع من قبلنا اور قول صحابی کا تعلق "شریعت" سے ہے جبکہ استصلاح، سد الذرائع، عرف، استحسان "منہاج" کے اصول ہیں۔

[1] عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: أُنْزِلَتْ: {وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الخَيْطُ الأَبْيَضُ، مِنَ الخَيْطِ الأَسْوَدِ} وَلَمْ يَنْزِلْ {مِنَ الفَجْرِ}، فَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلِهِ الخَيْطَ الأَبْيَضَ وَالخَيْطَ الأَسْوَدَ، وَلَمْ يَزَلْ يَأْكُلُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رُؤْيَتُهُمَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ بَعْدُ: {مِنَ الفَجْرِ} فَعَلِمُوا أَنَّهُ إِنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ [صحيح البخاري، كِتَابُ الصَّوْمِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الخَيْطِ الأَسْوَدِ مِنَ الفَجْرِ}، 28/3]

[2] هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿7﴾ [آل عمران]

[3] يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ﴿11﴾ [النساء]؛ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ﴿228﴾ [البقرة]؛ «عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الأَحْزَابِ: «لاَ يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ العَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ» فَأَدْرَكَ بَعْضَهُمُ العَصْرُ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لاَ نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ نُصَلِّي، لَمْ يُرِدْ مِنَّا ذَلِكَ، فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ» [صحيح البخاري، كِتَابُ المَغَازِي، بَابُ مَرْجِعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الأَحْزَابِ، 112/5]؛ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: {حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الخَيْطِ الأَسْوَدِ} عَمَدْتُ إِلَى عِقَالٍ أَسْوَدَ،

دونوں حجت ہیں[1] جبکہ مفسر صحابہ کی "درایت تفسیری" حجت ہے[2] جبکہ "درایت

وَإِلَى عِقَالٍ أَبْيَضَ، فَجَعَلْتُهُمَا تَحْتَ وِسَادَتِي، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ فِي اللَّيْلِ، فَلاَ يَسْتَبِينُ لِي، فَغَدَوْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ لَهُ ذَلِكَ فَقَالَ: «إِنَّمَا ذَلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الصَّوْمِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الخَيْطُ، 28/3]؛ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: خَرَجَ رَجُلَانِ فِي سَفَرٍ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَيْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ، فَتَيَمَّمَا صَعِيدًا طَيِّبًا فَصَلَّيَا، ثُمَّ وَجَدَا الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ، فَأَعَادَ أَحَدُهُمَا الصَّلَاةَ وَالْوُضُوءَ وَلَمْ يُعِدِ الْآخَرُ، ثُمَّ أَتَيَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَا ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ لِلَّذِي لَمْ يُعِدْ: «أَصَبْتَ السُّنَّةَ، وَأَجْزَأَتْكَ صَلَاتُكَ». وَقَالَ لِلَّذِي تَوَضَّأَ وَأَعَادَ: «لَكَ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ» [سنن أبي داود، كِتَاب الطَّهَارَةِ، بَابٌ فِي الْمُتَيَمِّمِ يَجِدُ الْمَاءَ بَعْدَ مَا يُصَلِّ فِي الْوَقْتِ، 93/1]

لفظ کسی معنی کے لیے وضع ہونے کے اعتبار سے خاص، عام اور مشترک میں تقسیم ہوتا ہے۔ اب اس لفظ کا اپنے اس وضعی معنی میں استعمال ہوا ہے یا نہیں، اس پہلو سے حقیقت و مجاز اور صریح و کنایہ میں منقسم ہوتا ہے۔ اور لفظ کی اپنے وضعی یا غیر وضعی معنی میں دلالت کس قدر ظاہر ہے یا خفی، اس اعتبار سے ظہور کے چار درجات ظاہر، نص، مفسر اور محکم اور خفاء کے چار درجات خفی، مشکل، مجمل اور متشابہ ہیں۔ اور لفظ کی اپنے معنی پر دلالت کی صورت کیا ہے تو اس اعتبار سے اس کی چار قسمیں ہیں: عبارت نص، دلالت نص، اشارہ نص، اقتضائے نص۔ اس کی ایک دوسری تقسیم یہ ہے کہ لفظ اپنے معنی پر دلالت کے اعتبار سے منطوق اور مفہوم میں تقسیم ہوتا ہے۔ اور منطوق کی دلالت صریح ہوتی ہے یا غیر صریح۔ صریح کی دلالت مطابقت اور تضمن جبکہ غیر صریح کی اشارہ نص، اقتضائے نص اور ایمائے نص میں تقسیم ہوتی ہے۔ اور مفہوم کی تقسیم موافق اور مخالف میں ہوتی ہے۔

[1] وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿44﴾ [النحل]؛ إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ﴿105﴾ [النساء]

[2] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: ضَمَّنِي إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: «اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الكِتَابَ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الِاعْتِصَامِ بِالكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، 91/9]

اجتہادی" نہیں۔[1] اور فقہاءِ صحابہ کا اجتہاد اور فتویٰ معتبر ہے۔[2] خیر القرون میں ہی کتاب وسنت کے فہم کے دو اجتہادی مناہج دو مکاتب فکر، اہل الاثر اور اہل الرائے، کی صورت میں حجاز اور عراق میں وجود میں آئے۔[3] اہل الاثر کی ریاست امام مالک رحمہ اللہ اور اہل الرائے کی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے حصے میں آئی۔[4] اہل الاثر سے مالکی،

---

[1] مزید تفصیل کے لیے حافظ عبد اللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ کی کتاب "درایت تفسیر" ملاحظہ فرمائیں۔

[2] «فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ» [سنن أبي داود، كِتَاب السُّنَّةِ، بَابُ لُزُومِ السُّنَّةِ، المكتبة العصرية، صيدا – بيروت، 200/4]؛ «خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِينَ يَلُونِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ» [صحيح مسلم، كتاب الْفَضَائِلِ، بَابُ فَضْلِ الصَّحَابَةِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، 1962/4]

[3] «مَالِكٌ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمنِ؛ أَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ: كَمْ فِي إِصْبَعِ الْمَرْأَةِ؟ فَقَالَ: عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ.فَقُلْتُ: كَمْ فِي إِصْبَعَيْنِ؟ فَقَالَ: عِشْرُونَ مِنَ الْإِبِلِ. فَقُلْتُ: كَمْ فِي ثَلاَثٍ؟ فَقَالَ: ثَلاَثُونَ مِنَ الإِبِلِ. فَقُلْتُ: كَمْ فِي أَرْبَعٍ؟ فَقَالَ: عِشْرُونَ مِنَ الْإِبِلِ. فَقُلْتُ: حِينَ عَظُمَ جُرْحُهَا وَاشْتَدَّتْ مُصِيبَتُهَا نَقَصَ عَقْلُهَا؟ فَقَالَ سَعِيدٌ: أَعِرَاقِيٌّ أَنْتَ؟ قَالَ، فَقُلْتُ: بَلْ عَالِمٌ مُتَثَبِّتٌ. أَوْ جَاهِلٌ مُتَعَلِّمٌ. فَقَالَ: هِيَ السُّنَّةُ يَا ابْنَ أَخِي» [الموطأ: 1261/5-1262]

[4] "كانت المدينة المنورة موطن الرسول صلى الله عليه وسلم بعد هجرته، وهي مقر الدولة الإسلامية الأولى، وعاصمة الدولة الإسلامية بعد انتشار الإسلام، عاش في أكنافها المهاجرون والأنصار، وبعد انتقال عاصمة الخلافة منها بيقت لها الزعامة الدينية، فقد كان علماؤها ورثة العلم النبوي... والذين حملوا الراية بعد الصحابة، وساروا على نهجهم في المدينة المنورة كثيرون، أشهرهم: سعيد بن المسيب المتوفى سنة (94هـ)، عروة بن الزبير المتوفى سنة (94هـ)، أبو بكر بن عبد الرحمن بن الحارث بن هشام المخزومي المتوفى سنة (94هـ)، وعبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود المتوفى سنة (98هـ)، خارجة بن زيد بن ثابت (99هـ)، والقاسم بن محمد بن أبي بكر

شافعی، حنبلی اور ظاہری مکاتب فکر جبکہ اہل الرائے سے حنفی مکتبہ فکر کی ابتداء پڑی۔[1]

(107هـ)، وسليمان بن يسار (107هـ)، وهؤلاء هم الذين كان يطلق عليهم الفقهاء السبعة...عبد الله بن عبد الله بن عمر، سالم بن عبد الله بن عمر، أبان بن عثمان بن عفان، أبو سلمة بن عبد الرحمن بن عوف، على بن الحسين بن على بن أبي طالب، نافع مولى ابن عمر...وجاء بعد هذه الطبقة طبقة أخرى ومنهم: أبو بكر محمد بن عمرو بن حزم، وابناه محمد وعبد الله، وعبد الله بن عثمان بن عفان، وابنا محمد بن الحنفية، وجعفر بن محمد بن على بن الحسين، وعبد الله بن القاسم بن محمد بن أبي بكر الصديق، ومحمد بن مسلم بن شهاب الزهري، وقد انتهت رياسة هذه المدرسة إلى الامام مالك...انتقل الى الكوفة بعد تمصيرها مجموعة من الصحابة منهم ابن مسعود وأبو موسى الأشعري، وسعد بن أبي وقاص، وعمار بن ياسر، وحذيفة بن اليمان، وأنس بن مالك وازداد عدد الصحابة فيها بعد أن أذن عثمان بن عفان للصحابة بالخروج إلى الأمصار، ثم ازداد عددهم بعد وقوع الفتنة ومقتل الخليفة الراشد عثمان بن عفان، وقد بلغ عدد الصحابة الذين حلوا بها أكثر من ثلاثمائة صحابي، وقد جعلها على بن أبي طالب مقر خلافته، وقد قام بأمر علماء الكوفة بعد الصحابة جماعة من العلماء: منهم علقمة بن قيس النخعي (62هـ)، والأسود بن يزيد النخعي، وأبو ميسرة عمرو بن شراحيل الهمداني، ومسروق ابن الأجدع الهمداني (63هـ)، وعبيدة السلماني، وشريح بن الحارث الكندي (82هـ)، ثم جاءت الطبقة الثانية بعد هؤلاء أمثال: حماد بن أبي سليمان ومنصور بن المعتمر السلمي والمغيرة بن مقسم الضبي، وسليمان بن مهران الأعمش (148هـ)، وانتهت رياسة هذه المدرسة الى ابن أبي ليلى، وابن شبرمة، وشريك القاضي، وأبي حنيفة.'' [عمر سليمان الأشقر، الدكتور، تاريخ الفقه الإسلامي، دار النفائس، الأردن، 1991ء، 84-87]

[1] ''ثم المجتهدون من أئمة الأمة: محصورون في صنفين؛ لا يعدوان إلى ثالث أصحاب الحديث، وأصحاب الرأي. أصحاب الحديث: وهم أهل الحجاز؛ هم: أصحاب مالك بن أنس، وأصحاب محمد بن إدريس الشافعي، وأصحاب سفيان الثوري، وأصحاب أحمد بن حنبل، وأصحاب داود بن علي بن محمد الأصفهاني. وإنما سموا: أصحاب الحديث؛ لأن عنايتهم: بتحصيل الأحاديث، ونقل الأخبار، وبناء الأحكام على النصوص؛ ولا يرجعون إلى القياس الجلي والخفي ما وجدوا: خبراً، أو أثراً...أصحاب الرأي: وهم أهل العراق هم: أصحاب أبي حنيفة النعمان بن ثابت. ومن أصحابه:

اور عصر حاضر کے حالات و تقاضوں کے مطابق دین کی تعبیر و تشریح کے بیان میں کسی علمی روایت سے تمسک ضروری ہے[1] ورنہ تو ہر اس تعبیر دین یا بیانیے کی مثال ایک کٹی پتنگ کی سی ہو گی کہ جس کی سند دو چار واسطوں کے بعد منقطع ہو جاتی ہو۔[2] علماء کے

محمد بن الحسن، وأبو يوسف يعقوب بن إبراهيم بن محمد القاضي، وزفر بن الهذيل، والحسن بن زياد اللؤلؤي، وابن سماعة، وعافية القاضي، وأبو مطيع البلخي، وبشر المريسي. وإنما سموا أصحاب الرأي؛ لأن أكثر عنايتهم: بتحصيل وجه القياس، والمعنى المستنبط من الأحكام، وبناء الحوادث عليها؛ وربما يقدمون القياس الجلي على آحاد الأخبار.'' [الشهرستاني، أبو الفتح محمد بن عبد الكريم بن أبي بكر أحمد، الملل والنحل، مؤسسة الحلبي، 2/11-12]

[1] ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿4﴾ [الأحقاف]

[2] عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيَّ عَائِذَ اللَّهِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ عُمَيْرَةَ – وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ – أَخْبَرَهُ قَالَ: كَانَ لَا يَجْلِسُ مَجْلِسًا لِلذِّكْرِ حِينَ يَجْلِسُ إِلَّا قَالَ: «اللَّهُ حَكَمٌ قِسْطٌ هَلَكَ الْمُرْتَابُونَ»، فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يَوْمًا: إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ فِتَنًا يَكْثُرُ فِيهَا الْمَالُ، وَيُفْتَحُ فِيهَا الْقُرْآنُ حَتَّى يَأْخُذَهُ الْمُؤْمِنُ وَالْمُنَافِقُ، وَالرَّجُلُ، وَالْمَرْأَةُ، وَالصَّغِيرُ، وَالْكَبِيرُ، وَالْعَبْدُ، وَالْحُرُّ، فَيُوشِكُ قَائِلٌ أَنْ يَقُولَ: مَا لِلنَّاسِ لَا يَتَّبِعُونِي وَقَدْ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ؟ مَا هُمْ بِمُتَّبِعِيَّ حَتَّى أَبْتَدِعَ لَهُمْ غَيْرَهُ، فَإِيَّاكُمْ وَمَا ابْتُدِعَ، فَإِنَّ مَا ابْتُدِعَ ضَلَالَةٌ، وَأُحَذِّرُكُمْ زَيْغَةَ الْحَكِيمِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ عَلَى لِسَانِ الْحَكِيمِ، وَقَدْ يَقُولُ الْمُنَافِقُ كَلِمَةَ الْحَقِّ، قَالَ: قُلْتُ لِمُعَاذٍ: مَا يُدْرِينِي رَحِمَكَ اللَّهُ أَنَّ الْحَكِيمَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ وَأَنَّ الْمُنَافِقَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الْحَقِّ؟ قَالَ: «بَلَى، اجْتَنِبْ مِنْ كَلَامِ الْحَكِيمِ الْمُشْتَهِرَاتِ الَّتِي يُقَالُ لَهَا مَا هَذِهِ، وَلَا يُثْنِيَنَّكَ ذَلِكَ عَنْهُ، فَإِنَّهُ لَعَلَّهُ أَنْ يُرَاجِعَ، وَتَلَقَّ الْحَقَّ إِذَا سَمِعْتَهُ فَإِنَّ عَلَى الْحَقِّ نُورًا» [سنن أبي داود، كِتَاب السُّنَّةِ، بَابُ لُزُومِ السُّنَّةِ، 4/202]۔ بدعت کی مثال بھی کٹی پتنگ کی سی ہے کہ جس کی سند نہیں ہوتی اور کٹی پتنگ سے تشبیہ اس لیے دی ہے کہ اس کا مقدر زوال ہی ہوتا ہے یعنی وہ نیچے ہی آتی ہے، اوپر نہیں جاتی۔ علاوہ ازیں کٹی پتنگ ہوا کے رحم و کرم پر ہوتی ہے، وہ جس طرف چاہے اسے لے جائے۔ اگر ہوا تیز ہو گی تو شاید اسے بہت اونچا بھی اڑا لے جائے لیکن یہ اونچی اڑان عارضی ہو گی۔

اثری اور حنفی ہر دو روایتیں ہر دور میں بلاشبہ بیسیوں نہیں سینکڑوں اسناد سے ثابت ہوتی رہی

ہیں۔ اثری روایت کی ایک معاصر سند اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک یوں ہے: الدكتور الحافظ عبد الرحمن المدنى عن الشيخ عبد العزيز بن باز عن العلامة المحدث الشيخ عبد الحق الهاشمي عن الشيخ أحمد بن عبد الله بن سالم البغدادي عن الشيخ عبد الرحمن بن حسن بن محمد بن عبد الوهاب عن جده شيخ الإسلام محمد بن عبد الوهاب عن الشيخ عبد الله بن إبراهيم المدني عن الشيخ الفقيه عبد القادر التغلبي عن الشيخ المحدث عبد الباقي عن الشيخ المحدث أحمد بن مفلح الوفائي عن الشيخ الفقيه موسى بن أحمد الحجاوي عن الشيخ الفقيه أحمد بن محمد المقدسي المعروف بالشويكي عن الشيخ أحمد بن عبد الله العسكري عن الشيخ علاء الدين المرداوي عن الشيخ إبراهيم بن قندس البعلي عن الشيخ علاء الدين علي بن العباس المعروف بابن اللحام عن الشيخ الحافظ عبد الرحمن بن رجب عن الحافظ شمس الدين ابن القيم عن شيخ الإسلام الحافظ تقي الدين ابن تيمية عن الفخر ابن البخاري عن ابن قدامة المقدسي صاحب المغني عن عبد القادر الكيلاني صاحب الغنية وأبي الفرج بن الجوزي كلاهما عن أبي الوفاء عن ابن عقيل الحنبلي وأبي الخطاب الكلوذاني عن أبي يعلى الفراء عن ابن حامد الحنبلي عن أبي بكر البغوي المشهور بغلام الخلال عن شيخ الحنابلة أبي بكر الخلال عن أبي بكر المروذي عن إمام السنة أحمد بن حنبل الشيباني عن الإمام محمد بن إدريس الشافعي عن الإمام مالك بن أنس عن نافع مولى ابن عمر عن عبد الله بن عمر عن رسول الله صلي الله عليه وسلم۔

لیے "اجتہاد"[1] جبکہ عوام کے لیے "اتباع"[2] واجب ہے۔[1]

---

[1] اجتہاد نہ تو کتاب وسنت پر اضافے کا نام ہے اور نہ ہی تبدیلی احکام کا بلکہ اس سے مراد "کسی پیش آمدہ مسئلے میں، اہل علم کا، کتاب وسنت کی وسعتوں اور گہرائیوں میں، اللہ کے حکم، کو تلاش کرنے کی انتہائی جدوجہد، کرنا ہے۔" مزید تفصیل کے لیے پی ایچ ڈی مقالہ "عصر حاضر میں اجتماعی اجتہاد: ایک تجزیاتی مطالعہ" کا پہلا باب "اجتہاد کا تعارف" ملاحظہ فرمائیں۔

[2] اس کے لیے اہل علم کی ایک جماعت نے "تقلید" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ "اتباع" اور "تقلید" میں فرق یہ کیا جاتا ہے کہ "اتباع" میں عامی، اللہ کے حکم کے ساتھ، عالم دین سے دلیل بھی پوچھتا ہے، چاہے دلیل اس کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے جبکہ "تقلید" میں صرف اللہ کا حکم معلوم کیا جاتا ہے اور اس کی دلیل نہیں مانگی جاتی۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں عامی کا ذہن یہ بن جاتا ہے کہ اس نے اللہ کے حکم کی اتباع کی ہے اور عالم دین ایک ذریعہ ہے جبکہ دوسری صورت میں عامی کا ذہن سمجھتا تو یہی ہے کہ اس نے اللہ کے حکم کی اتباع کی ہے لیکن عالم دین اس کے لیے محض دین کا ذریعہ نہیں رہتا بلکہ خود مصدر بن جاتا ہے۔ ہماری نظر میں تقلید کی نسبت اتباع کی اصطلاح قابل ترجیح ہے۔ امام ابن عبد البر 463ھ نے اپنی کتاب ''جامع بیان العلم وفضلہ'' میں ''الْفَرَقِ بَيْنِ التَّقْلِيدِ وَالِاتِّبَاعِ'' کے نام سے باب باندھا ہے۔ ''وَالتَّقْلِيدُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ غَيْرُ الِاتِّبَاعِ؛ لِأَنَّ الِاتِّبَاعَ هُوَ تَتَبُّعُ الْقَائِلِ عَلَى مَا بَانَ لَكَ مِنْ فَضْلِ قَوْلِهِ وَصِحَّةِ مَذْهَبِهِ، وَالتَّقْلِيدُ أَنْ تَقُولَ بِقَوْلِهِ وَأَنْتَ لَا تَعْرِفُ وَجْهَ الْقَوْلِ وَلَا مَعْنَاهُ وَتَأْبَى مَنْ سِوَاهُ، أَوْ أَنْ يَتَبَيَّنَ لَكَ خَطَؤُهُ فَتَتَّبِعَهُ مَهَابَةَ خِلَافِهِ وَأَنْتَ قَدْ بَانَ لَكَ فَسَادُ قَوْلِهِ.'' [ابن عبد البر، أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عاصم القرطبي، جامع بيان العلم وفضله، دار ابن الجوزي، المملكة العربية السعودية، الأولى، 1414 هـ - 1994 م، 2/787-788]

اور "تقلید" ان اصولی مسائل میں حرام ہے کہ جو قطعی ہیں جیسا کہ توحید وشرک کے مسائل ہیں۔ اگر کوئی مقلد کسی عالم دین کی تقلید کرتے ہوئے کفر، شرک یا بدعت کا ارتکاب کرے گا تو یہ اس کے لیے آخرت میں ہر گز عذر نہ بنے گا۔ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿31﴾ [التوبة]؛ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي عُنُقِي صَلِيبٌ مِنْ ذَهَبٍ. فَقَالَ: «يَا عَدِيُّ اطْرَحْ عَنْكَ هَذَا الوَثَنَ»، وَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِي

سُورَةِ بَرَاءَةٌ: {اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ} [التوبة: 31]، قَالَ: «أَمَا إِنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَعْبُدُونَهُمْ، وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوهُ، وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ» [سنن الترمذي، أَبْوَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابٌ: وَمِنْ سُورَةِ التَّوْبَةِ، 278/5]

البتہ فروعی مسائل میں "تقلید" اس کے لیے جائز ہے جو "اجتہاد" کا اہل نہ ہو۔ "كَذَلِكَ الْمَسَائِلُ الفروعية: مِنْ غَالِيَةِ الْمُتَكَلِّمَةِ وَالْمُتَفَقِّهَةِ مَنْ يُوجِبُ النَّظَرَ وَالِاجْتِهَادَ فِيهَا عَلَى كُلِّ أَحَدٍ حَتَّى عَلَى الْعَامَّةِ وَهَذَا ضَعِيفٌ؛ لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ طَلَبُ عِلْمِهَا وَاجِبًا عَلَى الْأَعْيَانِ فَإِنَّمَا يَجِبُ مَعَ الْقُدْرَةِ وَالْقُدْرَةُ عَلَى مَعْرِفَتِهَا مِنْ الْأَدِلَّةِ الْمُفَصَّلَةِ تَتَعَذَّرُ أَوْ تَتَعَسَّرُ عَلَى أَكْثَرِ الْعَامَّةِ. وَبِإِزَائِهِمْ مِنْ أَتْبَاعِ الْمَذَاهِبِ مَنْ يُوجِبُ التَّقْلِيدَ فِيهَا عَلَى جَمِيعِ مَنْ بَعْدَ الْأَئِمَّةِ: عُلَمَائِهِمْ؛ وَعَوَامِّهِمْ. وَمِنْ هَؤُلَاءِ مَنْ يُوجِبُ التَّقْلِيدَ بَعْدَ عَصْرِ أَبِي حَنِيفَةَ وَمَالِكٍ مُطْلَقًا ثُمَّ هَلْ يَجِبُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ اتِّبَاعُ شَخْصٍ مُعَيَّنٍ مِنْ الْأَئِمَّةِ يُقَلِّدُهُ فِي عَزَائِمِهِ وَرُخَصِهِ؟ عَلَى وَجْهَيْنِ. وَهَذَانِ الْوَجْهَانِ ذَكَرَهُمَا أَصْحَابُ أَحْمَد وَالشَّافِعِيِّ لَكِنْ هَلْ يَجِبُ عَلَى الْعَامِّيِّ ذَلِكَ؟ وَالَّذِي عَلَيْهِ جَمَاهِيرُ الْأُمَّةِ أَنَّ الِاجْتِهَادَ جَائِزٌ فِي الْجُمْلَةِ؛ وَالتَّقْلِيدَ جَائِزٌ فِي الْجُمْلَةِ لَا يُوجِبُونَ الِاجْتِهَادَ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ وَيُحَرِّمُونَ التَّقْلِيدَ وَلَا يُوجِبُونَ التَّقْلِيدَ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ وَيُحَرِّمُونَ الِاجْتِهَادَ وَأَنَّ الِاجْتِهَادَ جَائِزٌ لِلْقَادِرِ عَلَى الِاجْتِهَادِ وَالتَّقْلِيدَ جَائِزٌ لِلْعَاجِزِ عَنْ الِاجْتِهَادِ. فَأَمَّا الْقَادِرُ عَلَى الِاجْتِهَادِ فَهَلْ يَجُوزُ لَهُ التَّقْلِيدُ؟ هَذَا فِيهِ خِلَافٌ وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يَجُوزُ حَيْثُ عَجَزَ عَنْ الِاجْتِهَادِ: إمَّا لِتَكَافُؤِ الْأَدِلَّةِ وَإِمَّا لِضِيقِ الْوَقْتِ عَنْ الِاجْتِهَادِ وَإِمَّا لِعَدَمِ ظُهُورِ دَلِيلٍ لَهُ؛ فَإِنَّهُ حَيْثُ عَجَزَ سَقَطَ عَنْهُ وُجُوبُ مَا عَجَزَ عَنْهُ وَانْتَقَلَ إلَى بَدَلِهِ وَهُوَ التَّقْلِيدُ كَمَا لَوْ عَجَزَ عَنْ الطَّهَارَةِ بِالْمَاءِ. وَكَذَلِكَ الْعَامِّيُّ إذَا أَمْكَنَهُ الِاجْتِهَادُ فِي بَعْضِ الْمَسَائِلِ جَازَ لَهُ الِاجْتِهَادُ فَإِنَّ الِاجْتِهَادَ مُنَصَّبٌ يَقْبَلُ التجزي وَالِانْقِسَامَ فَالْعِبْرَةُ بِالْقُدْرَةِ وَالْعَجْزِ وَقَدْ يَكُونُ الرَّجُلُ قَادِرًا فِي بَعْضٍ عَاجِزًا فِي بَعْضٍ لَكِنَّ الْقُدْرَةَ عَلَى الِاجْتِهَادِ لَا تَكُونُ إلَّا بِحُصُولِ عُلُومٍ تُفِيدُ مَعْرِفَةَ الْمَطْلُوبِ فَأَمَّا مَسْأَلَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ فَنٍّ فَيَبْعُدُ الِاجْتِهَادُ فِيهَا وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ." [ابن تيمية، تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم الحراني، مجموع الفتاوى، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية، 1416هـ/1995م، 203/20-204]

اور "تقلید" اور "تقلید شخصی" میں بھی فرق ہے۔ "تقلید شخصی" یعنی کسی متعین عالم دین کی تقلید کے جواز کی کوئی دلیل ہمارے دین میں موجود نہیں ہے بلکہ اس کے قائلین بھی اسے ایک

3- علم اور قوت (Power and Knowledge):

علم، توحید کی معرفت ہے [2] اور جس کا نتیجہ توحید کا انکار ہو، وہ علم نہیں جہالت ہے۔ [3] پیغمبروں کی بعثت کا مقصد خالق کے دیے ہوئے ضابطہ حیات کی نہ صرف تبلیغ تھی کہ فرد اپنے خالق کی بندگی اختیار کرے، طاغوت سے اجتناب کرے [4] اور اس پر آخرت میں اس بارے مسوئل (accountable) ہونے کے باب میں حجت قائم ہو [5]

انتظامی مسئلہ قرار دیتے ہیں۔

[1] فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿43﴾ [النحل]

[2] يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿43﴾ [مریم]؛ وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ﴿75﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا ۖ قَالَ هَٰذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ ﴿76﴾ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ﴿77﴾ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَٰذَا رَبِّي هَٰذَا أَكْبَرُ ۖ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿78﴾ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا ۖ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿79﴾ وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ ۚ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ ۚ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَن يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا ۗ وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۗ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿80﴾ وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ۚ فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿81﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ﴿82﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿83﴾ [الأنعام]

[3] قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونِّي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ﴿64﴾ [الزمر]؛ وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿138﴾ [الأعراف]

[4] وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ ﴿36﴾ [النحل]

[5] رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا

بلکہ اس کا نفاذ بھی تھا تاکہ معاشرے سے ظلم کا خاتمہ ہو اور اس میں عدل کا نظام قائم ہو۔[1] لہٰذا دلیل اور قوت دونوں صورتوں میں پیغمبروں کا غلبہ مقصود رہا ہے۔[2]

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے دو مقاصد تھے: تلاوت آیات اور تعلیم کتاب وسنت کے ذریعے فرد کا تزکیہ نفس[3] اور جہاد وقتال کے ذریعے بقیہ جمیع ادیان پر دین اسلام کا غلبہ۔[4] اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی وراثت، علماء[5] اور

حَكِيمًا ﴿165﴾ [النساء]

[1] لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۖ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿25﴾ [الحديد]

[2] كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿21﴾ [الحديد]؛ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿249﴾ [البقرة]؛ فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿251﴾ [البقرة]؛ الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿66﴾ [الأنفال]

[3] هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿2﴾ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿3﴾ [الجمعة]

[4] هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿33﴾ [التوبة]

[5] عَنْ قَيْسِ بْنِ كَثِيرٍ، قَالَ: قَدِمَ رَجُلٌ مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ، وَهُوَ بِدِمَشْقَ فَقَالَ: مَا أَقْدَمَكَ يَا أَخِي؟ فَقَالَ: حَدِيثٌ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَمَا جِئْتَ لِحَاجَةٍ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: أَمَا قَدِمْتَ لِتِجَارَةٍ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: مَا

خلافت، امراء کو منتقل ہوئی۔[1] "اجتہاد" اور "جہاد" دین کی دو بنیادی اصطلاحات ہیں اور اجتہاد کا مطلوب دلیل میں اسلام کا غلبہ[2] ہے جبکہ جہاد کا مقصود قوت میں اسلام کو

جِئْتُ إِلَّا فِي طَلَبِ هَذَا الحَدِيثِ؟ قَالَ: فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَبْتَغِي فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الجَنَّةِ، وَإِنَّ المَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضَاءً لِطَالِبِ العِلْمِ، وَإِنَّ العَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الأَرْضِ حَتَّى الحِيتَانُ فِي المَاءِ، وَفَضْلُ العَالِمِ عَلَى العَابِدِ، كَفَضْلِ القَمَرِ عَلَى سَائِرِ الكَوَاكِبِ، إِنَّ العُلَمَاءَ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ، إِنَّ الأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا إِنَّمَا وَرَّثُوا العِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَ بِهِ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ» [سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْعِلْمِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الفِقْهِ عَلَى العِبَادَةِ، 48/5]

[1] حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے: «لَسْتُ بِخَلِيفَةِ اللَّهِ، وَلَكِنِّي خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ» [ابن أبي شيبة، أبو بكر عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستي العبسي، الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار، مكتبة الرشد — الرياض الأولى، 1409هـ، 432/7]

[2] عَنْ عَمْرِو بْنِ العَاصِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا حَكَمَ الحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الِاعْتِصَامِ بِالكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، بَابُ أَجْرِ الحَاكِمِ إِذَا اجْتَهَدَ فَأَصَابَ أَوْ أَخْطَأَ، 108/9]؛ «الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ، اثْنَانِ فِي النَّارِ، وَوَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ، رَجُلٌ عَلِمَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ، وَرَجُلٌ قَضَى لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ اجْتَهَدَ فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ [ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجه، كِتَابُ الْأَحْكَامِ، بَابُ الْحَاكِمِ يَجْتَهِدُ فَيُصِيبُ الْحَقَّ، دار إحياء الكتب العربية - فيصل عيسى البابي الحلبي، 776/2]؛ عَنْ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى اليَمَنِ، فَقَالَ: «كَيْفَ تَقْضِي؟»، فَقَالَ: أَقْضِي بِمَا فِي كِتَابِ اللَّهِ، قَالَ: «فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟»، قَالَ: فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟»، قَالَ: أَجْتَهِدُ رَأْيِي، قَالَ: «الحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ» [سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْأَحْكَامِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي القَاضِي كَيْفَ يَقْضِي، 608/3]؛ «مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَاللَّهُ المُعْطِي وَأَنَا القَاسِمُ، وَلَا تَزَالُ هَذِهِ الأُمَّةُ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ

غالب کرنا ہے۔[1]

اور دین کی حفاظت اور فروغ کے دو ذرائع ہیں: علم[2] اور قوت۔[3] خالق نے علم کے

خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ، وَهُمْ ظَاهِرُونَ» [صـــحيح البخاري، كِتَابُ فَرْضِ الخُمُسِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ}، 85/4]

1 وَقَٰتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ ٱلدِّينُ كُلُّهُۥ لِلَّهِ ۚ فَإِنِ ٱنتَهَوْا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿39﴾ [الأنفال]

2 «نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا، فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ، فَإِنَّهُ رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 467/35]

3 عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْرَجَ مَرْوَانُ الْمِنْبَرَ يَوْمَ الْعِيدِ، فَبَدَأَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا مَرْوَانُ خَالَفْتَ السُّنَّةَ، أَخْرَجْتَ الْمِنْبَرَ يَوْمَ عِيدٍ وَلَمْ يَكُنْ يُخْرَجُ بِهِ، وَبَدَأْتَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَمْ يَكُنْ يُبْدَأُ بِهَا، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ رَأَى مُنْكَرًا فَاسْتَطَاعَ أَنْ يُغَيِّرَهُ بِيَدِهِ فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ بِلِسَانِهِ، فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ» [سنن ابن ماجه، كِتَابُ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ، وَالسُّنَّةُ فِيهَا بَابُ مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ، 406/1]

ذریعے دین کی حفاظت فرمائی[1] اور قوت کے ذریعے اہل دین کی۔[2] دین کے فروع کا منہج

[1] اللہ نے اپنے دین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے نہ کہ صرف قرآن مجید کا، اور دین میں کتاب وسنت دونوں شامل ہیں۔ ایک لفظ اور دوسرا معنی ہے اور دونوں وحی ہیں۔ یہ کہنا کہ اللہ نے لفظ کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے جبکہ معنی کا نہیں، ایک غیر منطقی دعوی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿9﴾ [الحجر]؛ ''وقال تعالى {إنا نحن نزلنا لذكر وإنا له لحافظون} وقال تعالى {قل إنمآ أنذركم بالوحي ولا يسمع الصم الدعآء إذا ما ينذرون} فأخبر تعالى كما قدمنا أن كلام نبيه صلى الله عليه وسلم كله وحي والوحي بلا خوف ذكر والذكر محفوظ بنص القرآن فصح بذلك أن كلامه صلى الله عليه وسلم كله محفوظ بحفظ الله عز وجل مضمون لنا أنه لا يضيع منه شيء إذ ما حفظ الله تعالى فهو باليقين لا سبيل إلى أن يضيع منه شيء فهو منقول إلينا كله فلله الحجة علينا أبدا.'' [ابن حزم، أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد الأندلسي الظاهري، الإحكام في أصول الأحكام، دار الآفاق الجديدة، بيروت، 98/1]؛ ''وَلَكِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ حَفِظَ اللَّهُ لَهَا مَا أَنْزَلَهُ كَمَا قَالَ - تَعَالَى -: {إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ} [الحجر: 9] فَمَا فِي تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ أَوْ نَقْلِ الْحَدِيثِ أَوْ تَفْسِيرِهِ مِنْ غَلَطٍ فَإِنَّ اللَّهَ يُقِيمُ لَهُ مِنَ الْأُمَّةِ مَنْ يُبَيِّنُهُ وَيَذْكُرُ الدَّلِيلَ عَلَى غَلَطِ الْغَالِطِ وَكَذِبِ الْكَاذِبِ فَإِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ وَلَا يَزَالُ فِيهَا طَائِفَةٌ ظَاهِرَةٌ عَلَى الْحَقِّ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ إِذْ كَانُوا آخِرَ الْأُمَمِ فَلَا نَبِيَّ - بَعْدَ نَبِيِّهِمْ - بَعْدَهُمْ وَلَا كِتَابَ بَعْدَ كِتَابِهِمْ. وَكَانَتِ الْأُمَمُ قَبْلَهُمْ إِذَا بَدَّلُوا وَغَيَّرُوا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا يُبَيِّنُ لَهُمْ وَيَأْمُرُهُمْ وَيَنْهَاهُمْ وَلَمْ يَكُنْ بَعْدَ مُحَمَّدٍ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - نَبِيٌّ، وَقَدْ ضَمِنَ اللَّهُ أَنْ يَحْفَظَ مَا أَنْزَلَهُ مِنَ الذِّكْرِ وَأَنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ، بَلْ أَقَامَ اللَّهُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ فِي كُلِّ عَصْرٍ مَنْ يَحْفَظُ بِهِ دِينَهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْقُرْآنِ وَيَنْفِي بِهِ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ وَانْتِحَالَ الْمُضِلِّينَ وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ. [ابن تيمية، تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم الحنبلي الدمشقي، الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح، دار العاصمة، السعودية، الثانية، 1419ھ/ 1999م، 38/3-39]

[2] «مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ يُطِعِ الأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي، وَإِنَّمَا الإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ، فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَعَدَلَ، فَإِنَّ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرًا وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الجِهَادِ وَالسِّيَرِ، بَابُ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَاءِ الإِمَامِ وَيُتَّقَى بِهِ، 50/4]

دعوت و جہاد ہے اور یہ دونوں قیامت تک جاری رہیں گے۔[1] اہل دین مغلوب ہوں تو دعوت و تبلیغ اصل منہج ہے[2] اور اگر غالب ہوں تو مسلم معاشرے میں پیدا شدہ بگاڑ کی اصلاح کے لیے ہر مومن سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا تقاضا ہے[3] جبکہ غیر مسلم معاشروں کو مغلوب و مفتوح کرنے کے لیے جہاد و قتال کا تاکہ اس کے نتیجے میں مخلوق کا مخلوق پر ظلم ختم ہو اور خالق کا عدل قائم ہو۔[4] معروف وہ ہے کہ جس کا شارع نے

---

[1] كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ۚ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿110﴾ [آل عمران]؛ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿111﴾ [التوبة]؛ «لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»، قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا، فَيَقُولُ: لَا، إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللهِ هَذِهِ الْأُمَّةَ [صحیح مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ نُزُولِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ حَاكِمًا بِشَرِيعَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، 137/1]

[2] فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿21﴾ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿22﴾ [الغاشية]؛ وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِجَبَّارٍ ۖ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ ﴿45﴾ [ق]؛ وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿40﴾ [الرعد]

[3] وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿71﴾ [التوبة]؛ «مَنْ رَأَى مُنْكَرًا فَاسْتَطَاعَ أَنْ يُغَيِّرَهُ بِيَدِهِ فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ بِلِسَانِهِ، فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ» [سنن ابن ماجه، كِتَابُ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ، وَالسُّنَّةُ فِيهَا بَابُ مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ، 406/1]

[4] وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿39﴾ [الأنفال]؛ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

مطالبہ کیا ہو اور منکر وہ ہے کہ جس سے شارع نے منع کیا ہو۔[1] مسلمانوں کے لیے امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے[2] جبکہ جہاد غیر مسلموں سے ہے لہٰذا نہ تو مسلمانوں کی

وَسَلَّمَ، فَقَالَ الرَّجُلُ: يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ، فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: «مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الجِهَادِ، وَالسِّيَرِ بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ العُلْيَا، 20/4]

[1] الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿157﴾ [التوبة]

[2] وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿71﴾ [التوبة]؛ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْرَجَ مَرْوَانُ الْمِنْبَرَ يَوْمَ الْعِيدِ، فَبَدَأَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا مَرْوَانُ خَالَفْتَ السُّنَّةَ، أَخْرَجْتَ الْمِنْبَرَ يَوْمَ عِيدٍ وَلَمْ يَكُنْ يُخْرَجُ بِهِ، وَبَدَأْتَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَمْ يَكُنْ يُبْدَأُ بِهَا، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ رَأَى مُنْكَرًا فَاسْتَطَاعَ أَنْ يُغَيِّرَهُ بِيَدِهِ فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ بِلِسَانِهِ، فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ» [سنن ابن ماجه، كِتَابُ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ، وَالسُّنَّةُ فِيهَا بَابُ مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ، 406/1]

باہمی لڑائی جہاد ہے[1] اور نہ ہی مسلمان حکمران کے خلاف خروج جائز ہے۔[2] مسلمانوں کا باہمی علمی وسیاسی افتراق وانتشار مذموم جبکہ اتفاق واتحاد مطلوب ہے لہٰذا اجماع کے حصول اور ریاست ہائے متحدہ اسلامی کے قیام کے جد وجہد دین کا بنیادی تقاضا ہے۔[3]

---

[1] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟»، قَالُوا: يَوْمٌ حَرَامٌ، قَالَ: «فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟»، قَالُوا: بَلَدٌ حَرَامٌ، قَالَ: «فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟»، قَالُوا: شَهْرٌ حَرَامٌ "، قَالَ: «فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا»، فَأَعَادَهَا مِرَارًا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ، اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّهَا لَوَصِيَّتُهُ إِلَى أُمَّتِهِ، فَلْيُبْلِغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ، «لاَ تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الحَجِّ، بَابُ الخُطْبَةِ أَيَّامَ مِنًى، 176/2]

[2] عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَهُوَ مَرِيضٌ، فَقُلْنَا: حَدِّثْنَا أَصْلَحَكَ اللهُ، بِحَدِيثٍ يَنْفَعُ اللهُ بِهِ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: دَعَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْنَاهُ، فَكَانَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا: «أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا، وَأَثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ»، قَالَ: «إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللهِ فِيهِ بُرْهَانٌ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الْإِمَارَةِ، بَابُ وُجُوبِ طَاعَةِ الْأُمَرَاءِ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ، وَتَحْرِيمِهَا فِي الْمَعْصِيَةِ، 1470/3]؛ قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا كُنَّا بِشَرٍّ، فَجَاءَ اللهُ بِخَيْرٍ، فَنَحْنُ فِيهِ، فَهَلْ مِنْ وَرَاءِ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قُلْتُ: هَلْ وَرَاءَ ذَلِكَ الشَّرِّ خَيْرٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قُلْتُ: فَهَلْ وَرَاءَ ذَلِكَ الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قُلْتُ: كَيْفَ؟ قَالَ: «يَكُونُ بَعْدِي أَئِمَّةٌ لَا يَهْتَدُونَ بِهُدَايَ، وَلَا يَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِي، وَسَيَقُومُ فِيهِمْ رِجَالٌ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينِ فِي جُثْمَانِ إِنْسٍ»، قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ أَصْنَعُ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنْ أَدْرَكْتُ ذَلِكَ؟ قَالَ: «تَسْمَعُ وَتُطِيعُ لِلْأَمِيرِ، وَإِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ، وَأُخِذَ مَالُكَ، فَاسْمَعْ وَأَطِعْ» [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِمَارَةِ، بَابُ الْأَمْرِ بِلُزُومِ الْجَمَاعَةِ عِنْدَ ظُهُورِ الْفِتَنِ، 1475/3]

[3] ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿105﴾ [آل عمران]؛ «وَإِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ

حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت ارضی اور آسمانوں سے نزول کے بعد اس کرہ ارضی پر جب نسل انسانی کا آغاز ہوا[1] توسب انسان ایک ہی ضابطہ حیات "اسلام" کے پیرو

أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً»، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي» [سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْإِيمَانِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا جَاءَ فِي افْتِرَاقِ هَذِهِ الْأُمَّةِ، 26/5]؛ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ﴿103﴾ [آل عمران]؛ شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ۖ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ﴿13﴾ [الشورى]؛ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، أَنَّهُ قَامَ فِينَا فَقَالَ: «أَلَا إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِينَا فَقَالَ: أَلَا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَإِنَّ هَذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ: ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ» [سنن أبي داود، كِتَاب السُّنَّةِ، بَابُ شَرْحِ السُّنَّةِ، 198/4]

[1] اور اس کے مطابق دنیا کی زندگی خالق کے حکم کے مطابق گزارنے کی دعوت اور تلقین کے لیے ہر دور اور ہر قوم میں پیغمبر مبعوث کیے گئے۔ اس طرح اس دنیا میں انسانی زندگی کی ابتداء ہوئی۔ اور زمین پر یہ دجلہ وفرات کے مابین کی سرزمین (Mesopotamia) تھی کہ جہاں پہلی انسانی تہذیب نے جنم لیا اور اس علاقے کو دنیا کی دیگر تہذیبوں کے لیے ایک مہد (cradle of civilization) کی حیثیت حاصل ہوئی۔ تہذیب انسانی کی پیدائش اور ابتداء میں عرصہ دراز تک نبیوں کی سرزمین بھی یہی علاقہ ہی رہا ہے۔ پس نبیوں کی اس سرزمین پر ایک آسمانی جوڑے سے خاندان اور خاندانوں سے معاشرے نے جنم لیا اور انسانوں کی اجتماعیت نے ایک آزاد سیاسی وجود کے طور ریاست کی شناخت حاصل کی۔ اسی طرح گویا کہ ریاست کا ادارہ آدم علیہ السلام کی خلافت ارضی کی نظریاتی بنیاد پر وجود میں آیا اور انسانی معاشرے کو منظّم کرنے کے لیے خلیفہ اول کو اللہ کی سرزمین میں آسمانی قانون جاری وساری کرنے کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔ نظریاتی ریاست سے مراد وہ ریاست ہے جو معاشرے کے اجتماعی اور سیاسی امور میں ایک نظریے کی مکمل مصدریت اور حاکمیت کو تسلیم کرتی ہو۔ انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے ان کے خالق نے انبیاء ورسل اور کتابوں کا سلسلہ جاری فرمایا۔ چونکہ انبیاء ورسل انسان کی دینی ودنیاوی دونوں قسم کی ضرورتوں اور تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے لہٰذا انہیں دونوں قسم کی سعادت وسیادت سے نوازا گیا۔ اس دنیا میں بھیجے جانے والے پہلے انسان نہ

تھے جبکہ بعد ازاں اپنی خواہش نفس اور شیطان کے بہکاوے میں آکر بعض انسانوں نے خالق کے دین سے اختلاف کا رستہ اختیار کیا۔[1] آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں جب کسی مسئلے میں باہمی اختلاف ہوا اور ایک نے غصے میں آکر دوسرے کو قتل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو مقتول نے قتل کے فعل کو نہ صرف گناہ بلکہ جہنم میں داخلے کا سبب بھی قرار دیا[2] کہ جس سے سورۃ بقرۃ کی آیت مبارکہ[3] میں معہود ضابطہ حیات کی موجودگی اور اس سے انحراف کے نقطہ آغاز کا علم ہوتا ہے۔[4]

پس خالق نے اپنے ابدی ضابطہ حیات کی حفاظت اور فروغ کے لیے انبیاء و رسل

صرف پہلے خالق کے پہلے نبی تھے بلکہ پہلے خلیفہ بھی تھے۔ اس زمین پر نبوت اور خلافت اس وقت سے ہے جب سے آدم علیہ السلام ہیں۔ اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو اس زمین پر پہلا انسان، پہلا نبی اور پہلا خلیفہ بنا کر بھیجا۔

[1] وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا ۚ ﴿19﴾ [یونس]

[2] وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ ۖ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿27﴾ لَئِن بَسَطتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ ۖ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿28﴾ إِنِّي أُرِيدُ أَن تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿29﴾ [المائدۃ]

[3] قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿38﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿39﴾ [البقرۃ]

[4] پہلی انسانی تہذیب کے اتارے گئے آسمانی قانون میں قتل کو ایک جرم قرار دیا گیا تھا اور آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے اپنے بھائی کو ناحق قتل کر کے اس دنیا میں خدا کے قانون سے بغاوت اور سرکشی کی رسم کو جاری کیا۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لاَ تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا، إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا، لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ القَتْلَ» [صحيح البخاري، كِتَابُ أَحَادِيثِ الأَنْبِيَاءِ، بَابُ خَلْقِ آدَمَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَذُرِّيَّتِهِ، 133/4]

کی بعثت اور آسمانی صحف و کتب کے نزول کا سلسلہ جاری فرمایا کہ جس کے دو مقاصد تھے؛ ایک مقصد تو انذار و تبشیر اور دعوت و تبلیغ کے رستے انسانوں کو خالق کے ضابطہ حیات کے بارے آگاہ کرنا اور دوسرا انسانوں کے باہمی اختلافات میں خالق کے حکم کے مطابق فیصلہ فرماتے ہوئے اس کے ابدی دین کو انسانی معاشروں میں جاری وساری کرنا۔[1] حضرت آدم علیہ السلام اسی معنی میں خالق کے نبی اور خلیفہ تھے۔[2] اور حضرت داؤد علیہ السلام کے بیان میں تو نص صریح موجود ہے کہ نبی کے خلیفہ ہونے سے خالق

---

[1] كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ﴿213﴾ [البقرة]

[2] امام المفسرین ابن جریر طبری رحمہ اللہ متوفی 310ھ جلیل القدر مفسرین صحابہ کے اقوال کی روشنی میں آدم علیہ السلام کے خلیفہ ہونے کا معنی متعین کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فكان تأويل الآية على هذه الرواية التي ذكرناها عن ابن مسعود وابن عباس: إني جاعل في الأرض خليفةً مني يخلفني في الحكم بين خلقي. وذلك الخليفة هو آدمُ ومن قام مقامه في طاعة الله والحكم بالعدل بين خلقه. [الطبري، أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، جامع البيان في تأويل القرآن، مؤسسة الرسالة، 1420 هـ - 2000 م، 6/30] امام بغوی رحمہ اللہ متوفی 510ھ آدم علیہ السلام کے خلیفہ ہونے کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَالْمُرَادُ بِالْخَلِيفَةِ هَاهُنَا آدَمُ ... وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ خَلِيفَةُ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ لِإِقَامَةِ أَحْكَامِهِ وَتَنْفِيذِ وَصَايَاهُ. [البغوي، أبو محمد الحسين بن مسعود، معالم التنزيل في تفسير القرآن = تفسير البغوي، دار طيبة للنشر والتوزيع، الرابعة، 1417 هـ - 1997 م، 79/1] امام قرطبی متوفی 671ھ نے آدم علیہ السلام کے خلیفہ ہونے کے مذکورہ بالا معنی کی نسبت جمیع مفسرین کی طرف کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: وَالْمَعْنِيُّ بِالْخَلِيفَةِ هُنَا- فِي قَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَجَمِيعِ أَهْلِ التَّأْوِيلِ- آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَهُوَ خَلِيفَةُ اللَّهِ فِي إِمْضَاءِ أَحْكَامِهِ وَأَوَامِرِهِ. [القرطبي، أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين، الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي، دار الكتب المصرية – القاهرة، 1384هـ - 1964 م، 263/1]

کی مراد یہ ہے کہ وہ خالق کے حکم کو اس کی مخلوق میں نافذ اور لاگو کریں۔[1]

پس خالق کی طرف سے پیغمبر دو حیثیتوں سے دنیا میں بھیجے جاتے تھے ایک نبی اور دوسرا خلیفہ ہونے کی۔ پہلی حیثیت میں وہ خالق کے حکم کو اس کی مخلوق تک پہنچانے کے لیے واسطہ ہوتے ہیں جبکہ دوسری حیثیت میں وہ خالق کے حکم کو اس کی مخلوق کے مابین جاری وساری کرتے ہیں اور اللہ کے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت اگرچہ ختم ہو گئی لیکن علم میں وراثت اور قوت میں خلافت جاری ہے۔[2] حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ قرار دیا۔[3] ان کے بعد صحابہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ قرار دیا۔[4] پس خلافت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] يَادَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ [ص: 26]۔ آدم علیہ السلام کو زمین کی جو خلافت عطا کی گئی تو اس کا مقصد اللہ کے حکم کو اللہ کی سرزمین میں نافذ کرنا تھا۔ پس آدم علیہ السلام اسی معنی میں خلیفہ تھے کہ جس معنی میں حضرت داؤد علیہ السلام کو خلیفہ بنایا گیا۔ علامہ احمد بن مصطفیٰ المراغی متوفی 1371ھ لکھتے ہیں: ويرى جمع من المفسرين أن المراد بالخلافة الخلافة عن الله في تنفيذ أوامره بين الناس، ومن ثم اشتهر «الإنسان خليفة الله في الأرض» ويشهد له قوله تعالى: (يا داوُدُ إِنَّا جَعَلْناكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ). [المراغي، أحمد بن مصطفى، تفسير المراغي، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبي وأولاده بمصر، الأولى، 1365 هـ - 1946 م، 80/1]

[2] «كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لاَ نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ» قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: «فُوا بِبَيْعَةِ الأَوَّلِ فَالأَوَّلِ، أَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ، فَإِنَّ اللَّهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ» [صحيح البخاري: 169/4]

[3] «لَسْتُ بِخَلِيفَةِ اللَّهِ، وَلَكِنِّي خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ» [ابن أبي شيبة، أبو بكر عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان، الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار، مكتبة الرشد — الرياض الأولى، 1409، 432/7]

[4] لَمَّا مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا مَاتَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالُوا لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:

"خلفائے راشدین" (632-661) کو منتقل ہوئی اور یہ دور خلافت، نبوت کے منہاج پر قائم تھا۔[1]

"خلافت راشدہ" سے یہ خلافت بنو امیہ (661-750) کو منتقل ہوئی جبکہ اس میں "ملوکیت" کی بھی آمیزش ہو چکی تھی۔ ملوکیت کی آمیزش کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو امیہ کے حکمرانوں کو خلفاء قرار دیا کیونکہ وہ خلیفہ کے منصب پر فائز تھے۔[2] بنو امیہ (661-750) سے یہ خلافت بنو عباس (750-1517) نے اور ان سے عثمانی ترکوں (1517-1924) نے بزور شمشیر حاصل کی۔[3] 1924ء میں

خَلِيفَةُ خَلِيفَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: «إِنَّ هَذَا لَكَثِيرٌ، فَإِذَا مُتُّ أَنَا فَقَامَ رَجُلٌ مَقَامِي قُلْتُمْ: خَلِيفَةُ خَلِيفَةِ خَلِيفَةِ رَسُولِ اللهِ، أَنْتُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَنَا أَمِيرُكُمْ. فَهُوَ سَمَّى نَفْسَهُ» [ابن سعد، أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء (المتوفى: 230هـ)، الطبقات الكبرى دار الكتب العلمية – بيروت الأولى، 1410 هـ - 1990 م، 213/3؛ عمر بن شبة (واسمه زيد) بن عبيدة بن ريطة النميري البصري، أبو زيد (المتوفى: 262هـ) ، تاريخ المدينة لابن شبة، السيد حبيب محمود أحمد – جدة، 1399 هـ، 678/2]

[1] عَنْ سَفِينَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الْخِلَافَةُ ثَلَاثُونَ عَامًا، ثُمَّ يَكُونُ بَعْدَ ذَلِكَ الْمُلْكُ، قَالَ سَفِينَةُ: أَمْسِكْ خِلَافَةَ أَبِي بَكْرٍ سَنَتَيْنِ، وَخِلَافَةَ عُمَرَ عَشْرَ سِنِينَ، وَخِلَافَةَ عُثْمَانَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً، وَخِلَافَةَ عَلِيٍّ سِتَّ سِنِينَ» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 248/36]

[2] «لَا يَزَالُ هَذَا الدِّينُ عَزِيزًا مَنِيعًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً»، فَقَالَ كَلِمَةً صَمَّنِيهَا النَّاسُ، فَقُلْتُ لِأَبِي: مَا قَالَ؟ قَالَ: «كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ» [صحيح مسلم: 1453/3]

[3] بنو عباس کے مد مقابل دو خلافتوں کا اعلان ہوا۔ ایک تو 909ء میں مصر کے فاطمی شیعہ نے یہ دعوی کیا کہ جنہیں صلاح الدین ایوبی نے 1171ء میں مٹا دیا اور دوسرے مدعی خلافت اندلس کے "عبد الرحمٰن الثالث" تھے کہ جنہوں نے 928ء میں خلیفہ کا لقب اختیار کیا۔ اندلس کے استثناء کے علاوہ بنو عباس کے دور میں جتنی بھی مقامی مسلمان حکومتیں قائم ہوئیں، ان کے حکمرانوں نے خلیفہ سے خطابات یا اعزازات لینے کو ہی اپنے لیے شرف سمجھا جیسا کہ محمود غزنوی نے "یمین الدولۃ" اور "امین الملۃ" جبکہ یوسف بن تاشفین نے "امیر المسلمین" اور

انگریزوں کی سازش کی سبب سے خلافت کاادارہ ختم کر دیا گیااور اس وقت سے امت مسلمہ میں اس ادارے کی بحالی کے لیے اسلامی تحریکیں برپا ہونا شروع ہوئیں۔

جس طرح ابتداء میں حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت ارضی میں تمام انسان ایک ہی دین پر تھے، بالکل اسی طرح انتہاء میں حضرت عیسی علیہ السلام کی خلافت ارضی میں تمام انسان ایک ہی دین پر ہوں گے۔[1] بہر حال یہ تو خالق کا تو "تکوینی امر" ہے جو پورا ہو کر رہنے والا ہے جبکہ "امر شرعی" یہ ہے کہ ابتداء اور انتہاء کے درمیان کی مدت میں خالق کے مومن بندے خالق کے دین کی حفاظت، فروغ اور غلبہ کے لیے دعوت وجہاد کا کام کریں۔[2] اللہ عزوجل اس دنیا میں اپنے بندوں پر

"سلطان" اور فرمانروائے ہند التمش نے بھی "سلطان" کا خطاب حاصل کیا۔ صلاح الدین ایوبی کو بھی خلیفہ کی طرف سے اسی قسم کی سند اختیار جاری کی گئی تھی۔ بنو عباس کے زوال کے بعد ان کا آخری خلیفہ المتوکل سوم 1517ء میں عثمانی ترک سلطان "سلیم اول" کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گیا تھا۔[خلافت، اردو دائرۃ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، 1973ء، 594-596/8]

[1] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ، وَإِنِّي أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ نَازِلٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ: رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، عَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَصَّرَانِ كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ، وَإِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ، فَيَدُقُّ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيَدْعُو النَّاسَ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَيُهْلِكُ اللهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ، وَيُهْلِكُ اللهُ فِي زَمَانِهِ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ، ثُمَّ تَقَعُ الْأَمَنَةُ عَلَى الْأَرْضِ حَتَّى تَرْتَعَ الْأُسُودُ مَعَ الْإِبِلِ، وَالنِّمَارُ مَعَ الْبَقَرِ، وَالذِّئَابُ مَعَ الْغَنَمِ، وَيَلْعَبَ الصِّبْيَانُ بِالْحَيَّاتِ، لَا تَضُرُّهُمْ، فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ سَنَةً، ثُمَّ يُتَوَفَّى، وَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 15/153-154]

[2] كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴿110﴾ [آل عمران]؛ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿39﴾ [الأنفال]؛ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا

"حجت" قائم کرتے ہیں تاکہ قیامت والے دن ان کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہے۔[1] یہ حجت دو طرح سے قائم ہوتی ہے، ایک رسول کی دعوت سے اور دوسرا خالق کی کتاب سے۔[2] محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آخری نبی ہیں، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد قیامت تک کے لیے خالق کے بندوں پر خالق کی کتاب کو "حجت" بنایا کیا گیا۔[3]

مشرکین ہوں یا اہل کتاب، دونوں کے بارے اللہ کی کتاب کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ یا تو اسلام قبول کریں یا پھر جزیہ دے کر رہیں۔[4] اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین

حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿29﴾ [التوبة]

[1] رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿165﴾ [النساء]

[2] لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿1﴾ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴿2﴾ [البينة]

[3] «الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ، وَسُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَآَنِ - أَوْ تَمْلَأُ - مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَالصَّلَاةُ نُورٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ، كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَايِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا» [صحيح مسلم، كِتَابِ الطَّهَارَةِ، بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ، 203/1]

[4] قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿29﴾ [التوبة]۔ اس آیت مبارکہ میں دو اصناف کا بیان ہے۔ پہلی قسم ان مشرکین کی ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اسے حرام قرار نہیں دیتے جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہو جیسا کہ سورۃ یونس [59]، سورۃ النحل [116] اور سورۃ الانعام [136-140] وغیرہ میں تفصیلات موجود ہیں۔ اور دوسری قسم ان اہل کتاب کی ہے جو دین حق کو اپنا دین

عرب کے مقابلہ کے لیے جب بھی صحابہ کا کوئی لشکر روانہ کرتے تھے تو انہیں تین چیزوں اسلام، جزیہ یا قتال کی دعوت دینے کی نصیحت فرماتے۔[1] مشرکین اور اہل کتاب

نہیں بناتے۔ ان دونوں سے جہاد و قتال کی غایت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔ اس آیت مبارکہ سے ما قبل آیات میں شروع سورہ توبہ ہی سے مشرکین کا بیان چلا رہا ہے اور متصل قبل آیت مبارکہ 27 میں [يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ...] کے بیان میں بھی مشرکین عرب ہی سے خطاب ہے۔ پس آیت مبارکہ 28 میں آغاز آیت [قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ...] میں جو قتال کا حکم دیا گیا تو اس میں بھی مشرکین عرب ہی مخاطب ہیں۔ اور ان کے بیان کے ذیل میں اہل کتاب کا بھی حکم بیان کر دیا گیا۔ تو ایک پہلو تو نظم قرآن کا ہوا جو اس بات کا متقاضی ہے کہ اس آیت مبارکہ میں دو اصناف کا مراد لینا زیادہ بہتر ہے اور دوسرا خود آیت مبارکہ کے الفاظ [قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ...] یہ واضح کرتے ہیں کہ ان سے مراد مشرکین عرب ہیں کیونکہ قرآن مجید نے اہل کتاب کا تعارف ایک ایسے گروہ کے طور نہیں کروایا جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہ رکھتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ جن مفسرین نے اس آیت مبارکہ میں جو حکم قتال بیان ہوا ہے، اسے ایک ہی صنف اہل کتاب سے متعلق کیا ہے تو انہیں یہ ثابت کرنے کے لیے تاویل کرنی پڑی کہ اہل کتاب کسی طرح اللہ کو بھی نہیں مانتے اور آخرت پر بھی ان کا ایمان نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک کسی تاویل کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ اس آیت مبارکہ میں دو اصناف کا ذکر ہے اور اس کی تقدیر عبارت یوں بیان کی جا سکتی ہے: قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ... وَ[الَّذِينَ] لَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ.

[1] «اغْزُوا بِاسْمِ اللَّهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ اغْزُوا وَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تَمْثُلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنْ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللَّهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْغَنِيمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلْهُمْ الْجِزْيَةَ فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ

کو مفتوح و مغلوب کرنے کی غرض سے "جہاد کا حکم" قیامت تک کے لیے باقی ہے[1] جبکہ ان پر جزیہ عائد کرنے کا حکم نزول مسیح ابن مریم علیہ السلام تک قائم رہے گا۔[2]
جہاد و قتال کی حکمت اسلام میں ایک ہی ہے اور وہ "ظلم وعدوان" ہے۔[3] اور اس کی

وَقَاتِلْهُمْ» [صحيح مسلم: 1357/3]؛ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ: سَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ: أَتُؤْخَذُ الْجِزْيَةُ مِمَّنْ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، أَخَذَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ الْبَحْرَيْنِ، وَعُمَرُ مِنْ أَهْلِ السَّوَادِ، وَعُثْمَانُ مِنْ بَرْبَرٍ.[عبد الرزاق بن همام بن نافع الحميري اليماني الصنعاني، أبو بكر، المصنف، المكتب الإسلامي – بيروت، الثانية، 1403، 69/6]

[1] «والجهادُ ماضٍ منذُ بعثني اللهُ إلى أن يقاتلَ آخِرُ أُمتي الدجالَ، لا يبطِلُه جَوْر جائرٍ، ولا عَدل عادلٍ» [سنن أبي داود: 184/4] البتہ یہ بات درست ہے کہ اس حدیث کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ اس امت میں ہر ہر لمحے قتال ہوتا رہے گا۔ اس حدیث کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ جہاد کی اجازت قیامت تک باقی رہے گی اور اسے کوئی منسوخ نہیں کر سکتا۔ اور جہاد یہاں وسیع معنی میں ہے کہ جس میں غلبہ دین کے لیے کی جانے والی ہر کوشش شامل ہے حتی کہ قتال بھی۔ "منذ بعثنی" کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ یہاں جہاد سے مراد محض قتال نہیں ہے جبکہ "یقاتل" کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں کہ یہاں جہاد میں قتال بھی شامل ہے۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں: «إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ» [سنن أبي داود: 274/3-275]۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں: «الخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الخَيْرُ إِلَى يَوْمِ القِيَامَةِ: الأَجْرُ وَالمغْنَمُ» [صحيح بخاري: 28/4]۔ اس معنی کی تمام روایات قرآن مجید کی آیت مبارکہ [وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ [الأنفال: 39] ہی کا ہی بیان ہیں۔

[2] «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضُ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ» [صحيح مسلم: 135/1]

[3] علت کے اوصاف میں اصل اور بنیادی ترین وصف مناسبت اور ملائمت کا ہے جبکہ انضباط تو انتقال علت یا قیاس کے لیے مطلوب ہے۔

دلیل نص صریح ہے۔[1] قرآن مجید میں بظاہر جن منضبط اوصاف کی بنیاد پر جہاد و قتال کا حکم دیا گیا ہے وہ دراصل "ظلم وعدوان" ہی کی صورتیں ہیں۔ اسلام "ظلم وعدوان" کی کسی صورت کو کسی طور برداشت نہیں کرتا، چاہے اہل ایمان پر ہو یا خواہ انسانوں پر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عزوجل نے "ظلم وعدوان" کے خاتمہ کے لیے ظالموں کے خلاف قتال کو مشروع قرار دیا ہے، چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔[2] اب اگر سوال یہ ہو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں مشرکین عرب، یہود عرب، اہل فارس اور اہل روم سے جہاد و قتال کیوں ہوا؟ اور اگر "اتمام حجت" وجہ نہیں تھی[3] تو اس جہاد و قتال کی کیا وجہ تھی؟ تو اس جہاد و قتال کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ "ظلم وعدوان" ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے، چاہے یہ ظلم ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر کرے یا خواہ ایک انسان دوسرے انسان پر کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں مشرکین عرب، اہل کتاب اور اہل فارس نے اپنے مذہبی عقائد کی روشنی میں جو ایک ظالمانہ اور استحصالی اجتماعی یا

---

[1] أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ﴿39﴾ [الحج]۔ اس آیت مبارکہ میں "باء" تعلیل کے لیے ہے۔ پس "ظلم وعدوان" جہاد و قتال کی وہ منصوص حکمت ہے کہ جسے کتاب وسنت نے ظلم کی متعین صورتوں کے بیان کے ساتھ علت بنا دیا ہے۔

[2] وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ ﴿9﴾ [الحجرات]؛ عَنِ الأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هَذَا الرَّجُلَ، فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرَةَ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيدُ؟ قُلْتُ: أَنْصُرُ هَذَا الرَّجُلَ، قَالَ: ارْجِعْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا التَقَى المسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالقَاتِلُ وَالمقْتُولُ فِي النَّارِ»، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا القَاتِلُ فَمَا بَالُ المقْتُولِ قَالَ: «إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الإِيمَانِ، بَابُ {وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ المؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا}، 15/1]

[3] اس بارے ملاحظہ ہو سہ ماہی "نظریات" میں شائع شدہ تحقیقی مضمون "قانون اتمام حجت اور قانون جہاد: ایک تجزیاتی مطالعہ"

ریاستی نظام قائم کر رکھا تھا، دراصل اس ظالم اور استحصالی ریاست کے خلاف جہاد و قتال کیا گیا ہے۔[1] پس ایک اسلامی ریاست کی اقوام عالم کے حوالہ سے دو خارجی ذمہ داریاں ہیں: ایک عالم دنیا تک پیغام رسالت کو پہنچانا اور دوسرا عالم دنیا سے ظلم کا خاتمہ۔ پہلی ذمہ داری کے لیے دعوت و تبلیغ کے عمل کو ریاست کی سرپرستی حاصل ہو گی جبکہ دوسری کے لیے جہاد و قتال کو ریاست کی بنیادی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے[2] بشرطیکہ ریاست اس کی اہلیت رکھتی ہو اور خارج میں حالات اس کی اجازت دیتے ہوں۔

---

[1] یہی وجہ ہے کہ حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ کا رستم کے دربار میں جو طویل مکالمہ ہوا اور اس میں رستم کے سوال پوچھنے پر کہ تم عرب ہم سے کیوں لڑنے آئے ہو؟ یہ جواب دیا: «اللَّهُ ابْتَعَثَنَا، وَاللَّهُ جَاءَ بِنَا لِنُخْرِجَ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ إِلَى عِبَادَةِ اللَّهِ، وَمِنْ ضِيقِ الدُّنْيَا إِلَى سِعَتِهَا، وَمِنْ جَوْرِ الأَدْيَانِ إِلَى عَدْلِ الإِسْلامِ» [الطبري، أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، دار التراث – بيروت، الثانية – 1387 هـ، 520/3]

[2] پہلی ذمہ داری کی دلیل قرآن مجید کی آیت [وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿آل عمران: 104﴾] ہے جبکہ دوسری ذمہ داری کی دلیل آیت مبارکہ [قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّـهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّـهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿التوبة: 29﴾] ہے۔ دوسری ذمہ داری کی ادائیگی میں البتہ یہ ضرور ملحوظ رکھا جائے گا کہ مسلمان ریاست کے پاس مشرک اور غیر مسلم اقوام کو مفتوح اور مغلوب کرنے کی استطاعت اور صلاحیت موجود ہے۔ اگر کسی مسلمان ریاست کے پاس یہ استطاعت اور صلاحیت نہ ہو گی تو اس کے لیے اس غرض سے جہاد و قتال بھی درست نہیں قرار پائے گا اور اس صورت میں وہ دوسری اقوام کے حوالے سے صرف دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری ادا کرنے پر اکتفا کریں گے۔ باقی رہی اسلامی ریاست کی داخلی ذمہ داریاں تو وہ اس تحریر کا موضوع نہیں ہے۔

4- ایمان اور اخلاق (Belief and Ethics):

ایمان دلیل بھی ہے اور مدلول بھی۔[1]

اسلام دین فطرت ہے کہ ہر بچہ مسلمان پیدا ہوتا ہے اور اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی وغیرہ بنادیتے ہیں۔[2] ایمان محض اندھے یقین (blind faith) کا نام نہیں بلکہ ایک تجربہ (experiment) ہے۔

مخلوق کافر اور مومن میں تقسیم ہے۔[3] خالق کی نظر میں کافر اور مومن برابر نہیں

---

[1] ﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَـٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ [الشورى: 52]؛ ﴿أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [الأنعام: 122]؛ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّـهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [الحديد: 28]؛ اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ [النور: 35]

[2] فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّـهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّـهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿30﴾ [الروم]؛ فَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، كَانَ يُحَدِّثُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَا تُنْتَجُ البَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ»، ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: {فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا} الآيَةَ. [صحيح البخاري، كِتَابُ الجَنَائِزِ، بَابُ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ، هَلْ يُصَلَّى عَلَيْهِ، وَهَلْ يُعْرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الإِسْلاَمُ، 2/94-95]

[3] هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَمِنكُم مُّؤْمِنٌ ۚ وَاللَّـهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿2﴾ [التغابن]

ہیں۔[1] اس کی نظر میں کافر بدترین انسان اور مومن بہترین انسان ہیں۔[2] کافر حربی کا حکم قتل،[3] ذمی کا جزیہ،[4] مستامن کا امن[5] اور معاہد کا صلح[6] ہے۔ مومن کے لیے کافر سے

---

[1] وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَىٰ مَوْلَاهُ أَيْنَمَا يُوَجِّههُّ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ ۖ هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَن يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿76﴾ [النحل]؛ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءُ ۚ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ ﴿58﴾ [غافر]؛ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿35﴾ [القلم]

[2] إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴿6﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴿7﴾ [البينة]

[3] وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿190﴾ [البقرة]؛ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ﴿75﴾ [النساء]

[4] قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿29﴾ [التوبة]

[5] وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ﴿6﴾ [التوبة]

[6] سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَن يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلَّ مَا رُدُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا ۚ فَإِن لَّمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ۚ وَأُولَٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿91﴾ [النساء]؛ وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿61﴾ [الانفال]

تعلق ولایت حرام[1] جبکہ تقیہ،[2] انصاف،[3] حسن سلوک[4] اور معاملہ[5] جائز ہے۔ اسلامی ریاست میں مومن اور کافر کے حقوق برابر نہیں ہیں۔[6]

---

[1] قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ ﴿4﴾ [الممتحنة]؛ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿51﴾ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَن تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي أَنفُسِهِمْ نَادِمِينَ ﴿52﴾ [المائدة]؛ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿23﴾ [التوبة]

[2] لَّا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ۗ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿28﴾ [آل عمران]

[3] لَّا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ ﴿8﴾ [الممتحنة]

[4] لَّا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿8﴾ [الممتحنة]

[5] الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ ۖ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۖ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿5﴾ [المائدة]

[6] قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿29﴾ [التوبة]؛ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ عَامَ الْفَتْحِ، عَلَى دَرَجَةِ الْكَعْبَةِ، فَكَانَ فِيمَا قَالَ: بَعْدَ أَنْ أَثْنَى عَلَى اللهِ، أَنْ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، كُلُّ حِلْفٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَمْ

يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ إِلَّا شِدَّةً، وَلَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ، وَلَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، يَدُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ، تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ، وَلَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَدِيَةُ الْكَافِرِ كَنِصْفِ دِيَةِ الْمُسْلِمِ، أَلَا وَلَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ، وَلَا جَنَبَ وَلَا جَلَبَ، وَتُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ فِي دِيَارِهِمْ، يُجِيرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَدْنَاهُمْ، وَيَرُدُّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَقْصَاهُمْ، ثُمَّ نَزَلَ. [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 587/11]؛ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَسْلَمَ، مَوْلَى عُمَرَ: أَنَّ عُمَرَ، كَتَبَ إِلَى أُمَرَاءِ الْأَجْنَادِ: «أَنْ لَا يَضْرِبُوا الْجِزْيَةَ عَلَى النِّسَاءِ، وَلَا عَلَى الصِّبْيَانِ، وَأَنْ يَضْرِبُوا الْجِزْيَةَ عَلَى مَنْ جَرَتْ عَلَيْهِ الْمُوسَى مِنَ الرِّجَالِ، وَأَنْ يُخْتَمُوا فِي أَعْنَاقِهِمْ، وَيَجُزُّوا نَوَاصِيَهُمْ مَنِ اتَّخَذَ مِنْهُمْ شَعْرًا، وَيُلْزِمُوهُمُ الْمَنَاطِقَ، وَيَمْنَعُوهُمُ الرُّكُوبَ إِلَّا عَلَى الْأُكُفِّ عَرْضًا» قَالَ: يَقُولُ: «رِجْلَاهُ مِنْ شِقٍّ وَاحِدٍ»، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: «وَفَعَلَ ذَلِكَ بِهِمْ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ حِينَ وَلِيَ» [المصنف لعبد الرزاق، كِتَابُ أَهْلِ الْكِتَابِ، باب هَدْمُ كَنَائِسِهِمْ، وَهَلْ يَضْرِبُوا بِنَاقُوسٍ؟، المكتب الإسلامي – بيروت، الثانية، 1403هـ، 85/6]؛ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، قَالَ: كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَنْ: «يُمْنَعَ النَّصَارَى بِالشَّامِ أَنْ يَضْرِبُوا نَاقُوسًا» قَالَ: «وَيُنْهَوْا أَنْ يَفْرِقُوا رُءُوسَهُمْ، وَيَجُزُّوا نَوَاصِيَهُمْ، وَيَشُدُّوا مَنَاطِقَهُمْ، وَلَا يَرْكَبُوا عَلَى سُرُجٍ، وَلَا يَلْبَسُوا عُصَبًا، وَلَا يَرْفَعُوا صُلُبَهُمْ فَوْقَ كَنَائِسِهِمْ فَإِنْ قَدَرُوا عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ فَعَلَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا بَعْدَ التَّقَدُّمِ إِلَيْهِ فَإِنَّ سَلَبَهُ لِمَنْ وَجَدَهُ» قَالَ: «وَكَتَبَ أَنْ يُمْنَعَ نِسَاؤُهُمْ أَنْ يَرْكَبْنَ الرَّحَائِلَ». قَالَ عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ: وَاسْتَشَارَنِي عُمَرُ فِي هَدْمِ كَنَائِسِهِمْ، فَقُلْتُ: «لَا تُهْدَمُ، هَذَا مَا صُولِحُوا عَلَيْهِ» فَتَرَكَهَا عُمَرُ. [المصنف لعبد الرزاق، كِتَابُ أَهْلِ الْكِتَابِ، باب هَدْمُ كَنَائِسِهِمْ، وَهَلْ يَضْرِبُوا بِنَاقُوسٍ؟، 61/6]؛ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، أَنَّ أَبَا مُوسَى، كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: أَنَّ الْمُسْلِمِينَ يَقَعُونَ عَلَى الْمَجُوسِ فَيَقْتُلُونَهُمْ، فَمَاذَا تَرَى؟ فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ: «فَإِنَّمَا هُمْ عَبِيدٌ فَأَقِمْهُمْ قِيمَةً فِيكُمْ»، فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَبُو مُوسَى ثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ، فَوَضَعَهَا عُمَرُ لِلْمَجُوسِ. [المصنف لعبد الرزاق، كِتَابُ أَهْلِ الْكِتَابِ، باب دِيَةُ الْمَجُوسِيِّ، 126/6]؛ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَنَشٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ أَمْصَارِ الْعَرَبِ أَوْ دَارِ الْعَرَبِ هَلْ لِلْعَجَمِ أَنْ يُحْدِثُوا فِيهَا شَيْئًا؟ فَقَالَ: أَيُّمَا مِصْرٍ مَصَّرَتْهُ الْعَرَبُ فَلَيْسَ لِلْعَجَمِ أَنْ يَبْنُوا فِيهِ [بيعةً]، وَلَا يَضْرِبُوا فِيهِ نَاقُوسًا، وَلَا يَشْرَبُوا فِيهِ خَمْرًا، وَلَا يَتَّخِذُوا فِيهِ خِنْزِيرًا، وَأَيُّمَا مِصْرٍ مَصَّرَتْهُ الْعَجَمُ فَفَتَحَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى الْعَرَبِ فَنَزَلُوا فِيهِ فَإِنَّ لِلْعَجَمِ

مَا فِي عَهْدِهِمْ، وَعَلَى الْعَرَبِ أَنْ يُوفُوا بِعَهْدِهِمْ وَلَا يُكَلِّفُوهُمْ فَوْقَ طَاقَتِهِمْ. [صالح بن عبد العزيز آل الشيخ، التكميل لما فات تخريجه من إرواء الغليل مع إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل، المكتب الإسلامي – بيروت، الثانية 1405 هـ – 1985م، 105/5]؛ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو شُرَحْبِيلَ الْحِمْصِيُّ عِيسَى بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمِّي أَبُو الْيَمَانِ، وَأَبُو الْمُغِيرَةِ جَمِيعًا، قَالَا: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، قَالُوا: كَتَبَ أَهْلُ الْجَزِيرَةِ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ: إِنَّا حِينَ قَدِمْتَ بِلَادَنَا طَلَبْنَا إِلَيْكَ الْأَمَانَ لِأَنْفُسِنَا وَأَهْلِ مِلَّتِنَا، عَلَى أَنَّا شَرَطْنَا لَكَ عَلَى أَنْفُسِنَا أَنْ لا نُحْدِثَ فِي مَدِينَتِنَا كَنِيسَةً، وَلا فِيهَا حَوْلَهَا دَيْرًا، وَلا قلابة، وَلا صَوْمَعَةَ رَاهِبٍ، وَلا نُجَدِّدَ مَا خَرُبَ مِنْ كَنَائِسِنَا، وَلا مَا كَانَ مِنْهَا فِي خِطَطِ الْمُسْلِمِينَ، وَأَنْ لا نَمْنَعَ كَنَائِسَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَنْزِلُوهَا فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَأَنْ نُوَسِّعَ أَبْوَابَهَا لِلْمَارَّةِ وَابْنِ السَّبِيلِ، وَلا نُؤْوِي فِيهَا وَلا فِي مَنَازِلِنَا جَاسُوسًا، وَأَنْ لا نَكْتُمَ أَمْرَهَا عَنِ الْمُسْلِمِينَ، وَأَنْ لا نَضْرِبَ نَوَاقِيسَنَا إِلا ضَرْبًا خَفِيفًا فِي جَوْفِ كَنَائِسِنَا، وَلا نُظْهِرَ عَلَيْهَا صَلِيبَنَا، وَلا نَرْفَعَ أَصْوَاتَنَا فِي الصَّلاةِ، وَلا الْقِرَاءَةِ فِي كَنَائِسِنَا فِيمَا يَحْضُرُهُ الْمُسْلِمُونَ، وَأَنْ لا نُخْرِجَ صَلِيبَنَا وَلا كِتَابَنَا فِي سُوقِ الْمُسْلِمِينَ، وَأَنْ لا نخرجَ بَاعُوثًا، الْبَاعُوثُ يَجْتَمِعُونَ كَمَا نَخْرُجُ يَوْمَ الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ، وَلا شعانينا، وَلا نَرْفَعَ أَصْوَاتَنَا مَعَ مَوْتَانَا، وَلا نُظْهِرَ النِّيرَانَ مَعَهُمْ فِي أَسْوَاقِ الْمُسْلِمِينَ، وَأَنْ لا نُجَاوِرَهُمْ بِالْخَنَازِيرِ، وَلا نَبِيعَ الْخَمْرَ، وَلا نُظْهِرَ شِرْكَنَا، وَلا نُرَغِّبَ فِي دِينِنَا، وَلا نَدْعُو إِلَيْهِ أَحَدًا، وَلا نَتَّخِذَ شَيْئًا مِنَ الرَّقِيقِ الَّذِي جَرَتْ عَلَيْهِ سِهَامُ الْمُسْلِمِينَ، وَأَنْ لا نَمْنَعَ أَحَدًا مِنْ أَقْرِبَائِنَا إِذَا أَرَادَ الدُّخُولَ فِي الْإِسْلامِ، وَأَنْ نَلْتَزِمَ زِيَّنَا حَيْثُ مَا كُنَّا، وَأَنْ لا نَتَشَبَّهَ بِالْمُسْلِمِينَ فِي لُبْسِ قَلَنْسُوَةٍ، وَلا عِمَامَةٍ، وَلا تعليقٍ، وَلا فَرْقِ شَعَرٍ، وَلا فِي مَرَاكِبِهِمْ، وَلا نَتَكَلَّمَ بِكَلامِهِمْ، وَأَنْ لا نَتَكَنَّى بِكُنَاهُمْ، وَأَنْ نَجُزَّ مَقَادِمَ رُءُوسِنَا، وَلا نفرق نَوَاصِيَنَا، وَنَشُدَّ الزَّنَانِيرَ عَلَى أَوْسَاطِنَا، وَلا نَنْقُشَ خَوَاتِمَنَا بِالْعَرَبِيَّةِ، وَلا نَرْكَبَ السُّرُوجَ وَلا نَتَّخِذَ شَيْئًا مِنَ السِّلاحِ، وَلا نَحْمِلَهُ، وَلا نَتَقَلَّدَ السُّيُوفَ، وَأَنْ نُوَقِّرَ الْمُسْلِمِينَ فِي مَجَالِسِهِمْ، وَنُرْشِدَ الطَّرِيقَ، وَنَقُومَ لَهُمْ عَنِ الْمَجَالِسِ إِذَا أَرَادُوا الْمَجَالِسَ، وَلا نَطَّلِعَ عَلَيْهِمْ فِي مَنَازِلِهِمْ، وَلا نُعَلِّمَ أَوْلادَنَا الْقُرْآنَ، وَلا يُشَارِكَ أَحَدُنَا مُسْلِمًا فِي تِجَارَةٍ إِلا أَنْ يَكُونَ إِلَى الْمُسْلِمِ مِنَ التِّجَارَةِ، وَأَنْ نُضِيفَ كُلَّ مُسْلِمٍ عَابِرِ سَبِيلٍ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ وَنُطْعِمَهُ مِنْ أَوْسَطِ مَا نَجِدُ، ضَمِنَّا لَكَ ذَلِكَ عَلَى أَنْفُسِنَا وَذَرَارِيِّنَا وَأَزْوَاجِنَا وَمَسَاكِنِنَا، وَإِنْ نَحْنُ غَيَّرْنَا، أَوْ خَالَفْنَا عَمَّا شَرَطْنَا عَلَى أَنْفُسِنَا، وَقَبِلْنَا الْأَمَانَ عَلَيْهِ فَلا ذِمَّةَ لَنَا، وَقَدْ حَلَّ لَكَ مِنَّا مَا

يَحِلُّ لِأَهْلِ الْمُعَانَدَةِ وَالشِّقَاقِ. فَكَتَبَ بِذَلِكَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ غَنْمٍ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ: أَنْ أَمْضِ لَهُمْ مَا سَأَلُوا، وَأَلْحِقْ فِيهِ حَرْفَيْنِ اشْتَرِطْهَا عَلَيْهِمْ مَعَ مَا شَرَطُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ: أَنْ لا يَشْتَرُوا مِنْ سَبَايَانَا شَيْئًا، وَمَنْ ضَرَبَ مُسْلِمًا عَمْدًا فَقَدَ خَلَعَ عَهْدَهُ. فأنفذ عبد الرحمن بن غنم ذلك، وأقر من أقام من الروم في مدائن الشام عَلَى هذا الشرط. [الخَلَّال، أبو بكر أحمد بن محمد بن هارون بن يزيد البغدادي الحنبلي (المتوفى: 311هـ)، أحكام أهل الملل والردة من الجامع لمسائل الإمام أحمد بن حنبل، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الأولى، 1414 هـ - 1994 م، 357-359]؛ ’’أنا عبد الدائم، ثنا عبد الوهاب، ثنا عبد الله، ثنا محمد بن هشام ابن البختري أبو جعفر المستملي، ثنا الربيع بن ثعلب الغنوي، ثنا يحيى بن عقبة [بن] أبي العيزار، عن سفيان الثوري والوليد بن نوح والسري بن مصرف، يذكرون عن طلحة بن مصرف، عن مسروق، عن عبد الرحمن بن غنم قال: كتبت لعمر بن الخطاب رضي الله عنه حين صالح نصارى أهل الشام .... ‘‘ [عبد الله بن أحمد بن ربيعة بن زبر الربعي، أبو محمد (المتوفى: 329هـ)، جزءٌ فيه شروط النصارى، دار البشائر الإسلامي، الأولى 1427 هـ - 2006 م، 25]؛ ’’أنا عبد الدائم، ثنا عبد الوهاب، ثنا عبد الله، ثنا محمد بن إسحاق بن راهويه الحنظلي، ثنا أبي، ثنا بقية بن الوليد، عن عبد الحميد بن بهرام، عن شهر بن حوشب، عن عبد الرحمن بن غنم: أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه كتب على النصارى حين صولحوا... ‘‘ [جزءٌ فيه شروط النصارى: 21-22]؛ ’’قال عبد الله: ووجدت هذا الحديث بالشام: رواه عبد الوهاب بن نجدة الحوطي، عن محمد بن حمير، عن عبد الملك بن حميد بن أبي غنية، عن السري بن مصرف وسفيان الثوري والوليد بن نوح، عن طلحة بن مصرف، عن مسروق بن الأجدع، عن عبد الرحمن بن غنم قال: كتبت لعمر بن الخطاب رضي الله عنه حين صالحه نصارى أهل الشام... فذكر مثله سواء بطوله.‘‘ [جزءٌ فيه شروط النصارى: 25]؛ ’’وذكر أحمد بن علي المصيصي المعروف بالحطيطي، ومسكنه بكفربيا، أن مخزوم بن حميد بن خالد حدثهم، عن أبيه حميد بن خالد، عن خالد بن عبد الرحمن، عن عبد السلام بن سلامة بن قيصر الحضرمي: كذلك كان في العهد الذي عهده عمر بن الخطاب رضي الله عنه إلى سلامة بن قيصر، في سنة ست من خلافة عمر: هذا عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه الذي أودعه سلامة بن قيصر، على أنهم اشترطوا على أنفسهم بهذا الشرط.‘‘ [جزءٌ فيه شروط النصارى: 31]؛ ’’ورأيته من حديث

أبي المغيرة عبد القدوس بن حجاج، عن إسماعيل بن عياش، أن غير واحد أخبرهم: أن أهل الجزيرة كتبوا لعبد الرحمن بن غنم: ((إنك لما قدمت بلادنا طلبنا إليك الأمان.. ..)) . كتبته بطوله، وهو عندي خطأ، والصـــواب ما رواه محمد بن إسماعيل؛ من جهات: منها: أن ســـليمان بن عبد الحميد البهراني حدث به عن محمد بن إسماعيل. وقال سـليمان: وهكذا قرأته في أصـل كتاب إسماعيل بن عياش بخطه. ومنها: قوله أن أهل الجزيرة كتبوا هذا الكتاب لعبد الرحمن بن غنم، وهذا غلط؛ لأن الذي افتتح الجزيرة وصـــالح أهلها هو عياض بن غنم، ما علمت في ذلك اختلافاً." [جزءٌ فيه شـــروط النصارى: 28]؛ "وهذه الشروط أشهر شيء في كتب الفقه والعلم، وهي مجمع عليها في الجملة، بين العلماء من الأئمة المتبوعين، وأصـحابهم، وسـائر الأئمة، ولولا شـهرتها عند الفقهاء لذكرنا ألفاظ كل طائفة فيها. وهي أصناف: الصنف الأول: ما مقصوده: التمييز عن المســلمين، في الشـعور واللباس والأسماء والمراكب والكلام، ونحوها؛ ليتميز المسـلم عن الكافر، ولا يتشـبه أحدهما بالآخر في الظاهر، ولم يرض عمر رضـي الله عنه والمسلمون بأصل التمييز، بل بالتميز في عامة الهدي، على تفاصيل معروفة في غير هذا الموضـع. وذلك يقتضـي: إجماع المسـلمين على التمييز عن الكفار ظاهرا، وترك التشـبه بهم ولقد كان أمراء الهدى، مثل العمرين وغيرهما، يبالغون في تحقيق ذلك بما يتم به المقصـــود... وكذلك فعل جعفر بن محمد بن هارون المتوكل بأهل الذمة في خلافته، واستشار في ذلك الإمام أحمد بن حنبل، وغيره، وعهوده في ذلك، وجوابات أحمد بن حنبل له معروفة. ومن جملة الشـــروط. ما يعود بإخفاء منكرات دينهم، وترك إظهارها كمنعهم من إظهـار الخمر والنـاقوس، والنيران والأعيـاد، ونحو ذلـك. ومنهـا: مـا يعود بإخفاء شـعار دينهم كأصـواتهم بكتابهم. فاتفق عمر رضـــي الله عنه، والمســلمون معه وسائر العلماء بعدهم ومن وفقه الله تعالى من ولاة الأمور على منعهم من أن يظهروا في دار الإسـلام شـيئا مما يختصـون به، مبالغة في أن لا يظهروا في دار الإسـلام خصـائص المشركين، فكيف إذا عملها المسلمون وأظهروها. ومنها: ما يعود بترك إكرامهم وإلزامهم الصـــغار الذي شـــرعه الله تعالى." [ابن تيمية، تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم الحنبلي (المتوفى: 728هــ)، اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم، دار عالم الكتب، بيروت، لبنان السابعة، 1419هـ - 1999م، 365-369]

دین فطرت میں "اسلام" ظاہر، "ایمان" باطن اور "احسان" دونوں کی تکمیل کا نام ہے۔[1] اسلام میں داخل ہونے کے لیے کلمہ شہادت کا اقرار ضروری ہے[2] جبکہ کفر اکبر یا شرک اکبر کے ارتکاب سے ایک شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا

---

[1] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ: مَا الإِيمَانُ؟ قَالَ: «الإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلاَئِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَبِلِقَائِهِ، وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ». قَالَ: مَا الإِسْلاَمُ؟ قَالَ: «الإِسْلاَمُ: أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ، وَلاَ تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمَ الصَّلاَةَ، وَتُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ المَفْرُوضَةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ». قَالَ: مَا الإِحْسَانُ؟ قَالَ: «أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الإِيمَانِ، بَابُ سُؤَالِ جِبْرِيلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الإِيمَانِ، وَالإِسْلاَمِ، وَالإِحْسَانِ، 19/1]

[2] فَقُلْتُ لَهُ: اعْرِضْ عَلَيَّ الإِسْلاَمَ، فَعَرَضَهُ فَأَسْلَمْتُ مَكَانِي، فَقَالَ لِي: «يَا أَبَا ذَرٍّ، اكْتُمْ هَذَا الأَمْرَ، وَارْجِعْ إِلَى بَلَدِكَ، فَإِذَا بَلَغَكَ ظُهُورُنَا فَأَقْبِلْ» فَقُلْتُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ، لَأَصْرُخَنَّ بِهَا بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ، فَجَاءَ إِلَى المَسْجِدِ وَقُرَيْشٌ فِيهِ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، إِنِّي أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فَقَالُوا: قُومُوا إِلَى هَذَا الصَّابِئِ، فَقَامُوا فَضُرِبْتُ لِأَمُوتَ. [صحيح البخاري، كِتَابُ المَنَاقِبِ، بَابُ قِصَّةِ زَمْزَمَ، 184/4]؛ فَجَلَسَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، حَدِّثْنِي مَا الْإِسْلامُ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْإِسْلامُ أَنْ تُسْلِمَ وَجْهَكَ لِلَّهِ، وَتَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ» قَالَ: فَإِذَا فَعَلْتُ ذَلِكَ فَقَدْ أَسْلَمْتُ؟ قَالَ: «إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ، فَقَدْ أَسْلَمْتَ» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 94/5]

ہے۔[1] کسی کلمہ گو کی "تکفیر" گناہ کبیرہ ہے[2] اور معین کی تکفیر اس وقت جائز ہو گی جبکہ کبار اور عادل اہل علم کی جماعت کا اس پر اتفاق ہو جائے۔[3] "کفر دون کفر" گناہ

---

[1] إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّـهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّـهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ﴿150﴾ أُولَـٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿151﴾ [النساء]؛ قُلِ اسْتَهْزِئُوا إِنَّ اللَّـهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ ﴿64﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّـهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿65﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿66﴾ [التوبة]؛ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَـٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَـٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿217﴾ [البقرة]؛ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ﴿100﴾ [آل عمران]؛ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّـهُ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴿44﴾ [المائدة]؛ وَصَدَّهَا مَا كَانَت تَّعْبُدُ مِن دُونِ اللَّـهِ ۖ إِنَّهَا كَانَتْ مِن قَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿43﴾ [النمل]؛ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ ﴿47﴾ [العنكبوت]؛ بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿59﴾ [الزمر]؛ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿121﴾ [الأنعام]؛ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّـهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ﴿106﴾ [يوسف]

[2] عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا» [صحيح البخاري، كِتَابُ الأَدَبِ، بَابُ مَنْ كَفَّرَ أَخَاهُ بِغَيْرِ تَأْوِيلٍ فَهُوَ كَمَا قَالَ، 26/8]

[3] عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ، فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ: «وَجَبَتْ»، ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرَى، فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا - أَوْ قَالَ: غَيْرَ ذَلِكَ - فَقَالَ: «وَجَبَتْ»، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قُلْتَ لِهَذَا وَجَبَتْ، وَلِهَذَا وَجَبَتْ، قَالَ: «شَهَادَةُ القَوْمِ المُؤْمِنُونَ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الأَرْضِ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الشَّهَادَاتِ، بَابُ

تَعْدِيلِ كَمْ يَجُوزُ؟، 169/3]

کبیرہ ہے نہ کہ "خارج عن الملۃ"۔ [1] ایک شخص میں اسلام وکفر، [1] ایمان ونفاق [1] اور اطاعت ومعصیت جمع ہو سکتے ہیں۔ [2]

---

[1] " 1 – روى ابن جرير الطبري بإسناد صحيح عن ابن عباس: (ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الكافرون) قال: هي به كفر، وليس كفرا بالله وملائكته وكتبه ورسله. 2 – وفي رواية عنه في هذه الآية: إنه ليس بالكفر الذي يذهبون إليه، إنه ليس كفرا ينقل عن الملة، كفر دون كفر. أخرجه الحاكم وقال: "صحيح الإسناد". ووافقه الذهبي، وحقهما أن يقولا: على شرط الشيخين. فإن إسناده كذلك. ثم رأيت الحافظ ابن كثير نقل في "تفسيره" عن الحاكم أنه قال: "صحيح على شرط الشيخين"، فالظاهر أن في نسخة "المستدرك" المطبوعة سقطا، وعزاه ابن كثير لابن أبي حاتم أيضا ببعض اختصار. 3 – وفي أخرى عنه من رواية علي بن أبي طلحة عن ابن عباس قال: من جحد ما أنزل الله فقد كفر، ومن أقر به ولم يحكم فهو ظالم فاسق. أخرجه ابن جرير. قلت: وابن أبي طلحة لم يسمع من ابن عباس، لكنه جيد في الشواهد. 4 – ثم روى عن عطاء بن أبي رباح قوله: (وذكر الآيات الثلاث): كفر دون كفر، وفسق دون فسق، وظلم دون ظلم. وإسناده صحيح. 5 – ثم روى عن سعيد المكي عن طاووس (وذكر الآية) قال: ليس بكفر ينقل عن الملة. وإسناده صحيح." [الألباني، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض، 1416 هـ – 1996 م، 6/113-114]؛ "ثم بعد هذا الاتفاق تبين أن أَهْلِ السُّنَّةِ اخْتَلَفُوا خِلَافًا لَفْظِيًّا، لَا يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ فَسَادٌ، وَهُوَ: أَنَّهُ هَلْ يَكُونُ الْكُفْرُ عَلَى مَرَاتِبَ، كُفْرًا دُونَ كُفْرٍ؟ كَمَا اخْتَلَفُوا: هَلْ يَكُونُ الْإِيمَانُ عَلَى مَرَاتِبَ، إِيمَانًا دُونَ إِيمَانٍ؟ وَهَذَا الِاخْتِلَافُ نَشَأَ مِنَ اخْتِلَافِهِمْ فِي مُسَمَّى "الْإِيمَانِ": هَلْ هُوَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ، أَمْ لَا؟ بَعْدَ اتِّفَاقِهِمْ عَلَى أَنَّ مَنْ سَمَّاهُ اللَّهُ تَعَالَى وَرَسُولُهُ كَافِرًا نُسَمِّيهِ كَافِرًا، إِذْ مِنَ الْمُمْتَنِعِ أَنْ يُسَمِّيَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ الْحَاكِمَ بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ كَافِرًا، وَيُسَمِّيَ رَسُولُهُ مَنْ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ كَافِرًا – وَلَا نُطْلِقُ عَلَيْهِمَا اسْمَ "الْكُفْرِ". وَلَكِنْ مَنْ قَالَ: إِنَّ الْإِيمَانَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ– قَالَ: هُوَ كُفْرٌ عَمَلِيٌّ لَا اعْتِقَادِيٌّ، وَالْكُفْرُ عِنْدَهُ عَلَى مَرَاتِبَ، كُفْرٌ دُونَ كُفْرٍ، كَالْإِيمَانِ عِنْدَهُ. وَمَنْ قَالَ: إِنَّ الْإِيمَانَ هُوَ التَّصْدِيقُ، وَلَا يَدْخُلُ الْعَمَلُ فِي مُسَمَّى الْإِيمَانِ، وَالْكُفْرُ هُوَ

الْجُحُودُ، وَلَا يَزِيدَانِ وَلَا يَنْقُصَانِ – قَالَ: هُوَ كُفْرٌ مَجَازِيٌّ غَيْرُ حَقِيقِيٍّ، إِذِ الْكُفْرُ الْحَقِيقِيُّ هو الذي ينقل عَنِ الْمِلَّةِ. وَكَذَلِكَ يَقُولُ فِي تَسْمِيَةِ بَعْضِ الْأَعْمَالِ بِالْإِيمَانِ، كَقَوْلِهِ تَعَالَى: {وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ} أَيْ صَلَاتَكُمْ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، إِنَّهَا سُمِّيَتْ إيمانا مجازا، لتوقف صحتها على الْإِيمَانِ، أَوْ لِدِلَالَتِهَا عَلَى الْإِيمَانِ، إِذْ هِيَ دَالَّةٌ عَلَى كَوْنِ مُؤَدِّيهَا مُؤْمِنًا. وَلِهَذَا يُحْكَمُ بإسلام الكافر إذا صلى كصلاتنا. فليس بين فقهاء الملة نِزَاعٌ فِي أَصْحَابِ الذُّنُوبِ، إِذَا كَانُوا مُقِرِّينَ بَاطِنًا وَظَاهِرًا بِمَا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ وَمَا تواتر عنه أَنَّهُمْ مِنْ أَهْلِ الْوَعِيدِ. وَلَكِنَّ الْأَقْوَالَ الْمُنْحَرِفَةَ قَوْلُ مَنْ يَقُولُ بِتَخْلِيدِهِمْ فِي النَّارِ، كَالْخَوَارِجِ وَالْمُعْتَزِلَةِ. . . وَهُنَا أَمْرٌ يَجِبُ أَنْ يُتَفَطَّنَ لَهُ، وَهُوَ: أَنَّ الْحُكْمَ بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَدْ يَكُونُ كُفْرًا يَنْقُلُ عَنِ الْمِلَّةِ، وَقَدْ يَكُونُ مَعْصِيَةً: كَبِيرَةً أَوْ صَغِيرَةً، وَيَكُونُ كُفْرًا: إِمَّا مَجَازِيًّا، وَإِمَّا كُفْرًا أَصْغَرَ، عَلَى الْقَوْلَيْنِ الْمَذْكُورَيْنِ. وَذَلِكَ بِحَسَبِ حَالِ الْحَاكِمِ: فَإِنَّهُ إِنِ اعْتَقَدَ أَنَّ الْحُكْمَ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ غَيْرُ وَاجِبٍ، وَأَنَّهُ مُخَيَّرٌ فِيهِ، أَوِ اسْتَهَانَ بِهِ مَعَ تَيَقُّنِهِ أَنَّهُ حُكْمُ [اللهِ]. – فَهَذَا كُفْرٌ أَكْبَرُ. وَإِنِ اعْتَقَدَ وُجُوبَ الْحُكْمِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ، وَعَلِمَهُ فِي هَذِهِ الْوَاقِعَةِ، وَعَدَلَ عَنْهُ مَعَ اعترافه بأنه مستحق للعقوبة، فهذاعَاصٍ، وَيُسَمَّى كَافِرًا كُفْرًا مَجَازِيًّا، أَوْ كُفْرًا أَصْغَرَ. وَإِنْ جَهِلَ حُكْمَ اللَّهِ فِيهَا، مَعَ بَذْلِ جُهْدِهِ وَاسْتِفْرَاغِ وُسْعِهِ فِي مَعْرِفَةِ الْحُكْمِ وأخطأ، فَهَذَا مُخْطِئٌ، لَهُ أَجْرٌ عَلَى اجْتِهَادِهِ، وَخَطَؤُهُ مَغْفُورٌ.'' [ابن أبي العز الحنفي، صدر الدين محمد بن علاء الدين عليّ بن محمد، شرح العقيدة الطحاوية، وزارة الشؤون الإسلامية، والأوقاف والدعوة والإرشاد، الرياض، الأولى – 1418 هـ، 303-305]

[1] وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ﴿106﴾ [يوسف]؛ وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۖ فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿9﴾ [الحجرات]؛ قَالَ: «فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ، وَأَمْوَالَكُمْ، وَأَعْرَاضَكُمْ، وَأَبْشَارَكُمْ، عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، أَلاَ هَلْ بَلَّغْتُ» قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: «اللَّهُمَّ اشْهَدْ، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ، فَإِنَّهُ رُبَّ مُبَلِّغٍ يُبَلِّغُهُ لِمَنْ هُوَ أَوْعَى لَهُ» فَكَانَ كَذَلِكَ، قَالَ: «لاَ تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الفِتَنِ، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لاَ تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ»، 50/9]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَــلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَتَى حَائِضًــا، أَوِ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا، أَوْ كَاهِنًا، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ».[ســنن الترمذي، أَبْوَابُ الطَّهَارَةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ إِتْيَانِ الحَائِضِ، 242/1]؛ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُــولُ اللَّهِ صَــلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَــلَّمَ: «العَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّــلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ» [ســنن الترمذي، أَبْوَابُ الْإِيمَانِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الصَّلَاةِ، 13/5] عَنْ زُبَيْدٍ، قَالَ: سَـأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنِ المرْجِئَةِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «سِبَابُ المسْلِمِ فُسُــوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ» [صــحيح البخاري، كِتَابُ الإِيمَانِ، بَابُ خَوْفِ المؤْمِنِ مِنْ أَنْ يَحْبَطَ عَمَلُهُ وَهُوَ لاَ يَشْــعُرُ، 19/1]؛ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِــيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُــولُ اللَّهِ صَــلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَــلَّمَ: «لاَ يَزْنِي العَبْدُ حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ يَسْــرِقُ حِينَ يَسْــرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ يَشْــرَبُ حِينَ يَشْــرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ يَقْتُلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ» قَالَ عِكْرِمَةُ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: كَيْفَ يُنْزَعُ الإِيمَانُ مِنْهُ؟ قَالَ: «هَكَذَا، وَشَـبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ، ثُمَّ أَخْرَجَهَا، فَإِنْ تَابَ عَادَ إِلَيْهِ هَكَذَا، وَشَـبَّكَ بَيْنَ أَصَـابِعِهِ» [صـحيح البخاري، كِتَابُ الحُدُودِ، بَابُ إِثْمِ الزُّنَاةِ، 164/8]

[1] عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًــا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْــلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْــلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الإِيمَانِ، بَابُ عَلاَمَةِ المنَافِقِ، 16/1]

[2] **ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۖ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿32﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿33﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۖ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ﴿34﴾ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِن فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ﴿35﴾ [فاطر]**؛ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي هَذِهِ الآيَةِ: {ثُمَّ أَوْرَثْنَا الكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِــدٌ وَمِنْهُمْ سَــابِقٌ بِالخَيْرَاتِ} قَالَ: «هَؤُلَاءِ كُلُّهُمْ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ، وَكُلُّهُمْ فِي الجَنَّةِ» [ســنن الترمذي، أَبْوَابُ تَفْسِـيرِ الْقُرْآنِ، وَمِنْ سُــورَةِ الملَائِكَةِ، 363/5]؛ عَنْ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ، أَنَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَــلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَــلَّمَ كَانَ اسْمُهُ عَبْدَ اللَّهِ، وَكَانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا، وَكَانَ يُضْحِكُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

اور عمل سے ایمان میں کمی بیشی ہونا حق ہے۔[1] اور ہم معین شخص کے بارے نہ جنت کی شہادت دیتے ہیں اور نہ ہی جہنم کی گواہی۔[2] جس کے دل میں رائی کے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ، فَأُتِيَ بِهِ يَوْمًا فَأَمَرَ بِهِ فَجُلِدَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ القَوْمِ: اللَّهُمَّ العَنْهُ، مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتَى بِهِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لاَ تَلْعَنُوهُ، فَوَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ إِنَّهُ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الحُدُودِ، بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ لَعْنِ شَارِبِ الخَمْرِ، وَإِنَّهُ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنَ المِلَّةِ، 8/158-159]

[1] ﴿وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَـٰذِهِ إِيمَانًا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿124﴾﴾ [التوبة]؛ ﴿هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ ۗ وَلِلَّـهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّـهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿4﴾﴾ [الفتح]؛ ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّـهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿2﴾﴾ [الأنفال]؛ ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوا وَّآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّأَحْسَنُوا ۗ وَاللَّـهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿93﴾﴾ [المائدة]؛ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ، سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَيْتَامٍ وَرِثُوا خَمْرًا، قَالَ: «أَهْرِقْهَا» قَالَ: أَفَلَا أَجْعَلُهَا خَلًّا؟ قَالَ: «لَا» [سنن أبي داود، كِتَاب الْأَشْرِبَةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخَمْرِ تُخَلَّلُ، 3/326]

[2] قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «كَانَ رَجُلَانِ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ مُتَوَاخِيَيْنِ، فَكَانَ أَحَدُهُمَا يُذْنِبُ، وَالْآخَرُ مُجْتَهِدٌ فِي الْعِبَادَةِ، فَكَانَ لَا يَزَالُ الْمُجْتَهِدُ يَرَى الْآخَرَ عَلَى الذَّنْبِ فَيَقُولُ: أَقْصِرْ، فَوَجَدَهُ يَوْمًا عَلَى ذَنْبٍ فَقَالَ لَهُ: أَقْصِرْ، فَقَالَ: خَلِّنِي وَرَبِّي أَبُعِثْتَ عَلَيَّ رَقِيبًا؟ فَقَالَ: وَاللَّهِ لَا يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ، أَوْ لَا يُدْخِلُكَ اللَّهُ الْجَنَّةَ، فَقَبَضَ أَرْوَاحَهُمَا، فَاجْتَمَعَا عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ فَقَالَ لِهَذَا الْمُجْتَهِدِ: أَكُنْتَ بِي عَالِمًا، أَوْ كُنْتَ عَلَى مَا فِي يَدِي قَادِرًا؟ وَقَالَ لِلْمُذْنِبِ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي، وَقَالَ لِلْآخَرِ: اذْهَبُوا بِهِ إِلَى النَّارِ» قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَوْبَقَتْ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهُ» [سنن أبي داود، كِتَاب الْأَدَبِ، بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْبَغْيِ، 1/275-276]

البتہ جن کے جنتی یا جہنمی ہونے کے بارے کوئی نص صریح موجود ہے تو انہیں جنتی یا جہنمی

دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا وہ جنت میں ضرور داخل ہو گا اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جہنم میں ضرور داخل ہو گا۔[1]

قرار دینا واجب ہے جیسا کہ عشرۃ مبشرۃ جنتی ہیں اور آل فرعون جہنمی ہیں۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَخْنَسِ، أَنَّهُ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ فَذَكَرَ رَجُلٌ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَام فَقَامَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي سَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُولُ: «عَشْرَةٌ فِي الْجَنَّةِ النَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَلَوْ شِئْتُ لَسَمَّيْتُ الْعَاشِرَ» قَالَ: فَقَالُوا: مَنْ هُوَ؟ فَسَكَتَ. قَالَ: فَقَالُوا: مَنْ هُوَ؟ فَقَالَ: هُوَ «سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ» [سنن أبي داود، كِتَاب السُّنَّةِ، بَابٌ فِي الْخُلَفَاءِ، 211/4]؛ وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ﴿45﴾ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿46﴾ [غافر]

[1] عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ، وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرِيَاءَ» [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ تَحْرِيمِ الْكِبْرِ وَبَيَانِهِ، 93/1]؛ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: الْتَقَى عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِي عَلَى الْمَرْوَةِ، فَتَحَدَّثَا، ثُمَّ مَضَى عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، وَبَقِيَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ يَبْكِي، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: مَا يُبْكِيكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ قَالَ: - هَذَا يَعْنِي عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو - زَعَمَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ، أَكَبَّهُ اللهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي النَّارِ» [مسند أحمد: 589/11-590]؛ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ هِلاَلٍ العَنَزِيُّ، قَالَ: اجْتَمَعْنَا نَاسٌ مِنْ أَهْلِ البَصْرَةِ فَذَهَبْنَا إِلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَذَهَبْنَا مَعَنَا بِثَابِتٍ البُنَانِيِّ إِلَيْهِ يَسْأَلُهُ لَنَا عَنْ حَدِيثِ الشَّفَاعَةِ، فَإِذَا هُوَ فِي قَصْرِهِ فَوَافَقْنَاهُ يُصَلِّي الضُّحَى، فَاسْتَأْذَنَّا، فَأَذِنَ لَنَا وَهُوَ قَاعِدٌ عَلَى فِرَاشِهِ، فَقُلْنَا لِثَابِتٍ: لاَ تَسْأَلْهُ عَنْ شَيْءٍ أَوَّلَ مِنْ حَدِيثِ الشَّفَاعَةِ، فَقَالَ: يَا أَبَا حَمْزَةَ هَؤُلاَءِ إِخْوَانُكَ مِنْ أَهْلِ البَصْرَةِ جَاءُوكَ يَسْأَلُونَكَ عَنْ حَدِيثِ الشَّفَاعَةِ، فَقَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ القِيَامَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ، فَيَأْتُونَ آدَمَ، فَيَقُولُونَ: اشْفَعْ لَنَا إِلَى

اخلاق انسان کی باطنی صورت ہے کہ اچھی ہو تو اسے ”حسن خلق“ کہتے ہیں۔

رَبِّكَ، فَيَقُولُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِإِبْرَاهِيمَ فَإِنَّهُ خَلِيلُ الرَّحْمَنِ، فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوسَى فَإِنَّهُ كَلِيمُ اللهِ، فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيسَى فَإِنَّهُ رُوحُ اللهِ، وَكَلِمَتُهُ، فَيَأْتُونَ عِيسَى، فَيَقُولُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَأْتُونِي، فَأَقُولُ: أَنَا لَهَا، فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي، فَيُؤْذَنُ لِي، وَيُلْهِمُنِي مَحَامِدَ أَحْمَدُهُ بِهَا لاَ تَحْضُرُنِي الآنَ، فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ المَحَامِدِ، وَأَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ، وَسَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ، أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيَقُولُ: انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ شَعِيرَةٍ مِنْ إِيمَانٍ، فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ، ثُمَّ أَعُودُ، فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ المَحَامِدِ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ، وَسَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ، أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيَقُولُ: انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ – أَوْ خَرْدَلَةٍ – مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجْهُ، فَأَنْطَلِقُ، فَأَفْعَلُ، ثُمَّ أَعُودُ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ المَحَامِدِ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ، وَسَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيَقُولُ: انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ أَدْنَى أَدْنَى أَدْنَى مِثْقَالِ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ، فَأَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ، فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ، فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ أَنَسٍ قُلْتُ لِبَعْضِ أَصْحَابِنَا: لَوْ مَرَرْنَا بِالحَسَنِ وَهُوَ مُتَوَارٍ فِي مَنْزِلِ أَبِي خَلِيفَةَ فَحَدَّثْنَاهُ بِمَا حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، فَأَتَيْنَاهُ فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ، فَأَذِنَ لَنَا فَقُلْنَا لَهُ: يَا أَبَا سَعِيدٍ، جِئْنَاكَ مِنْ عِنْدِ أَخِيكَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، فَلَمْ نَرَ مِثْلَ مَا حَدَّثَنَا فِي الشَّفَاعَةِ، فَقَالَ: هِيهْ فَحَدَّثْنَاهُ بِالحَدِيثِ، فَانْتَهَى إِلَى هَذَا المَوْضِعِ، فَقَالَ: هِيهْ، فَقُلْنَا لَمْ يَزِدْ لَنَا عَلَى هَذَا، فَقَالَ: لَقَدْ حَدَّثَنِي وَهُوَ جَمِيعٌ مُنْذُ عِشْرِينَ سَنَةً فَلاَ أَدْرِي أَنَسِيَ أَمْ كَرِهَ أَنْ تَتَّكِلُوا، قُلْنَا: يَا أَبَا سَعِيدٍ فَحَدِّثْنَا فَضَحِكَ، وَقَالَ: خُلِقَ الإِنْسَانُ عَجُولًا مَا ذَكَرْتُهُ إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُحَدِّثَكُمْ حَدَّثَنِي كَمَا حَدَّثَكُمْ بِهِ، قَالَ: «ثُمَّ أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ المَحَامِدِ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ يُسْمَعْ، وَسَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ ائْذَنْ لِي فِيمَنْ قَالَ: لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَيَقُولُ: وَعِزَّتِي وَجَلاَلِي، وَكِبْرِيَائِي وَعَظَمَتِي لَأُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ» [صحيح البخاري، كِتَابُ التَّوْحِيدِ، بَابُ كَلاَمِ الرَّبِّ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ القِيَامَةِ مَعَ الأَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهِمْ، 9/146-147]

افعال کا حسن وقبح عقلی ہے[1] لیکن ان کا خیر وشر ہونا شرعی ہے۔[2] خیر وہ ہے جسے خالق نے خیر قرار دیا ہو اور شر وہ ہے جسے خالق نے شر کہا ہو۔[3]

خالق کے فرمانبردار سے محبت کرنا اور اس کے باغی سے نفرت رکھنا اس پر ایمان کا

---

[1] لَئِن بَسَطتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ ۖ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿28﴾ إِنِّي أُرِيدُ أَن تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿29﴾ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿30﴾ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ ۚ قَالَ يَا وَيْلَتَىٰ أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي ۖ فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ﴿31﴾ [المائدۃ]

[2] أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ﴿30﴾ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ﴿31﴾ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿32﴾ [الطور]؛ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ، يَقُولُ: كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ، فَجَاءَنَا اللهُ بِهَذَا الْخَيْرِ، فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: «نَعَمْ، وَفِيهِ دَخَنٌ»، قُلْتُ: وَمَا دَخَنُهُ؟ قَالَ: «قَوْمٌ يَسْتَنُّونَ بِغَيْرِ سُنَّتِي، وَيَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي، تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ»، فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: «نَعَمْ، دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا»، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، صِفْهُمْ لَنَا، قَالَ: «نَعَمْ، قَوْمٌ مِنْ جِلْدَتِنَا، وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَمَا تَرَى إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ؟ قَالَ: «تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ»، فَقُلْتُ: فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ؟ قَالَ: «فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا، وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ عَلَى أَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ» [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِمَارَةِ، بَابُ الْأَمْرِ بِلُزُومِ الْجَمَاعَةِ عِنْدَ ظُهُورِ الْفِتَنِ، 1475/3]

[3] وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿216﴾ [البقرۃ]

حق ہے۔[1] لہٰذا دعوت کے اخلاق اور جہاد کے اخلاق میں فرق ہے۔[2] نیکی "حسن

---

[1] عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ، وَأَبْغَضَ لِلَّهِ، وَأَعْطَى لِلَّهِ، وَمَنَعَ لِلَّهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ» [سنن أبي داود، كِتَاب السُّنَّةِ، بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى زِيَادَةِ الْإِيمَانِ وَنُقْصَانِهِ، 220/4]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَجِدَ طَعْمَ الْإِيمَانِ، فَلْيُحِبَّ الْعَبْدَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 431/16]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «أَنَّ رَجُلًا زَارَ أَخًا لَهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرَى، فَأَرْصَدَ اللهُ لَهُ، عَلَى مَدْرَجَتِهِ، مَلَكًا فَلَمَّا أَتَى عَلَيْهِ، قَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ: أُرِيدُ أَخًا لِي فِي هَذِهِ الْقَرْيَةِ، قَالَ: هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا؟ قَالَ: لَا، غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ: فَإِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكَ، بِأَنَّ اللهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ» [صحيح مسلم، كتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابٌ فِي فَضْلِ الْحُبِّ فِي اللهِ، 1988/4]؛ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ ۖ رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿4﴾ [الممتحنة]

[2] قُل لِّلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿14﴾ [الجاثية]؛ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿123﴾ [التوبة]؛ اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿43﴾ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ﴿44﴾ [طه]؛ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ. ﴿12﴾ أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿13﴾ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ﴿14﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿15﴾ [التوبة]؛ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ ﴿51﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي فِي كِتَابٍ ۖ لَّا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى ﴿52﴾ [طه]؛ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴿52﴾ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ ﴿53﴾ قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿54﴾ [الأنبياء]

اخلاق " پیدا کرتی ہے جبکہ بدی "بدترین اخلاق " کو جنم دیتی ہے۔[1]

بعض اخلاق جبلی ہیں اور اکثر ایمان سے پیدا ہوتے ہیں۔[2] ایمان اور اخلاق کا تعلق

---

[1] عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سِمْعَانَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ فَقَالَ: «الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ» [صحيح مسلم، كتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابُ تَفْسِيرِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ، 1980/4]؛ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ المُؤْمِنِ يَوْمَ القِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ، وَإِنَّ اللَّهَ لَيُبْغِضُ الفَاحِشَ البَذِيءَ» [سنن الترمذي، أَبْوَابُ البِرِّ وَالصِّلَةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي حُسْنِ الخُلُقِ، 362/4]

[2] قَالَ أَشَجُّ بْنُ عَصَرٍ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ فِيكَ خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ»، قُلْتُ: مَا هُمَا؟ قَالَ: «الْحِلْمُ، وَالْحَيَاءُ» قُلْتُ: أَقَدِيمًا كَانَ فِيَّ أَمْ حَدِيثًا؟ قَالَ: «بَلْ قَدِيمًا» قُلْتُ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَبَلَنِي عَلَى خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 361/29]؛ «فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي؟ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ، إِذَا فَقُهُوا» [صحيح المسلم، كتاب الْفَضَائِلِ، بَابُ مِنْ فَضَائِلِ يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، 1846/4]؛ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ؛ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَرَّ عَلَى رَجُلٍ. وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: «دَعْهُ. فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ» [الموطأ، كتاب حُسْنُ الْخُلُقِ، باب مَا جَاءَ فِي الْحَيَاءِ، 1331/5]

لازم وملزوم کا ہے۔[1] حسن اخلاق، کمال ایمان کا نتیجہ ہے۔[2] "حسن اخلاق" کی تکمیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ہوئی۔[3] لہٰذا بہترین اخلاق وہ ہیں جو "اسوہ حسنہ" کی اتباع سے پیدا ہوتے ہیں۔[4]

---

[1] عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَ: «لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 33/20]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ «الإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، وَالحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيمَانِ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الإِيمَانِ، بَابُ أُمُورِ الإِيمَانِ، 11/1]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، لَا وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، لَا وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ» قَالُوا: وَمَنْ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «جَارٌ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ»، قِيلَ: وَمَا بَوَائِقُهُ؟ قَالَ: «شَرُّهُ» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 153/14]؛ «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ» [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ الْحَثِّ عَلَى إِكْرَامِ الْجَارِ وَالضَّيْفِ، وَلُزُومِ الصَّمْتِ إِلَّا عَنِ الْخَيْرِ وَكَوْنِ ذَلِكَ كُلِّهِ مِنَ الْإِيمَانِ، 68/1]

[2] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَكْمَلُ المؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ» [سنن الترمذي، أَبْوَابُ الرَّضَاعِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي حَقِّ المرْأَةِ عَلَى زَوْجِهَا، 458/3]

[3] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ» [البيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي بن موسى، السنن الكبرى، دار الكتب العلمية، بيروت، الثالثة، 1424 هـ - 2003 م، 323/10]

[4] لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿21﴾ [الأحزاب]

5- ادبیات اور جمالیات (Literature and Aesthetic):

فنون لطیفہ [1] میں اصل اباحت ہے، [2] اگر ان کا مقصد راحت نفس ہو، [1] یا دین کا تحفظ اور فروغ مطلوب ہو تو مستحب ہیں [2] اور اگر معصیت کا ذریعہ ہوں [3] یا تزکیہ نفس میں مانع ہوں تو حرام ہیں۔ [4]

---

[1] **فنون لطیفہ** (fine arts) جمالیاتی حس کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ان کی عموماً پانچ قسمیں بیان کی جاتی ہیں: موسیقی، مصوری، شاعری، سنگ تراشی اور رقص۔ بعض ممالک میں کھانا پکانا بھی فنون لطیفہ میں شامل ہے۔ عصر حاضر میں فلم، ڈرامہ اور فن تعمیر کو بھی فنون لطیفہ میں شامل کیا گیا ہے۔

[2] قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (32) [الأنعام]
عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي مُوسَى: «لَوْ رَأَيْتَنِي وَأَنَا أَسْتَمِعُ لِقِرَاءَتِكَ الْبَارِحَةَ، لَقَدْ أُوتِيتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ» [صحيح مسلم، كِتَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِينَ وَقَصْرِهَا، بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحْسِينِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ، 546/1]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الْجَرَسُ مَزَامِيرُ الشَّيْطَانِ» [صحيح مسلم، كتاب اللِّبَاسِ وَالزِّينَةِ، بَابُ كَرَاهَةِ الْكَلْبِ وَالْجَرَسِ فِي السَّفَرِ، 1672/3]؛ لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا جَرَسٌ [مسند أحمد: 80/14]؛ وَعَنْ عَائِشَةَ - رضي الله عنها - قَالَتْ: أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِالْأَجْرَاسِ أَنْ تُقْطَعَ مِنْ أَعْنَاقِ الْإِبِلِ يَوْمَ بَدْرٍ [(حم) 25207 , (حب) 4699 , انظر صَحِيح التَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيب:3118 , وقال الشيخ شعيب الأرناؤوط: حديث صحيح.]؛ لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ، يَسْتَحِلُّونَ الحِرَ وَالحَرِيرَ، وَالخَمْرَ وَالمَعَازِفَ [صحيح البخاري، كِتَابُ الأَشْرِبَةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَسْتَحِلُّ الخَمْرَ وَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، 106/7]؛ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ، تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتْ بِهِ الْأَنْصَارُ، يَوْمَ بُعَاثَ، قَالَتْ: وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَبِمَزْمُورِ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَذَلِكَ فِي يَوْمِ عِيدٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ

قَوْمٍ عِيدًا، وَهَذَا عِيدُنَا». [صحيح مسلم، كِتَابُ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ، بَابُ الرُّخْصَةِ فِي اللَّعِبِ الَّذِي لَا مَعْصِيَةَ فِيهِ فِي أَيَّامِ الْعِيدِ، 607/2]؛ تُغَنِّيَانِ وَتَضْرِبَانِ [أيضاً: 608/2]؛ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ، تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثٍ، فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ، وَحَوَّلَ وَجْهَهُ، فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي، وَقَالَ: مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «دَعْهُمَا»، فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا، وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ، فَإِمَّا سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِمَّا قَالَ: «تَشْتَهِينَ تَنْظُرِينَ؟» فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَأَقَامَنِي وَرَاءَهُ، خَدِّي عَلَى خَدِّهِ، وَهُوَ يَقُولُ: «دُونَكُمْ يَا بَنِي أَرْفِدَةَ» حَتَّى إِذَا مَلِلْتُ، قَالَ: «حَسْبُكِ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «فَاذْهَبِي» [أيضاً: 609/2]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَيْنَمَا الْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِرَابِهِمْ، إِذْ دَخَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَأَهْوَى إِلَى الْحَصْبَاءِ يَحْصِبُهُمْ بِهَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «دَعْهُمْ يَا عُمَرُ» [أيضاً: 610/2]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالقُرْآنِ [صحيح البخاري، كِتَابُ التَّوْحِيدِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ}، 154/9]

المقامات التي جاء ذِكرها في السؤال هي أنواع الألحان التي يغني بها أهل الغناء، وقد حصر أهلُ ذلك الفن الألحانَ بأوزان معينة وسموها "مقامات"، وليس هو علم مخترع بل هو جمع بالتتبع والاستقراء لألحان الناس، كما فعل الخليل بن أحمد الفراهيدي في أوزان الشِّعر، وكان ما جمعه رحمه الله ستة عشر بحراً، وأما المقامات التي جمعها أهل اللحن فقد بلغت ستة مقامات، وهي . 1: مقام البيَّات: هو مقام يمتاز بالخشوع والرهبانية، وهو المقام الذي يجلب القلب ويجعله يتفكر في آيات الله ومعانيها .2. مقام الرست: و "الرِّست" كلمة فارسية تعني الاستقامة، ويفضل أهل المقامات هذا المقام عند تلاوة الآيات ذات الطابع القصصي أو التشريعي .3. مقام النهاوند : هذا المقام يمتاز بالعاطفة والحنان والرقة، ويبعث على الخشوع والتفكر، و "نهاوند" مدينة إيرانية نسب إليها هذا المقام . .4مقام السيكا : هو مقام يمتاز بالبطء والترسل.

.5مقام الصبا : وهو مقام يمتاز بالروحانية الجياشة والعاطفة والحنان .6. مقام الحجاز وهو مقام من أصل عربي، نسب إلى بلاد الحجاز العربية، وهو من أكثر المقامات روحانية وخشوعا في القرآن. [https://islamqa.info/ar/169799]

عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الحَسَنِ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا أَبَا عَبَّاسٍ، إِنِّي إِنْسَانٌ إِنَّمَا مَعِيشَتِي مِنْ صَنْعَةِ يَدِي، وَإِنِّي أَصْنَعُ هَذِهِ التَّصَاوِيرَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لاَ أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: «مَنْ صَوَّرَ صُورَةً، فَإِنَّ اللَّهَ مُعَذِّبُهُ حَتَّى يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيهَا أَبَدًا» فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيدَةً، وَاصْفَرَّ وَجْهُهُ، فَقَالَ: وَيْحَكَ، إِنْ أَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ، فَعَلَيْكَ بِهَذَا الشَّجَرِ، كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيهِ رُوحٌ [صحيح البخاري، كِتَابُ البُيُوعِ، بَابُ بَيْعِ التَّصَاوِيرِ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا رُوحٌ، وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذَلِكَ، 82/3]؛ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم؛ أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ. فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ. فَعَرَفَتْ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ. وَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ أَتُوبُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ فَمَاذَا أَذْنَبْتُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: «مَا بَالُ هذِهِ النُّمْرُقَةِ؟» قَالَتِ: اشْتَرَيْتُهَا لَكَ تَقْعُدُ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدُهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: «إِنَّ أَصْحَابَ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. يُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ». ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لاَ تَدْخُلُهُ الْمَلاَئِكَةُ» [الموطأ، كتاب الاستئذان، مَا جَاءَ فِي الصُّوَرِ، 1407/5]؛ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، أَنَّ عَلِيًّا قَالَ لِأَبِي الهَيَّاجِ الأَسَدِيِّ: أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَنْ لَا تَدَعَ قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ، وَلَا تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ» وَفِي البَاب عَنْ جَابِرٍ. : «حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ»، «وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ يَكْرَهُونَ أَنْ يُرْفَعَ القَبْرُ فَوْقَ الأَرْضِ». قَالَ الشَّافِعِيُّ: «أَكْرَهُ أَنْ يُرْفَعَ القَبْرُ إِلَّا بِقَدْرِ مَا يُعْرَفُ أَنَّهُ قَبْرٌ لِكَيْلَا يُوطَأَ وَلَا يُجْلَسَ عَلَيْهِ» [سنن الترمذي، أَبْوَابُ الجَنَائِزِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي تَسْوِيَةِ القُبُورِ، 357/3]؛ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ، ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَنِيسَةً رَأَتْهَا بِأَرْضِ الحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ، فَذَكَرَتْ لَهُ مَا رَأَتْ فِيهَا مِنَ الصُّوَرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُولَئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ العَبْدُ الصَّالِحُ، أَوِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ، بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ، أُولَئِكَ شِرَارُ الخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الصَّلاَةِ، بَابُ الصَّلاَةِ فِي البِيعَةِ، 94/1]

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ [يسن: 69]؛ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ (224) أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ (225) وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ (226) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانتَصَرُوا مِن بَعْدِ مَا

ظَلَمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ (227) [الشعراء]؛ عَنْ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا يَرِيهِ، خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا» [صحيح مسلم، كتاب الشِّعْرِ، 1769/4]؛ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً» [سنن أبي داود، كِتَاب الْأَدَبِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الشِّعْرِ، 303/4]

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «اهْجُوا قُرَيْشًا، فَإِنَّهُ أَشَدُّ عَلَيْهَا مِنْ رَشْقٍ بِالنَّبْلِ» فَأَرْسَلَ إِلَى ابْنِ رَوَاحَةَ فَقَالَ: «اهْجُهُمْ» فَهَجَاهُمْ فَلَمْ يُرْضِ، فَأَرْسَلَ إِلَى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ، قَالَ حَسَّانُ: قَدْ آنَ لَكُمْ أَنْ تُرْسِلُوا إِلَى هَذَا الْأَسَدِ الضَّارِبِ بِذَنَبِهِ، ثُمَّ أَدْلَعَ لِسَانَهُ فَجَعَلَ يُحَرِّكُهُ، فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَأَفْرِيَنَّهُمْ بِلِسَانِي فَرْيَ الْأَدِيمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَعْجَلْ، فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ أَعْلَمُ قُرَيْشٍ بِأَنْسَابِهَا، وَإِنَّ لِي فِيهِمْ نَسَبًا، حَتَّى يُلَخِّصَ لَكَ نَسَبِي» فَأَتَاهُ حَسَّانُ، ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ لَخَّصَ لِي نَسَبَكَ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِينِ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ لِحَسَّانَ: «إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ، مَا نَافَحْتَ عَنِ اللهِ وَرَسُولِهِ»، وَقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفَى وَاشْتَفَى» قَالَ حَسَّانُ:

[البحر الوافر]

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ ... وَعِنْدَ اللهِ فِي ذَاكَ الْجَزَاءُ

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا بَرًّا حَنِيفًا ... رَسُولَ اللهِ شِيمَتُهُ الْوَفَاءُ

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي ... لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

ثَكِلْتُ بُنَيَّتِي إِنْ لَمْ تَرَوْهَا ... تُثِيرُ النَّقْعَ مِنْ كَنَفَيْ كَدَاءِ

يُبَارِينَ الْأَعِنَّةَ مُصْعِدَاتٍ ... عَلَى أَكْتَافِهَا الْأَسَلُ الظِّمَاءُ

تَظَلُّ جِيَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ ... تُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ

فَإِنْ أَعْرَضْتُمُو عَنَّا اعْتَمَرْنَا ... وَكَانَ الْفَتْحُ وَانْكَشَفَ الْغِطَاءُ

وَإِلَّا فَاصْبِرُوا لِضِرَابِ يَوْمٍ ... يُعِزُّ اللهُ فِيهِ مَنْ يَشَاءُ

وَقَالَ اللهُ: قَدْ أَرْسَلْتُ عَبْدًا ... يَقُولُ الْحَقَّ لَيْسَ بِهِ خَفَاءُ

وَقَالَ اللهُ: قَدْ يَسَّرْتُ جُنْدًا ... هُمُ الْأَنْصَارُ عُرْضَتُهَا اللِّقَاءُ

لَنَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ مَعَدٍّ ... سِبَابٌ أَوْ قِتَالٌ أَوْ هِجَاءُ

فَمَنْ يَهْجُو رَسُولَ اللهِ مِنكُمْ ... وَيَمْدَحُهُ وَيَنْصُرُهُ سَوَاءُ
وَجِبْرِيلٌ رَسُولُ اللهِ فِينَا ... وَرُوحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاء [صحيح مسلم، كتاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ، بَابُ فَضَائِلِ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، 1935/4]

أَخْبَرَنِي أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأَسَدِيُّ، بِهَمْدَانَ، ثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ، حَدَّثَنِي الْحَجَّاجُ بْنُ ذِي الرُّقَيْبَةِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ زُهَيْرِ بْنِ أَبِي سُلْمَى الْمُزَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: خَرَجَ كَعْبٌ وَبُجَيْرٌ ابْنَا زُهَيْرٍ حَتَّى أَتَيَا أَبْرَقَ الْعَزَّافِ، فَقَالَ بُجَيْرٌ لِكَعْبٍ: اثْبُتْ فِي عَجَلِ هَذَا الْمَكَانَ حَتَّى آتِيَ هَذَا الرَّجُلَ يَعْنِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْمَعَ مَا يَقُولُ. فَثَبَتَ كَعْبٌ وَخَرَجَ بُجَيْرٌ، «فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَضَ عَلَيْهِ الْإِسْلَامَ» ، فَأَسْلَمَ فَبَلَغَ ذَلِكَ كَعْبًا، فَقَالَ:

[البحر الطويل]
أَلَا أَبْلِغَا عَنِّي بُجَيْرًا رِسَالَةً ... عَلَى أَيِّ شَيْءٍ وَيْحَ غَيْرِكَ دَلَّكَا
عَلَى خُلُقٍ لَمْ تَلْفَ أُمًّا وَلَا أَبًا ... عَلَيْهِ وَلَمْ تُدْرِكْ عَلَيْهِ أَخًا لَكَا
سَقَاكَ أَبُو بَكْرٍ بِكَأْسٍ رَوِيَّةٍ ... وَأَنْهَلَكَ الْمَأْمُونُ مِنْهَا وَعَلَّكَا

فَلَمَّا بَلَغَتِ الْأَبْيَاتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْدَرَ دَمَهُ، فَقَالَ: «مَنْ لَقِيَ كَعْبًا فَلْيَقْتُلْهُ» فَكَتَبَ بِذَلِكَ بُجَيْرٌ إِلَى أَخِيهِ يَذْكُرُ لَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَهْدَرَ دَمَهُ وَيَقُولُ لَهُ: النَّجَا وَمَا أَرَاكَ تَفْلِتُ، ثُمَّ كَتَبَ إِلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ اعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْتِيهُ أَحَدٌ يَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ إِلَّا قَبِلَ ذَلِكَ، فَإِذَا جَاءَكَ كِتَابِي هَذَا فَأَسْلِمْ وَأَقْبِلْ فَأَسْلَمَ كَعْبٌ وَقَالَ الْقَصِيدَةَ الَّتِي يَمْدَحُ فِيهَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ بِبَابِ مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَصْحَابِهِ مَكَانَ الْمَائِدَةِ مِنَ الْقَوْمِ مُتَحَلِّقُونَ مَعَهُ حَلْقَةً دُونَ حَلْقَةٍ يَلْتَفِتُ إِلَى هَؤُلَاءِ مَرَّةً، فَيُحَدِّثُهُمْ وَإِلَى هَؤُلَاءِ مَرَّةً، فَيُحَدِّثُهُمْ، قَالَ كَعْبٌ فَأَنَخْتُ رَاحِلَتِي بِبَابِ الْمَسْجِدِ، فَعَرَفْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصِّفَةِ فَتَخَطَّيْتُ حَتَّى جَلَسْتُ إِلَيْهِ فَأَسْلَمْتُ فَقُلْتُ: أَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّكَ رَسُولُ اللهِ الْأَمَانُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «وَمَنْ أَنْتَ؟» قُلْتُ: أَنَا كَعْبُ بْنُ زُهَيْرٍ، قَالَ: أَنْتَ الَّذِي تَقُولُ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ: كَيْفَ، قَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ فَأَنْشَدَهُ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ:

سَقَاكَ أَبُو بَكْرٍ بِكَأْسٍ رَوِيَّةٍ ... وَانْهَلَكَ الْمَأْمُورُ مِنْهَا وَعَلَّكَا

قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا قُلْتُ هَكَذَا، قَالَ: «وَكَيْفَ قُلْتَ» ، قَالَ: إِنَّمَا قُلْتُ:

سَقَاكَ أَبُو بَكْرٍ بِكَأْسٍ رَوِيَّةً ... وَأَنْهَلَكَ الْمَأْمُونُ مِنْهَا وَعَلَّكَا،

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَأْمُونٌ وَاللّٰهِ» ثُمَّ أَنْشَدَهُ الْقَصِيدَةَ كُلَّهَا حَتَّى أَتَى عَلَى آخِرِهَا وَأَمْلَاهَا عَلَى الْحَجَّاجِ بْنِ ذِي الرُّقَيْبَةِ حَتَّى أَتَى عَلَى آخِرِهَا وَهِيَ هَذِهِ الْقَصِيدَةُ:

[البحر البسيط]

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِي الْيَوْمَ مَتْبُولُ ... مُتَيَّمٌ إِثْرَهَا لَمْ يُفْدَ مَكْبُولُ

وَمَا سُعَادُ غَدَاةَ الْبَيْنِ إِذْ ظَعَنُوا ... إِلَّا أَغَنُّ غَضِيضُ الطَّرْفِ مَكْحُولُ

تَجْلُو عَوَارِضَ ذِي ظَلْمٍ إِذَا ابْتَسَمَتْ ... كَأَنَّهَا مُنْهَلٌّ بِالْكَأْسِ مَعْلُولُ

شَجَّ السُّقَاةُ عَلَيْهِ مَاءَ مَحْنِيَةٍ ... مِنْ مَاءِ أَبْطَحَ أَضْحَى وَهْوَ مَشْمُولُ

تَنْفِي الرِّيَاحُ الْقَذَى عَنْهُ وَأَفْرَطَهُ ... مِنْ صَوْبِ سَارِيَةٍ بِيضٍ يَعَالِيلُ

سَقْيًا لَهَا خُلَّةً لَوْ أَنَّهَا صَدَقَتْ ... مَوْعُودَهَا وَلَوْ أَنَّ النُّصْحَ مَقْبُولُ

لَكِنَّهَا خُلَّةٌ قَدْ سِيطَ مِنْ دَمِهَا ... فَجْعٌ وَوَلْعٌ وَإِخْلَافٌ وَتَبْدِيلُ

فَمَا تَدُومُ عَلَى حَالٍ تَكُونُ بِهَا ... كَمَا تَلَوَّنَ فِي أَثْوَابِهَا الْغُولُ

فَلَا تَمَسَّكُ بِالْوَصْلِ الَّذِي زَعَمَتْ ... إِلَّا كَمَا يُمْسِكُ الْمَاءَ الْغَرَابِيلُ

كَانَتْ مَوَاعِيدُ عُرْقُوبٍ لَهَا مَثَلًا ... وَمَا مَوَاعِيدُهَا إِلَّا الْأَبَاطِيلُ

فَلَا يَغُرَّنَّكَ مَا مَنَّتْ وَمَا وَعَدَتْ ... إِلَّا الْأَمَانِيَّ وَالْأَحْلَامَ تَضْلِيلُ

أَرْجُو أَوْ آمُلُ أَنْ تَدْنُو مَوَدَّتُهَا ... وَمَا إِخَالُ لَدَيْنَا مِنْكِ تَنْوِيلُ

أَمْسَتْ سُعَادُ بِأَرْضٍ مَا يُبَلِّغُهَا ... إِلَّا الْعِتَاقُ النَّجِيبَاتُ الْمَرَاسِيلُ

وَلَنْ تَبْلُغَهَا إِلَّا عَذَافِرَةٌ ... فِيهَا عَلَى الْأَيْنِ إِرْقَالٌ وَتَبْغِيلُ

مِنْ كُلِّ نَضَّاخَةِ الذِّفْرَى إِذَا عَرِقَتْ ... عَرَضْتُهَا طَامِسُ الْأَعْلَامِ مَجْهُولُ

يَمْشِي الْقُرَادُ عَلَيْهَا ثُمَّ يَزْلِقُهُ ... مِنْهَا لِبَانٌ وَأَقْرَابٌ زَهَالِيلُ

عَيْرَانَةٌ قَذَفَتْ بِالنَّحْضِ عَنْ عَرَضٍ ... وَمِرْفَقُهَا عَنْ ضُلُوعِ الزُّورِ مَفْتُولُ

كَأَنَّمَا قَابَ عَيْنَيْهَا وَمَذْبَحِهَا ... مِنْ خُطْمِهَا وَمِنَ اللَّحْيَيْنِ بِرْطِيلُ

تَمُرُّ مِثْلُ عَسِيبِ النَّخْلِ إِذَا خَصَلَ ... فِي غَارِ زَلْمٍ تَخُونُهُ الْأَحَالِيلُ

قَنْوَاءُ فِي حَرَّتَيْهَا لِلْبَصِيرِ بِهَا ... عَتَقٌ مُبِينٌ وَفِي الْخَدَّيْنِ تَسْهِيلُ

تَخْدَى عَلَى يَسَرَاتٍ وَهْيَ لَاحِقَةٌ ... ذَا وَبَلٍ مَسَّهُنَّ الْأَرْضُ تَحْلِيلُ

حَرْفٌ أَبُوهَا أَخُوهَا مِنْ مَهْجَنَةٍ ... وَعَمُّهَا خَالُهَا قَوْدَاءُ شِمْلِيلُ

سَمرَ الْعَجَايَاتِ يُتْرُكْنَ الْحَصَازِيمَا ... مَا إِنَّ تَقِيَّهُنَّ حَدَّ الْأَكْمِ تَنْعِيلُ

يَوْمًا تَظَلُّ حِدَابُ الْأَرْضِ يَرْفَعُهَا ... مِنَ اللَّوَامِعِ تَخْلِيطٌ وَتَرْجِيلُ

كَانَ أَوْبُ يَدَيْهَا بَعْدَمَا نَجَدَتْ ... وَقَدْ تَلَفَّعَ بِالْقُورِ الْعَسَاقِيلُ

يَوْمًا يَظَلُّ بِهِ الْحِرْبَاءُ مُصْطَخَدًا ... كَانَ ضَاحِيَةً بِالشَّمْسِ مَمْلُولُ

أَوْبٌ بَدَا نَأْكُلُ سَمْطَاءَ مَعْوَلَةً ... قَامَتْ تُجَاوِبُهَا سَمْطٌ مَثَاكِيلُ

نُوَاحَةَ رَخْوَةَ الضَّبْعَيْنِ لَيْسَ لَهَا ... لَمَّا نَعَى بَكْرَهَا النَّاعُونَ مَعْقُولُ

تَسْعَى الْوُشَاةُ جَنَابَيْهَا وَقِيلِهِمُ ... إِنَّكَ يَا ابْنَ أَبِي سُلْمَى لَمَقْتُولُ

خَلُّوا الطَّرِيقَ يَدَيْهَا لَا أَبَا لَكُمُ ... فَكُلُّ مَا قَدَّرَ الرَّحْمَنُ مَفْعُولُ

كُلُّ ابْنِ أُنْثَى وَإِنْ طَالَتْ سَلَامَتُهُ ... يَوْمًا عَلَى آلَةٍ حَدْبَاءَ مَحْمُولُ

أُنْبِئْتُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ أَوْعَدَنِي ... وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ مَأْمُولُ

فَقَدْ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ مُعْتَذِرًا ... وَالْعُذْرُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ مَقْبُولُ

مَهْلًا رَسُولَ الَّذِي أَعْطَاكَ نَافِلَةَ ... الْقُرْآنِ فِيهَا مَوَاعِيظٌ وَتَفْصِيلُ

لَا تَأْخُذَنِّي بِأَقْوَالِ الْوُشَاةِ وَلَمْ ... أُجْرِمْ وَلَوْ كَثُرَتْ عَنِّي الْأَقَاوِيلُ

لَقَدْ أَقُومُ مَقَامًا لَوْ يَقُومُ لَهُ ... أَرَى وَأَسْمَعُ مَا لَوْ يَسْمَعُ الْفِيلُ

لَظَلَّ يُرْعَدُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَهُ ... عِنْدَ الرَّسُولِ بِإِذْنِ اللّٰهِ تَنْوِيلُ

حَتَّى وَضَعْتُ يَمِينِي لَا أُنَازِعُهُ ... فِي كَفِّ ذِي نَقِمَاتٍ قَوْلُهُ الْقِيلُ

فَكَانَ أَخْوَفَ عِنْدِي إِذَا كَلَّمَهُ ... إِذْ قِيلَ إِنَّكَ مَنْسُوبٌ وَمَسْئُولُ

مِنْ خَادِرٍ شِيكِ الْأَنْيَابِ ... طَاعَ لَهُ بِبَطْنِ عَثَّرَ غِيلٌ دُونَهُ غِيلُ

يَغْدُو فَيَلْحُمُ ضِرْغَامَيْنِ عِنْدَهُمَا ... لَحْمٌ مِنَ الْقَوْمِ مَنْثُورٌ خَرَادِيلُ

مِنْهُ تَظَلُّ حَمِيرُ الْوَحْشِ ضَامِرَةً ... وَلَا تَمْشِي بِوَادِيهِ الْأَرَاجِيلُ

وَلَا تَزَالُ بِوَادِيهِ أَخَا ثِقَةٍ ... مُطَّرِحِ الْبَزِّ وَالدِّرْسَانِ مَأْكُولُ

إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ ... وَصَارِمٌ مِنْ سُيُوفِ اللّٰهِ مَسْلُولُ

فِي فِتْيَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَ قَائِلُهُمْ ... بِبَطْنِ مَكَّةَ لَمَّا أَسْلَمُوا زُولُوا

زَالُوا فَمَا زَالَ الْكَأْسُ وَلَا كُشُفٌ ... عِنْدَ اللِّقَاءِ وَلَا مَيْلٌ مَعَازِيلُ

شُمُّ الْعَرَانِينِ أَبْطَالٌ لُبُوسُهُمْ ... مِنْ نَسْجِ دَاوُدَ فِي الْهَيْجَا سَرَابِيلُ

بِيضٌ سَوَابِغُ قَدْ شُكَّتْ لَهَا حِلَقٌ ... كَأَنَّهَا حِلَقُ الْقَفْعَاءِ مَجْدُولُ

يَمْشُونَ مَشْيَ الْجِمَالِ الزُّهْرِ يَعْصِمُهُمْ ... ضَرْبٌ إِذَا عَرَّدَ السُّودُ التَّنَابِيلُ

لَا يَفْرَحُونَ إِذَا زَالَتْ رِمَاحُهُمُ ... قَوْمًا وَلَيْسُوا مَجَازِيعًا إِذَا نِيلُوا
مَا يَقَعُ الطَّعْنُ إِلَّا فِي نُحُورِهِمُ ... وَمَا لَهُمْ عَنْ حِيَاضِ الْمَوْتِ تَهْلِيلُ [المستدرك على الصحيحين: 670/3]

أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ (128) وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ (129) [الشعراء]؛ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَن سَاقَيْهَا قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّن قَوَارِيرَ [النمل: 44]؛ عَنْ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ الْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ، وَالْجَارُ الصَّالِحُ، وَالْمَرْكَبُ الْهَنِيءُ» [الأدب المفرد، بَابُ الْمَسْكَنِ الْوَاسِعِ، 162/1]؛ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى خَبَّابٍ، نَعُودُهُ، وَقَدْ اكْتَوَى سَبْعَ كَيَّاتٍ، فَقَالَ: «إِنَّ أَصْحَابَنَا الَّذِينَ سَلَفُوا مَضَوْا وَلَمْ تَنْقُصْهُمُ الدُّنْيَا، وَإِنَّا أَصَبْنَا مَا لاَ نَجِدُ لَهُ مَوْضِعًا إِلَّا التُّرَابَ، وَلَوْلاَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ» ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرَى، وَهُوَ يَبْنِي حَائِطًا لَهُ، فَقَالَ: «إِنَّ المسْلِمَ لَيُؤْجَرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهُ، إِلَّا فِي شَيْءٍ يَجْعَلُهُ فِي هَذَا التُّرَابِ» [صحيح البخاري، كِتَابُ المَرْضَى، بَابُ تَمَنِّي المَرِيضِ المَوْتَ، 121/7]

[1] قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (32) [الأنعام]

[2] عَنْ سَعِيدِ بْنِ المسَيِّبِ، قَالَ: مَرَّ عُمَرُ فِي المسْجِدِ وَحَسَّانُ يُنْشِدُ فَقَالَ: كُنْتُ أُنْشِدُ فِيهِ، وَفِيهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ، ثُمَّ التَفَتَ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ، فَقَالَ: أَنْشُدُكَ بِاللَّهِ، أَسَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَجِبْ عَنِّي، اللَّهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ القُدُسِ؟» قَالَ: نَعَمْ [صحيح البخاري، كِتَابُ بَدْءِ الخَلْقِ، بَابُ ذِكْرِ الملاَئِكَةِ، 112/4]

[3] قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (33) [الأنعام]

[4] عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ» قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً، قَالَ: «إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ» [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ تَحْرِيمِ الْكِبْرِ وَبَيَانِهِ، 93/1]؛ عن أبي هريرة: أن رجلاً أتى النبيَّ -صلَّى الله عليه وسلم-، وكانَ رجلاً جميلاً، فقال: يا رسولَ الله - صلَّى الله عليه

6- عقل اور فطرت (Intellect and Reason) :

عقل قائم بالذات جوہر نہیں بلکہ ذوی العقول کا عرض ہے۔[1] عقل ذریعہ علم ہے، چاہے آلہ ہو یا قوت، نہ کہ مصدر۔[2] امور غیبیہ میں مبنی بر عقل صداقت، نفسی اور اضافی ہوتی ہے جبکہ مبنی بر وحی کلی اور خارجی۔ عقل دو قسم پر ہے؛ عام اور خاص، پیدائشی اور اکتسابی۔ فطرت خیر وشر میں تمیز کا ملکہ ہے[3] جو پیدائشی طور ہر انسان میں موجود ہے۔[4]

وسلم -، إني رجل حُبّبَ إليّ الجمالُ، وأُعْطِيْتُ منه ما ترى، حتى ما أُحِبُّ أن يفُوقني أحد، إما قال: بِشِرَاكِ نعلي، وإما قال: بِشِسِع نعلي، أفمِنَ الكِبْرِ ذلك؟ قال: "لا، ولكنَّ الكِبْرَ مَنْ بَطِرَ الحقَّ وغَمَطَ النَّاسَ [سنن أبي داود، كتاب اللّباس، باب ما جاءَ في الكبر 6/190-191]

[1] ﴿كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ [البقرة: 242]؛ ﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ [الملك: 10]

[2] ﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۖ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ [الحج: 46]

[3] وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا (7) فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (8) قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا (9) وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا(10) [الشمس]

[4] فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَةَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لا يَعْلَمُونَ (30) [الروم]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ؛ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ. فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ. كَمَا تُنَاتَجُ الْإِبِلُ، مِنْ بَهِيمَةٍ جَمْعَاءَ. هَلْ تُحِسُّ (3) مِنْ جَدْعَاءَ؟ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ الَّذِي يَمُوتُ وَهُوَ صَغِيرٌ؟ قَالَ: اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ. [الموطأ، كتاب الجنائز، جامِعُ الجَنَائِزِ، 2/338]

فطرت کا محل، نفس ہے [1] اور نفس یعنی روح [2] کا محل، قلب ہے [3] جبکہ عقل کا محل، دماغ ہے۔ فطرت، اخلاق کی اصل ہے [4] اور عقل، عقیدے کی۔ [5] عقل وفطرت میں تعارض کی صورت میں ترجیح فطرت کو حاصل ہو گی کہ وہ یقینی ذریعہ علم ہے جبکہ عقل ظنی۔ [6]

۞۞۞۞۞

---

[1] وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا (7) فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (8) قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا (9) وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا(10) [الشمس]

[2] اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۖ فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ [الزمر: 42]

[3] ﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۖ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ [الحج: 46]

[4] قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلاَمِ النُّبُوَّةِ الأُولَى: إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ [صحيح البخاري، كِتَابُ الأَدَبِ، بَابُ إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ، 29/8]

[5] ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ * الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَاماً وَقُعُوداً وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلاً سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [آل عمران: 190-191]

[6] أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ [الزمر: 22]؛ اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ [النور: 35]